محبت کیا ہے؟

محمد مختار شاہ

محبت کیا ہے؟
محمد مختار شاہ

کتاب ---------- محبت کیا ہے؟
مصنف ---------- محمد مختار شاہ
پروف ریڈنگ ---------- سید محمد نثار گیلانی
باہتمام ---------- اصغر علی بٹ
اشاعت اول ---------- اپریل 1996ء
مطبع ---------- شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور
قیمت ---------- -/220 روپے
15 امریکی ڈالر
15 سعودی ریال

Code: 6M03

گیلانی پبلیکیشنز۔ لاہور
50۔ نیو شالیمار روڈ لاہور فون: 042-7469510
سیل: 0300-8489101, 0321-8489101

"آیئے محبت کے شراب خانے سے بے خودی کے
چند گھونٹ نوش کریں اور امر ہو جائیں"

محبت معنی و الفاظ میں لائی نہیں جاتی
یہ وہ نازک حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

بہر حال

کچھ حقیقت نہ ہو محبت کی
نشہ سا اک ضرور ہوتا ہے

محمد مختار شاہ

اِنتساب

ان لوگوں کے نام جنہوں نے اس کتاب سے
اقتباسات چوری کیے اور اپنے نام سے شائع
کروائے...............

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

سزاوار حمد و ثنا۔۔۔ خالق مصطفےٰ ۔۔۔ مالک ارض و سما۔ رب العلا ہے۔

جس نے بلبل کی فغاں کو گلِ رعنا کا ترانہ بنایا
جس نے حقیر سے کیڑے کو شمع کا پروانہ بنایا
جس نے چکور کو چاند کا دیوانہ بنایا
جس نے مجنوں کو سب سے یگانہ بنایا
جس نے چشمِ محبوب کو میخانہ بنایا
جس نے حسن کو محبت کا آستانہ بنایا
جس نے زندگی کو موت کا نذرانہ بنایا
کشتۂ محبت کے لئے جنت کو عوضانہ بنایا

محمد مختار شاہ

نعت

زمین محبوبہ ہے اور آسمان پری۔۔۔۔ آپ کھلی جگہ پر جا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ وہ اسے دیکھنے کے لئے کمان کی طرح جھکا ہوا ہے۔ آسمان زمین سے بہت پیار کرتا ہے۔ روایت کے مطابق آسمان بھی محبوبہ کی بے اعتنائی کا شکار رہتا ہے۔۔ آتش ہجر نے آسمان کو جلایا ہے۔ تنگ آ کر آسمان جب اپنا داغ دکھاتا ہے (اشارہ ہے آفتاب کی طرف) اس داغ کی گرمی سے زمین کا حسن جلنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر شے سوکھ جاتی ہے۔ زمین کی رگوں سے خون تک آتشِ عشق ختم کرنا شروع کر دیتی ہے مگر آخر محبوبہ ہے محب کو رحم آ جاتا ہے وہ رو پڑتا ہے کہ داغ جگر کیوں ظاہر کیا خوب روتا ہے اس کے آنسو زمین کے اندر خوشی کی لہر دوڑا دیتے ہیں۔

زمین خوش ہو جاتی ہے اور اپنے جگر کے خون سے رنگ کر روزانہ آسمان کو گلاب کا پھول پیش کرتی ہے۔ طرح طرح سے خوشی کا اظہار کرتی ہے۔

زمین کے اندر بڑی کشش ہے۔ واقعی محبوبہ کے اندر بڑی کشش ہوتی ہے۔ زمین کی ہر شے اس سے بڑی محبت رکھتی ہے۔ آپ کوئی چیز اوپر آسمان کی طرف پھینکیں ایک لمحہ زمین سے جدائی برداشت نہ کرے گی فوراً زمین کی طرف کوشش شروع کر دے گی اور زمین سے مل کر ہی دم لے گی۔ اللہ تعالیٰ بھی زمین سے بہت محبت کرتا ہے اس نے سب قیمتی خزانے زمین کو عطا کر دیے ہیں۔ آپ بتا سکتے ہیں زمین کا اتنا رتبہ کیوں ہے؟ سوچ لیں۔۔۔۔۔۔ میں بتاؤں؟؟۔۔۔۔۔۔۔ اس لئے کہ اس میں حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کا روضہ مبارک ہے اور ان کے والدین کریمین کی قبریں ہیں۔۔۔۔۔

صلوۃ و سلام ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور دنیا کے عظیم ماں باپ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر

محمد مختار شاہ

اسے مت پڑھیئے

آپ پڑھ رہے ہیں تو غور سے پڑھیئے

میں مختار شاہ کا ضمیر ہوں میں اسے ۱۹۶۸ سے جانتا ہوں۔ پیدائش سے دو سال بعد سے محبت کو تلاش کرنے لگا مگر وہ اسے نہ ملی، ملی تو کم ملی کیونکہ جہاں تھی وہ مقام اس سے بہت دور ہوتے تھے۔ بہرحال اللہ نے اس کو کسی مقام پر تنہا نہ چھوڑا اپنی محبت سے نوازتا رہا۔ یہ اکثر زمانہ سے شاکی رہتا تھا کہ وہ اسے اس کے حصے کی محبت کیوں نہیں دیتے؟ بس اسی غصے میں بھاگ جاتا تھا۔ ۱۹۸۴ء میں رب تعالیٰ نے اس کے دل میں علم کی محبت ڈالی یہ کچھ کچھ پڑھنے لگا تھوڑے سے عرصے میں قدیم و جدید علوم پڑھے۔ ایف اے میں پڑھتا تھا پاک کالج انجرہ میں بی اے کو پڑھاتا تھا۔ پھر ۱۹۸۸ء میں تقریر کرنا شروع کی۔ اللہ نے اس پر کرم کیا عرصہ پانچ سال سے گجرات کی تین بڑی مساجد میں جمعہ کے دن لیکچرز دیتا ہے۔ لوگ اس کی باتیں سننے دور دراز سے آتے ہیں۔ ۱۹۹۲ء سے لکھنا شروع کیا پہلی کتاب "بات سے بات" بڑی مقبول ہوئی۔۔ "بسم اللہ اور ہماری زندگی" کو بھی پذیرائی ملی۔ "امریکی سکالر کے چار سوالوں کے جواب" کا بھی جواب نہیں پمفلٹ لکھے اب یہ کتاب "محبت کیا ہے" آپ کے ہاتھ میں ہے لکھا خوب ہے اگر آپ محبت سے پڑھیں گے ورنہ غلطیاں تو یار لوگوں نے قرآن مجید میں بھی نکالی ہیں۔

اس کے والد کا نام ملکوال کے سکول میں طالب شاہ لکھا ہوا ہے پھر جب وہ لاہور آتے تو جگہ کے ساتھ نام بھی بدل لیا اپنا نام زاہد صدیقی رکھ لیا۔۔۔۔اس کا نام مختار شاہ ہے۔میں جانتا ہوں کہ یہ ملکوال کی سید برادری سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر اس سے پوچھو کہ تیری ذات کیا ہے؟ اونچی آواز میں کہتا ہے ہم سب نبی کے بیٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اے بنی آدم! کہہ کر پکارتا ہے اور آدم اللہ کے رسول تھے۔ کہتا ہے اللہ کے نزدیک جاگیردار، کمہار، شاہ و گدا، چوہان و اعوان، جٹ بٹ، گجر کھوکھر نہیں ہوتے۔ اللہ کے نزدیک جنتی و دوزخی ہوتے ہیں۔ کہتا ہے ذات پات کا نظام محبت کا دشمن ہے انسانوں میں نفرت پیدا کرتا ہے۔ ایک دن کہہ رہا تھا کہ عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کی طرح پاکستان کی ذاتوں کی سمجھ نہیں آتی۔ یہاں ذاتیں پیشہ کی بنا پر پڑتی ہیں۔

یعنی جوتے سینے والے کو موچی کہتے ہیں۔

برتن ساز کو کمہار کہتے ہیں

روٹیاں لگانے والے کو ماچھی

لکڑی کا کاروبار یعنی فرنیچر بنانے والے کو ترکھان

کپڑے کا پیشہ ہو تو جولاہا، کاسبی

لوہے کا کاروبار ہے تو لوہار

کوئی کشمیر سے آیا ہے خواہ مندرجہ بالا کاموں میں سے کوئی کرتا ہو وہ بٹ ہی ہے۔میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر ذاتیں پیشہ کی بنا پر بنتی ہیں تو اگر کوئی کشمیری غربت کی بنا پر تندور پر نان لگاتے جیسا اکثر جگہوں پہ دیکھا ہے تو آپ اسے ماچھی کیوں نہیں کہتے؟ اگر کوئی موچی کمہار جولاہا سونے کا پیشہ اختیار کر لے تو آپ اسے سنار کہیں نا کیونکہ آپ کے نزدیک پیشہ ہی ذات ہوتی ہے۔ اگر کوئی آرائیں نائی کا پیشہ اختیار کر

لے آپ اسے لوہار کہیں

آج کل بڑے بڑے چودھریوں نے ظروف سازی کے کاروبار شروع کیے ہیں وہ کمہار کیوں نہیں؟ کوئی سید سونے کا پیشہ اپنائے وہ سنار ہو گا کہ نہیں اگر نہیں تو اللہ کے بندو تو آج سے پہلے بھی جس نے کام کیا وہ پیشہ بھی اس کی ذات نہیں بن سکتا۔ اگر پیشوں کی وجہ سے ذاتیں بنتی ہیں تو ہر دور میں بدلتی رہیں گی۔ ایک طریقہ سے پیشہ ذات بن سکتی ہے اگر آپ یہ بتا دیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اس بندے تک اس کے تمام آباؤاجداد یہی کام کرتے رہے ہیں۔ آپ بتا سکتے ہیں؟ اللہ کی قسم نہیں بتا سکتے؟

ہاں یوں ہو سکتا ہے کہ اپنی پہچان کے لئے اپنے خاندان کے مشہور آدمی کے نام پر اپنے خاندان کا نام رکھ لیں۔ جیسے ہاشم کی وجہ سے بنوہاشم، امیہ کی وجہ سے بنوامیہ لوہار، ترکھان، سنار، کپڑا ساز، دھوبی، قصائی، موچی، یہ پیشے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی تھے مگر یہ پیشے ذاتیں نہ بنیں۔ اب بھی پیشہ ذات نہیں بن سکتا۔ یہ اس قسم کی باتیں کرتا ہے باتیں تو ٹھیک ہیں مگر اس کی مانتا کوئی نہیں۔ آپ بھی نہیں تسلیم کریں گے۔۔ بہر حال ذات پات محبت کو ختم کرتی ہے۔ اس نے یہ کتاب اس لئے لکھی کہ لوگ جان لیں کہ آج کل محبت جیسے عظیم اور پاک آسمانی لفظ و تصور سے کیا ہو رہا ہے اور اصلی محبت کیا ہے؟ اسے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ "ہر انسان ہر انسان سے بے لوث محبت کرے گا تو یہ دنیا جنت بن جائے گی۔ اور اللہ ہر وقت تمہارے پاس رہے گا"

ہمارے چاک گریبان میں جھانکنے والو
ہمیں تو صبح کا سورج سلام کرتا ہے

۷

لگائی ہے فقیہِ شہر نے ہم پہ یہ تہمت
یہ شخص محبت کی دولت کو عام کرتا ہے

"ضمیر"
محمد مختار شاہ

محبت

محبت ایک جانا پہچانا موضوع ہے۔ یہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا انسان۔ ہم دوسرے تمام موضوعات پر قلم اٹھاتے ہیں اور ہمارے پاس بڑی ریسرچ ہے مگر محبت کی زیادہ سوجھ بوجھ نہیں ہے۔ محبت کی کہانیاں تو ہم سناتے ہیں۔ لیکن جب یہ پوچھا جاتا ہے

۱۔ محبت کیا ہے؟

۲۔ ہم محبت کیوں کرتے ہیں؟

۳۔ محبت میں ذہنی کوفت اور مشکلات کیوں ہوتی ہیں؟

۴۔ کیا عورت مرد اور دوسری اشیاء کی محبت میں فرق ہے؟

۵۔ ہم محبت کس طرح برقرار رکھ سکتے ہیں؟

۶۔ محبت کی طاقت کہاں سے پیدا ہوتی ہے۔؟

تو ہم ادھر ادھر دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ قدیم زمانے کی نسبت آج کل محبت کے متعلق کچھ زیادہ ہی سوچا جا رہا ہے۔ ہر خاوند دن میں چند لمحوں کے لئے ضرور سوچتا ہے کیا میری بیوی مجھ سے بہت پیار کرتی ہے؟ اور بیوی بھی سوچتی ہے کیا میرا خاوند مجھ سے اسی شدت سے پیار کرتا ہے؟ آج کل ہم نے اتنا تو سمجھ لیا ہے کہ محبت کے بغیر زندگی پر سکون نہیں گزر سکتی۔ اس لئے آج کی "پود" محبت کے موضوع میں بہت دلچسپی لے رہی ہے۔ اور خود کو محبت میں ماہر بھی سمجھتی ہے۔ خود کو ماہر سمجھنے کے باوجود پوچھتے ہیں محبت کیا ہے؟؟ ہم محبوب ہیں؟ محبت کیوں ضروری ہے؟ آپ تلاش کیجئے آپ کو مندرجہ بالا چھ سوالوں کے جواب ملیں گے۔

محبت لغت کی نظر میں

لغت صرف یہ بتاتی ہے کہ اس لفظ کے ماں باپ کون ہیں؟ اس لفظ میں خاندانی اثرات کتنے ہیں؟ ڈکشنری ان جذبات کو واضح نہیں کر سکتی جن کی نمائندگی الفاظ کرتے ہیں ڈکشنری الفاظ کا نسب بتاتی ہے۔ ڈکشنری کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ کے ماں باپ کے تعین میں اکثر جھگڑا ہی رہتا ہے یعنی حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس لفظ کا یہی ماخذ ہے۔ بہر حال انگریزوں کی اولاد والا ہی مسئلہ ہے کہ باپ کا نام پوچھو تو ادھر ادھر دیکھنے لگ جاتے ہیں کچھ الفاظ آپ کو ایسے ملیں گے جن کے ماں باپ ایک زبان سے ہجرت کر کے دوسری زبان میں آتے۔

انگلش میں اکثر الفاظ لاطینی اور یونانی کے ہیں۔ عربی میں عبرانی سریانی زبان کے ہیں۔ اردو میں ہندی، فارسی عربی کے ہیں۔ مگر کچھ الفاظ اسی زبان کے ہوتے ہیں ان کی پیدائش میں ملاوٹ نہیں ہوتی۔ لفظ محبت بھی خالصتاً عربی ہے۔ چاہت کے اظہار کے جتنے الفاظ ہیں اور جتنی زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں ان میں لفظ محبت کو بہت اونچا مقام حاصل ہے۔ یہ اپنے اندر جامعیت رکھتا ہے اس لفظ کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں جگہ دی ہے اس لفظ کو اللہ نے ادا کیا ہے۔

آپ غور سے پڑھیں تاکہ معلوم ہو کہ لفظ محبت کا خاندان کیا ہے؟ اس کے ماں باپ کون ہیں؟

لفظ محبت کے ماں باپ

۱۔ الحَبُّ والحَبَّۃُ (معنی ہے دانہ) اس کی جمع ہے حُبُوْبٌ وحَبَّان اللہ تعالیٰ نے ان دونوں الفاظ کو قرآن مجید میں استعمال کیا ہے۔

۱۔ الحَبُّ۔ سورہ انعام آیت نمبر ۹۶ اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الحَبِّ وَالنَّوٰی

یقیناً اللہ تعالیٰ دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر (اس سے ایک پودا بناتا ہے)

۲۔ الحبۃ۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۶۱ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ

راہ اللہ خرچ ہونے والے مال کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اگتی ہیں اور پھر ہر بال میں، سو سو دانے ہوں۔

قرآن کی آیات سے معلوم ہوا کہ حب اور حبۃ کا معنی ہے بیج، دانہ اگر لفظ محبت کا مادہ حب و حبۃ ہو تو پھر دماغ میں یہ بات آتی ہے کہ بیج میں کون سی خصوصیات تھیں جن کی بنا پر جذباتی و احساساتی لگاؤ کو محبت کا نام دیا گیا۔

بیج اور محبت میں مطابقت

بیج	محبت
۱۔ اسے نشو و نما کے لئے زرخیز زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔	۱۔ محبت کو پروان چڑھنے کے لئے ایک زرخیز دل کی ضرورت ہوتی ہے۔
۲۔ بیج کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔	۲۔ محبت بھی آنسوؤں کی بارش مانگتی ہے۔
۳۔ بیج کو گرمی کی ضرورت ہوتی ہے۔	۳۔ محبت بھی آتش ہجر و دل و جگر سے گرمی حاصل کرتی ہے۔
۴۔ بیج کو زمین میں چھپاؤ ایک دن ظاہر ہو جاتا ہے۔	۴۔ محبت کو لاکھ چھپاؤ یہ بھی چھپتی نہیں۔
۵۔ بیج جب جوان ہو جاتا ہے تو لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں کھا کر یا جلا کر۔ پکا کر یا لگا کر	۵۔ محبت جب پھیلتی ہے تو ہر طرف سکون ہی سکون ہوتا ہے۔
۶۔ بیج کی مختلف اقسام ہیں۔	۶۔ محبت کی بھی مختلف اقسام ہیں۔ محبت آثاری، محبت افعالی، محبت صفاتی، محبت ذاتی
۷۔ بیج جب پودہ بنتا ہے تو اس پر پھول لگتے ہیں۔	۷۔ محبت کا بیج جب پودا بنتا ہے اس پر نیکی اور احسان کے پھول لگتے ہیں۔
۸۔ بیج پودے کی بنیاد ہے۔ مغز ہے۔	۸۔ محبت بھی حیات انسانی میں سب سے

مؤثر ہے۔ کائنات کی اصل ہے۔

(۲)۔ محبت کا دوسرا ماخذ حُب ہے۔ معنی ہے سفیدی۔ صفاتی اسی سے بنا ہے حبب الاسنان۔ معنی ہے دانتوں کی سفیدی، دانتوں کی برابر قطار۔ اس معنی کے پس منظر میں محبت کو محبت اس لئے کہتے ہیں اس میں لالچ نہیں ہوتا یہ مفاد سے صاف ہوتی ہے۔ جس میں لالچ ہو وہ محبت نہیں ہوس ہوتی ہے۔

اب حسن و محبت کی وہ پاکیاں کہاں
تم شوخ ہو چکے میں ہوس کار ہو چکا

(۳)۔ تیسرا ماخذ حُب معنی "بلند ہونا نمودار ہونا" اسی سے حبابُ الما (پانی کا بلبلہ) بنا ہے۔ بعض لوگوں نے محبت کو حباب الما سے مشتق مانا ہے اگر لفظ محبت کا ماخذ پانی کا بلبلہ ہے تو پھر سوچنا پڑے گا محبت میں اور بلبلے میں کیا مطابقت ہے؟ بلبلہ جوش کی نشاندہی کرتا ہے۔ دو وجہ سے بلبلے بنتے ہیں اوپر سے زور ہو یا نیچے سے زور ہو۔ کوئی چیز آگ پہ رکھی ہو تو جوش کی وجہ سے بلبلے بنتے ہیں بارش تیزی سے برسے تو بلبلے بنتے ہیں۔ جب کسی کی چاہت دل میں جوش مارے حسن مضطرب کر دے اور وہ جوش ظاہر ہو تو اس کیفیت کو محبت کہتے ہیں۔

(۴)۔ چوتھا ماخذ حُب ہے۔ معنی ہے استقلال یعنی ڈٹے رہنا جمے رہنا" اسی سے بنا ہے اَحَبَّ البَعِیر۔ "اونٹ کا ماندہ اور بیمار ہو کر ایک جگہ پڑے رہنا۔" اب اگر محبت کو احب البعیر سے مشتق سمجھا جائے تو پھر محبت کا مفہوم یوں ہو گا کہ کسی چیز سے چاہ اور انس اس قدر دل میں پختہ ہو جائے کہ مصائب کے پہاڑ بھی ٹوٹ پڑیں وہ ٹس سے مس نہ ہو۔

اس استقلال کو ہم محبت سے تعبیر کریں گے۔

(۵)۔ پانچواں ماخذ حُب ہے جمع حباب ہے معنی ہے بڑا گھڑا یا پانی سے لبالب مٹکا۔ اسی مصدر کے پس منظر میں سوال ہو گا کہ محبت کو محبت کیوں کہتے ہیں؟ اس لئے کہ جس طرح بھرے ہوئے مٹکے میں آپ اور پانی نہیں ڈال سکتے ڈالیں گے تو نقصان ہو گا اسی طرح جس دل میں محبوب کی یاد ہوتی ہے وہاں کسی دوسرے کی یاد داخل نہیں ہو سکتی۔

(۶)۔ چھٹا ماخذ حُب ہے معنی ہے وہ چار لکڑیاں جن پر گھڑا رکھا جاتا ہے یہ لکڑیاں مٹکے کا بوجھ برداشت کر لیتی ہیں۔ محبت کو محبت اس لئے کہتے ہیں کہ یہ جب دل میں آ جاتے تو پھر آدمی ہر دکھ تکلیف کو برداشت کر لیتا ہے۔

عشق و محبت میں فرق

قرآن مجید نے لفظ محبت استعمال کیا ہے۔ پورے قرآن میں ایک مرتبہ بھی لفظ عشق استعمال نہیں ہوا۔ اگر لفظ عشق محبت کی انتہائی سٹیج ہے تو پھر اللہ اَشَدُّ حُبًّا کیوں فرما رہا ہے۔ سیدھا لفظ عشق استعمال کرتا معلوم ہو جاتا وہ چاہتا ہے کہ مومن محبت کی انتہا کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ لفظ استعمال نہیں کیا ایرانی شاعری میں یہ لفظ بے تحاشا استعمال ہوا پھر اردو شاعری میں آگیا اور اس قدر استعمال ہوا کہ لفظ محبت کے ہم پلہ قرار پایا۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ جس طرح اللہ کو خدا کہنا ٹھیک نہیں کیونکہ بت کو خدا کہتے تھے اللہ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام بھی خدا نہیں ہے اس طرح محبت کو عشق کہنا غلط ہے۔

محبت روح کے میلان صحیحہ کا نام ہے۔ عشق میں یہ بات نہیں ہوتی۔ معشوق معشوق نہیں ہوتا جب تک کوئی عاشق نہ ہو۔ محبوب، محبوب ہی ہوتا ہے۔ کوئی محب ہو یا

نہ ہو۔

ایک حکیم فرماتے ہیں العشق مرض سوداوی۔ "عشق ایک سوداوی مرض ہے"
غالب نے کہا " کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا۔" حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں
"عشق عذاب کی ایک قسم ہے اور کوئی عقلمند اس کو اپنے اوپر مسلط کرنے کے لئے تیار
نہیں۔

جوش ملیح آبادی فرماتے ہیں
عشق ایک آنی تشنج ہے جسم کا
محبت ایک ابدی اضطراب ہے روح کا
عشق کا تعلق ہوتا ہے صرف معشوق سے
محبت کا تعلق ہوتا ہے رب سے سب سے
عاشق اپنی جنسی تسکین چاہتا ہے
محب تمام دنیا کے لئے سکون کا طلبگار ہوتا ہے
عشق کا عقاب اڑتا ہے قیس و فرہاد کے سر پر اور محبت کا نزول ہوتا ہے رحمتہ
اللعالمین کے دھڑکتے ہوتے دل پر

آیئے آگے چلیں

الفاظ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں کبھی مقامی رنگ کا لبادہ اوڑھ کر جلوہ نمائی
کرتے ہیں۔ کبھی استعمال کرنے والوں کے داخلی احساسات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ داخلی
احساسات کا اظہار کرنے والے محدود چند الفاظ میں سے ایک چھوٹا سا لفظ "محبت" ہے
اور یہ مختلف احساسات کی ترجمانی کرتا ہے۔ مثلاً
ا۔ کوئی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جنگل میں اللہ کی تلاش میں نکل جاتا ہے تو اس کو

بھی محبت کہیں گے۔

۲۔ شہری کا اپنے ملک سے وفاداری بھی محبت ہے۔

۳۔ ماں کا بچے کی نگہداشت بھی محبت ہے۔

۴۔ بھائی کا بہن کی حفاظت کرنا بھی محبت ہے۔

۵۔ عاشق کا معشوقہ کی kiss لینا بھی محبت ہے۔

یعنی لگن کو وہ جنسی ہو یا غیر جنسی ہم محبت کہتے ہیں۔ اہل یونان نے موبت کی اقسام کی ہیں اور ان کے جدا جدا نام رکھے ہیں۔۔

عورت و مرد کی محبت کو جس میں جنسی تعلق ہو اسے وہ E-Eos کہتے ہیں۔ مفاد کی غرض سے پریت کرنے کو وہ Phile کہتے ہیں۔ اور خالص پیار کو وہ Agape کہتے ہیں۔

محبت کے دیوتا سے ملاقات

میں نے بچپن سے لفظ محبت کو بڑا سنا تھا۔ جس کی زیادہ شہرت ہو تو دلوں میں اشتیاق پیدا ہوتا ہے کہ اس سے ملاقات کی جاتے۔ میرا بڑا جی چاہا کہ کبھی اس دیوتا سے میری ملاقات ہو جاتے میں اس سے کچھ پوچھوں۔ میں اسے تنہا ڈھونڈ تا رہا۔ یہ نہ ملا۔ ایک روز ایک دانا سے میں نے پوچھا میں محبت کے دیوتا سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا یہ زیادہ تر حسین چیزوں کے قریب ہوتا ہے کیونکہ "حسن و محبت" ایک دوسرے کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔۔۔۔۔ ایک روز بہار میں گلستان میں چلا گیا۔ محبت کے دیوتا کو نرم و نازک پتیوں کے قریب دیکھا میں قریب گیا۔ میں نے کہا کہ آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں 25 سال تک دربدر پھرتا رہا ہوں ۔ پہلے تو نہ مانا انداز بے نیازی دیکھاتے۔ میں چیخ چیخ کر رونے لگا۔ اور کہا میں تم سے مل کر جاؤں گا۔ مجھے

کچھ وقت دو۔ آخر کار وہ میری ضد دیکھ کر راضی ہوگیا۔ بولا پوچھو میں نے کہا یہاں نہیں "صحرا میں چلو" وہ بولا "میرا صحرا میں کیا کام؟" میں نے کہا تھوڑی دیر کے لئے چلو تیرے بڑے بڑے پجاری ویرانوں اور صحراوں میں ہی ڈیرہ جماتے بیٹھے ہیں ان کی قبریں وہیں ہیں۔ مگر محبت کا دیوتا مسلسل انکار کرتا رہا۔

میں سمجھ گیا یہ کیوں انکار کر رہا ہے یہ صحرا میں گیا تو مجنوں پنوں، سسی، ہیر رانجھا اسے نہیں چھوڑیں گے۔ ہم دونوں چمن کے کونے کی طرف چل پڑے۔ راستے میں گلاب کے پھول کے پاس بلبل کی لاش دیکھ کر دیوتا نے منہ دوسری طرف کر لیا۔

ہم کونے میں پہنچے تو میں نے کہا میں محبت کی ہیئت لکھنا چاہتا ہوں اور لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں میری کچھ مدد کیجئے۔ یہ سنتا تھا کہ دیوتا کا جلال زیادہ ہوگیا تم ہمارے رازوں کو آشکار کرنا چاہتے ہو۔ اس کا جلال دیکھ کر میرے دل رقیق کے کئی ٹکڑے ہو گئے۔ محبت کے دیوتا نے خنجر نکال لیا جس سے وہ مجنوں رانجھا پنوں فرہاد کو مار چکا تھا اور کہنے لگا تم نے کوئی بات میرے خلاف لکھی تو چھوڑوں گا نہیں۔ میں نے کہا محبت کے دیوتا کوئی آپ کے خلاف لکھے کسی کی جرأت ہے۔ آپ تو مہان ہیں۔ ہر اک کی جان ہیں۔ ایمان ہیں آن ہیں شان ہیں تعریف سن کر دل پسیج گیا۔ پھر اس نے مجھ سے طویل گفتگو کی تقریباً یہ ملاقات اڑھائی سال تک محیط ہے۔ محبت کے دیوتا نے میری ملاقات اپنے مختلف پجاریوں سے کروائی۔ اپنے مختلف روپ دکھاتے۔ باتوں باتوں میں بہت سے راز خود بخود آشکار ہو گئے۔ وہ باتیں آپ میری زبانی سنیں۔

محبت نے بڑے بڑے رستم جب وہ ہاتھ ملانے آگے بڑھے تو مار ڈالے۔ بہت سے شہزادوں کے سروں سے تاج اتروا کر ہاتھ میں کشکول پکڑوا دیا۔ اس قدر سخت ہے اور طاقتور ہے کسی ملک میں ناکام نہیں ہوا۔ ہر جگہ اسی کی حکومت ہے اور ہر جگہ یہی

فاتح ہے۔

محبت شمع ہو کر کہیں پگھلتی ہے۔ کہیں پروانہ بن کر جلتی ہے۔ کہیں چشم تر ہے کہیں دردِ سر ہے کہیں غلیل ہے کہیں مثل علیل ہے۔ کہیں دردمند ہے۔ کہیں خود پسند ہے کہیں زخم جگر کا پھاہا۔ کہیں درد بن کر کراہا۔ عارض کا خال بنتی ہے کہیں چشم غزال بنتی ہے کہیں تاج بادشاہی ۔۔۔۔ کہیں کشکول گدائی ۔۔۔ کہیں رخسار آتشیں۔ کہیں نالۂ بلبل حزیں۔ اس نے کئی دل باغ باغ کیے۔ کئی گھر بے چراغ کیے۔ سینکڑوں جی سے کھو دیے اس نے۔ لاکھوں گھر ڈبو دیے اس نے۔ رات کٹنی محال ہوتی ہے۔ زندگی تک وبال ہوتی ہے۔ جگر و دل کا خون ہوتا ہے رفتہ رفتہ جنون ہوتا ہے پہلے راتوں کی نیند جاتی ہے آخر کار موت آتی ہے، ہے یہ دریا مگر بلا کی ہے لہر۔ اس کا ہر قطرہ سانپ کا ہے زہر۔ محبت ہی کارخانہ اللہ کی بنیاد ہے۔ آگ، سوز محبت ہے۔ پانی، رفتار محبت ہے۔ خاک، قرار محبت ہے۔ موت محبت کی مستی، حیات محبت کی، ہوشیاری، رات، محبت کا خواب۔ دن، محبت کی بیداری۔

از ہر چہ ہست محبت دگر ہر چہ ہست لا

"جو کچھ بھی ہے محبت ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں"

ذرہ سے لے کر صحرا تک۔ قطرہ سے لے کر دریا تک۔۔ گل سے لے کر گلستان تک۔ ستاروں سے لے کر کہکشاں تک۔ زمین سے لے کر آسمان تک۔ شجر سے لے کر حیوان تک۔ حشرات سے لے کر انسان تک۔ ہر ایک محبت کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔ ذرہ اکیلا کچھ نہیں جب تک صحرا کی محبت میں گرفتار ہو کر خود کو ختم نہ کر دے۔ قطرے کا کوئی وجود نہیں۔ جب تک قلزم آشنا نہ ہو جائے۔ تنہا ستارہ کیا روشنی دے گا جب تک دوسروں سے وصال نہ ہو محبت صورتیں بدل بدل کر ظاہر ہوتی رہی۔

مجنوں کے سامنے لیلیٰ بن کر۔ رانجھا کے سامنے ہیر بن کر۔ فرہاد کے سامنے شیریں بن کر۔ پنوں کے سامنے سسی بن کر۔ چکور کے سامنے چاند بن کر۔ بلبل کے سامنے گل بن کر۔ لوہے کے سامنے مقناطیس بن کر۔ مچھلی کے سامنے پانی بن کر۔ بچے کے سامنے ماں بن کر۔ بھائی کے سامنے بہن بن کر۔ باپ کے سامنے بیٹا بن کر۔ بلال کے سامنے مصطفےٰ بن کر۔ گنہگار کے سامنے رب العلا بن کر۔

ہر ایک کی محبت ایک جیسی نہیں ہو سکتی اسی طرح محبوب بھی ایک جیسے نہیں ہوتے۔ انسان کے محبوب بدلتے رہتے ہیں۔

کبھی سیرت تو کبھی صورت۔ کبھی دولت تو کبھی عورت۔ کبھی نام تو کبھی جام۔ کبھی رحمان تو کبھی شیطان۔

محبوب کئی ہو سکتے ہیں۔ مگر دین اسلام کے اندر صرف ان اشیاء کو محبوب بنایا جا سکتا ہے۔ جو اللہ کا پتہ بتاتی ہوں۔

(۱)۔ اللہ کو دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں

۱۔ وہ زبان جو ذکر اللہ میں تر رہے۔

۲۔ وہ دل جو شکر اللہ میں مصروف رہے۔

۳۔ وہ بدن جو بلاؤں پر صبر کرے۔

(۲) سید الانبیاءؑ کو دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں

۱۔ خوشبو

۲۔ عورت

۳۔ نماز

(۳) ابو بکر صدیقؓ کو دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھنا

۲۔ اپنا مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کرنا۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا۔

(۴) حضرت عمر فاروقؓ کو دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں۔

۱۔ نیکی عام کرنا۔

۲۔ برائی کا کام تمام کرنا۔

۳۔ حدود اللہ کو قائم کرنا

(۵) حضرت عثمان غنیؓ کو دنیا کی یہ تین چیزیں محبوب تھیں۔

۱۔ تطعم الطعام

۲۔ افشوالسلام

۳۔ رات کا قیام

(۶) حضرت علیؓ نے دنیا سے یہ محبوب چنے۔

۱۔ جہاد کے لئے تلوار چلانا

۲۔ میزبانی

۳۔ گرمیوں میں صیام

(۷) جبرائیل کو دنیا سے یہ تین اشیا محبوب ہیں۔

۱۔ نبیوں کے پاس آنا

۲۔ وحی الٰہی لانا

۳۔ اللہ کی حمد کرنا

(۸) امام اعظمؒ نے فرمایا میرے یہ محبوب ہیں

۱۔ تحصیل علم کے لئے راتوں کو جاگنا۔

۲۔ عجز وانکسار۔

۳۔ دنیا کی محبت سے دل کو خالی رکھنا

(۹) امام مالکؒ نے فرمایا میرے یہ تین محبوب ہیں۔

۱۔ نبیؐ کے روضے کا مجاور بنا رہوں

۲۔ اہل بیت کی تعظیم کروں۔

۳۔ مدینہ میں موت آئے۔

(۱۰) امام شافعیؒ کے تین محبوب

۱۔ لوگوں سے مہربانی سے پیش آنا

۲۔ تکلف کی باتوں کو چھوڑنا

۳۔ طریق تصوف کی بات کرنا

(۱۱) امام احمد بن حنبلؒ کے تین محبوب

۱۔ اقوال مصطفےؐ کی پیروی کرنا

۲۔ آپؐ کے انوار سے برکت حاصل کرنا

۳۔ آپؐ کے طریق ماثورہ پر چلنا

(۱۲) حضرت جنید بغدادیؒ کے تین محبوب

۱۔ صرف اللہ کی باتیں کرنا

۲۔ اس کی یاد میں رونا

۳۔ ہر کام اس کے حکم کے مطابق کرنا۔

(۱۳) محمد مختار شاہ کے تین محبوب

۱۔ماں، جس سے مجھے محبت اللہ کا احساس ہوا۔

۲۔علم، جس نے اللہ کا راستہ بتایا

۳۔اللہ، جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا

ہر انسان کا محبوب جدا۔ ہر انسان کی محبت جدا۔ اسی طرح ہر انسان کے ساتھ محبت کی تاثیر بھی الگ۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک نے ہر ایک سے مختلف (Psyche of love) بیان کی ہے۔ مصنف، تصانیف لکھتے گئے۔ مقرر، تقاریر کرتے گئے۔ شعرا۔ دیوان بھرتے گئے۔ کتابوں کے ڈھیر لگ گئے۔ مگر محبت کی جامع تعریف نہ ہو سکی۔

محبت، اللہ اس کو سلامت رکھے ایک کھیل کی طرح شروع ہوتی ہے لیکن بہت سنگین معاملے پہ ختم ہوتی ہے اس کے اصل جوہر کو سمجھنا مشکل ہے۔ یہ دریا ہے جس کی گہرائی معلوم نہیں۔ یہ شراب ہے بغیر پیالہ کے۔ یہ آگ ہے بغیر دھوئیں کے۔ یہ شعلہ ہے بغیر چراغ کے۔ یہ گٹھڑی ہے بغیر بوجھ کے۔ یہ تالہ ہے بغیر چابی کے۔ یہ بیماری ہے بغیر دوا کے۔ یہ تپتا صحرا ہے۔ یہ اشکوں کا دریا ہے۔ یہ شکاری ہے اس نے بڑوں بڑوں کو شکار کیا اور تباہ کیا۔ محبت جس کے لئے شیریں، لیلیٰ، سسی، ہیر، سوہنی کے نام پھولوں کی خوشبو بن گئے۔ اس کے لئے فرہاد نے پہاڑ کا دل چیر کر نہر بہا دی۔ اس کی وجہ سے مجنوں نے خاک چھانی۔ مہینوال نے دی جان کی قربانی۔ رانجھا نے در چھوڑا۔ پنوں نے باپ سے ناطہ توڑا۔

محبت ایک خزانہ ہے جس میں طرح طرح کے ہیرے جواہرات موجود ہیں۔ محبت زہر کو گلقند بناتی ہے۔ محبت تیغ کو چاند دکھاتی ہے۔ محبت آگ ہے جو دو جانوں کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے۔ دوزخ کی آگ قہر سے پیدا ہوتی ہے۔ محبت کی آگ نے طور کو جلایا۔ محبت کی آگ نے نمرود کی آگ کو بجھایا۔ جس میں محبت نہیں وہ مردود

۔۔۔۔اور جو محبت کی آگ کو بجھاتے وہ نمرود۔ محبت ایک خزانہ ہے اور تمام اعضاء اس کے طالب ہیں۔ جدھر محبت ہوتی ہے یہ تمام اعضاء اسی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ محبت ایک ایسی چیز ہے جس سے آسمان عبور ہو سکتے ہیں۔ دریا عبور ہو سکتے ہیں۔ سمندر عبور ہو سکتے ہیں۔ محبت آگ ہے جو دھیمے دھیمے جلاتی رہتی ہے۔ آپ جتنا پانی ڈالیں ساون کا ہو یا اشکوں کا بجھے گی نہیں اور بڑھے گی۔ یہ آگ تنکے نہیں جلاتی۔ دل جلاتی ہے۔ جگر جلاتی ہے

محبت ایک دریا ہے۔ اس کی موجیں آدمیوں کو کھاتی ہیں۔ اس دریا میں کوئی کشتی نہیں ہوتی تیر کر پار کرنا ہوتا ہے اور قدم قدم پر بھنور کوئی ملاح بھی نہیں۔ اس دریا کا پانی خون کی طرح سرخ ہوتا ہے اناڑی کنارے پر کھڑا ہو جاتا ہے اور بڑے خوف سے دیکھتا ہے۔ آواز آتی ہے تو اپنی جان سے ڈرتا ہے اس محبت کے دریا میں ہزاروں پیار کرنے والے غرق ہو گئے ہیں۔ اگر یہ دریا پار کرنا چاہتے ہو تو ایک ہی طریقہ ہے۔ جان دے کر جان بچا لو۔ محبت درد بھی ہے۔۔ محبت دوا بھی ہے۔ دوری ہو تو درد۔ قرب ہو تو دوا۔ محبت کبھی سکون ہوتی ہے کبھی اضطراب محبت ایک فاتح ہے جو دلوں کو فتح کرتی ہے۔ نہ صرف جسم بلکہ روح تک پہ قبضہ جما لیتی ہے۔ یہ فاتح بہت نرم و نازک ہے۔ مگر گھاؤ بڑے گہرے لگاتا ہے۔ محبت میں جان دینے والا امر ہو جاتا ہے۔ امبر اس کی قبر پر اشک بہاتا ہے۔ خلیل اللہ نے محبت میں تن من دھن قربان کر دیا وہ محبوب کی نسبت کو پانے کے لیے آگ میں چلے گئے۔ محبوب کی خاطر بیٹے کے گلے پر چھری رکھ دی۔ اس محبت کی سمجھ نہیں۔ عجب راز ہے۔ سربستہ راز کھولنا چاہو تو اور گنجل پڑ جائیں گے۔

کسی نے محبوبوں کے محبوب اللہ سے سوال کیا کہ تمام دنیا دوست کی پرورش کرتی ہے

ہے۔ اور اپنے دشمن کو مارتی ہے۔ مگر تجھ سے محبت کریں تو معاملہ الٹ ہو جاتا ہے تو اپنے دشمن کو پالتا ہے اور اپنے دوست کو قتل کرتا ہے۔ ہاتف غیبی سے آواز آئی ہم محب کو قتل کرتے ہیں تو دیت بھی تو دیتے ہیں۔ ہم خود اس کی دیت ہیں۔ محبت کی قربان گاہ میں بڑے حوصلے اور بہادر ذبح کے لیئے لائے جاتے ہیں۔ لاغروں کی قربانی نہیں ہوتی ۔ ذبح کرنا ضروری ہے۔ ورنہ وہ مردار ہو جائے گا۔ آپ کو ایک محب کا حال سناتا ہوں۔

" حسین بن منصور حلاج سے کسی درویش نے پوچھا محبت کیا ہے؟ فرمایا تجھ کو "آج" "کل" اور "پرسوں" محبت کی حقیقت کا پتہ چل جائے گا اس درویش نے آج یعنی پہلے دن دیکھا کہ حسین بن منصور حلاج کو قتل کر دیا گیا" دوسرے "روز اس کی لاش کو جلا ڈالا۔ اور تیسرے روز خاک کو ہوا میں اڑا دیا۔ جب ابن حلاج کو صلیب کی سیڑھی کے پاس لائے تو آپ نے اسے بوسہ دیا اور کہا محبت کرنے والوں کی معراج ہے۔ پھر آپ کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔ آپ نے خون آلود بازو چہرے پر مل لئے۔ کسی نے پوچھا یہ کیا؟ فرمایا محبت کی نماز پڑھنے کے لئے وضو کر رہا ہوں۔ جو صرف نفس کے خون کے ساتھ ہوتا ہے۔ تمام اعضاء کاٹ دیئے گئے پشت اور گردن سولی پر تھے اور گردن سے آواز آ رہی تھی انا الحق انا الحق ۔ آپ اس قدر محبوب کی محبت میں گم ہو چکے تھے کہ آئینہ ہٹ گیا تھا صورت رہ گئی تھی۔ حجاب پھٹ گیا تھا حقیقت رہ گئی تھی۔ قطرہ سمندر کے ساتھ مل جائے خود کو فنا کر دے تو اگر سمندر میں گم ہو کر کہے انا البحر انا البحر تو کوئی عقل مند آدمی اس کو جھوٹ نہیں کہے گا۔ اگر ریت کا ذرہ صحرا میں مل جائے صحرا میں گم ہو جائے اور کہے کہ میں صحرا ہوں تو کوئی نہ کہے گا کہ یہ جھوٹ بول رہا

ہے اگر لوہا آگ کے اندر چلا جائے اور چند منٹ کے بعد کہے میں آگ ہوں انا النار انا النار تو سب مان لیں گے اور جب ایک انسان فنا فی اللہ ہو گیا خود کو ختم کر کے ذات سے مل گیا۔ اس نے کہا میں حق ہوں تو سب اسے مارنے آ گئے !!!! خلیفہ وقت مقتدر باللہ کے دور حکومت ۲۷ مارچ ۹۲۲ء میں حامد بن عباس وزیر اعظم کی کاوشوں سے سلطان المحبت ابن حلاج کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ "اوپر" سے حکم آیا اس کے اعضا کٹے کر کے جلا دیے جائیں۔ اعضا جل کر خاک ہو گئے تو خاک سے آواز آ رہی تھی "میں حق ہوں" "میں حق ہوں" تیسرے روز خاک کو دریا میں ڈال دیا گیا پانی کے اوپر خاک کے ہر ذرے سے آواز آ رہی تھی انا الحق انا الحق۔ محبت کے مقتول بعد میں محبوب بن جاتے ہیں۔ محبت آدمی کو انسان بنا دیتی ہے۔ محبت ایک قدیم دریا ہے جو مسلسل بہہ رہا ہے۔ کبھی خشک نہیں ہوا۔ بڑے لوگوں نے اسے پار کرنے کی کوشش کی مگر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ پریمیوں کے نزدیک قیامت کوئی شے نہیں۔ وصال محبوب، زندگی۔ فصال محبوب، موت۔

محبت آسان شے نہیں ہے۔ یہ اندازہ آپ پتنگے کو دیکھ کر لگا سکتے ہیں۔ اس میں موت کو خوشی خوشی گلے لگانا پڑتا ہے۔ جب آپ کی محبت کے ساتھ شناسائی ہو گی تو آپ کا امتحان لینے کے لئے محبت سب سے پہلے آپ کو غموں کے حوالے کرے گی۔ گویا کہ میں یوں کہوں کہ جب آپ محبت کے سفر پر گامزن ہوں گے تو غم آپ کا شریک سفر ہو گا۔ آپ واقعی محبت کی شاہراہ پر چل رہے ہیں اس کی نشانی یہ ہے کہ چہرہ زرد، آہیں سرد، دل با درد، آنکھیں اشکبار، دل بے قرار، سرگرداں، پریشان، غمگسار کو پانے کے لئے غمگین ہونا ضروری ہے۔ محبت آپ کو غم عطا کرے گی۔ غم، چشم نم، زیادہ ہو یا کم، در نایاب ہے، یہ عظیم دولت ہے۔ عطا ہے۔ قسمت والوں کو ودیعت

کی جاتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ، دولتمند ہیں وہ لوگ جو غم محبوب سے نوازے گئے ہیں۔ آدمی جب تک درد والم، رنج ومحن کی آگ میں نہ جلے تو اس وقت تک محبت کی خوشبو مشام جان تک نہیں پہنچتی۔ جب کوئی مصیبت آسمان سے نازل ہوتی ہے تو حکم ہوتا ہے اسے محبت کرنے والوں کے دل پر رکھ دو۔

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو پریمی کا دل بنا

دکھ تو ہوگا۔۔۔ کوئی وصل میں جلے گا کوئی فصل میں جلے گا۔

جلے فرقت میں ہم اور وصل میں پروانہ محفل
کوئی دور جلتا ہے کوئی نزدیک جل جاتا ہے۔

ایک محب کو دیکھا وہ زمین پر نحیف و ناتواں پڑا ہے اور ایک بھیڑیا اس کے جسم سے گوشت نوچ رہا ہے۔ بشر حافی رحمتہ اللہ قریب گئے بھیڑیے کو مار بھگایا اور اس محب کا سر اٹھا کر گود میں رکھ لیا اور پوچھا کتنی مدت سے تو اس ملال میں ہے؟ بزرگ نے اپنی آنکھ کھولی اور غصے سے کہا تو کون ہے؟ جس نے میرے اور محبوب کے درمیان جدائی ڈال دی۔ واہ! سبحان اللہ! محبت کے کیا رنگ ہیں!!!

لوگ درد سے چھٹکارے کے لئے دوا کی آرزو کرتے ہیں اور یہ درد برقرار رکھنے کے لئے دواؤں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ان سے کہو کہ دونوں جہان لے لو اور درد محبت دے دو اللہ شاہد ہے ہرگز راضی نہ ہوں گے۔ بہت کنجوس ہوتے ہیں سب کا درد اکٹھا کر لیتے ہیں مگر اپنا درد کسی کو نہیں دیتے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ ابتداء ہی میں محبت نے جب ان کو غم کے حوالے کیا تو پریمیوں نے غم سے پیار کرنا شروع کر دیا اور زیادہ عرصہ اس کے ساتھ رہنے سے عادی ہو گئے۔ محب خود کو بے خود کر لیتا ہے۔ اور سودائیوں کی

طرح پھرتا ہے سب سے منہ موڑ کر صرف اک سے ناطہ جوڑ کر۔ دل خون بن کر آنکھوں کے راستے بہنے لگ جاتا ہے۔ وہ خود کو غموں کے ہاتھوں بیچ کر محبت خرید لیتا ہے۔ زمین و آسمان ایک سیپ کی مانند ہیں اور اس میں محبت موتی کی مثل ہے۔ ہر شخص اس موتی کے لائق نہیں ہے یہ موتی قیمتی موتی ہے۔ در نایاب ہے۔ دینے سے پہلے ہر طرح سے آزمایا جاتا ہے۔ کہ کسی مشکل پر ڈول تو نہ جائے گا؟ ہر مصیبت نازل کر کے آزمایا جاتا ہے۔ پھر جب وہ اس کی حفاظت کے قابل سمجھا جاتا ہے تو موتی عطا کر دیا جاتا ہے۔

اب آپ ہی بتائیں جس شخص کو دنیا کی قیمتی ترین چیز مل جائے وہ مجنوں نہ بنے گا تو کیا بنے گا؟ وہ تو دیوانہ ہو جائے گا۔ اس لئے جسے محبت مل جاتی ہے وہ خوشی سے پاگل ہو جاتا ہے۔ اس کی حالت عجیب ہو جاتی ہے۔ ہر وقت غم محبوب کی شراب پیتا ہے اور جیتا ہے ہر وقت مدہوش رہتا ہے۔ آپ نے کبھی غور کیا یہ مدہوش و مست کیوں رہتا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

خلق الانسان ضعیفا

"انسان کو کمزور پیدا کیا گیا"

محبت بار گراں ہے انسان کمزور ہے۔ مست ہو گا تو بوجھ اٹھائے گا۔ مست اونٹ زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے۔ مست اونٹ سے بات یاد آ گئی۔

"علاقہ جیکب آباد میں گھنیر قوم کی ایک عورت تھی جس کا نام لالاں تھا۔ اس پر اس کا اونٹ عاشق ہو گیا۔ اور عشق میں اس قدر مست ہو گیا تھا کہ بیس بیس من وزن اٹھاتا تھا۔ لیکن جونہی وزن اتار لیا جاتا ہے لالاں کی طرف دوڑتا اور اس کے سامنے بیٹھ کر اسے دیکھتا رہتا۔ کافی عرصہ تک یہ ہوتا رہا۔ بات گاؤں میں مشہور ہو گئی کہ اونٹ لالاں پر عاشق ہے۔ شوہر نے غصہ میں آ کر اسے ذبح کر دیا پھینک دیا سلطان اولیاء کے مرید حاجی

نصرت رحمتہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جب لالاں باہر جاتی تو اونٹ کا پنجر اس کے پیچھے پیچھے جاتا تھا۔ واہ محبت کیا بات ہے۔

محبت کا نام گرچہ ہے مشہور
میں تعجب میں ہوں کہ کیا شے ہے؟

سلطنت محبت کا تعارف

محبت کی اپنی سلطنت ہے۔ اس کا بادشاہ "محبوب" ہے۔ یہاں کے موسموں کا تعلق محبوب کے ساتھ ہے۔ وہ مسکرا دے تو بہار۔۔۔ وہ ناراض ہو تو خزاں۔ وہ نظر عنایت کرے تو زندگی، وہ نظر پھیر لے تو موت، اس سلطنت میں تنہائی بہتر، شناسائی بد تر، اضطراب اچھا۔۔۔۔ سکون برا۔۔۔۔ خاموشی ضروری بولنا جرم۔۔۔۔ غم اور چشم نم کا شمار خوش نصیبی میں ہوتا ہے۔ محبوب کا چہرہ خانہ کعبہ، ابرو محراب، تل حجر اسود، آنکھیں میخانہ، ہونٹ جام، محبوب کو سجدہ کرنا نماز، یہاں ناممکن ممکن ہوتا ہے۔ تیشہ سے پہاڑ کھودنا ناممکن ہے۔ مگر محبت کر دکھاتی ہے۔ یہاں کے باشندے اندھے ہوتے ہیں۔ محبوب کی کوئی خامی نظر نہیں آتی۔ آ جائے تو ناگوار نہیں گزرتی۔ بلکہ اسے ادا کا نام لے کر ٹال دیا جاتا ہے۔ محبوب چہرے سے نقاب ہٹا دے تو دن ہوتا ہے۔ نقاب ڈال لے تو رات۔ مجرم جیلوں میں نہیں۔ زلفوں کی زنجیروں میں پھنسائے جاتے ہیں۔ ہر ایک قید ہونے کی خواہش کرتا ہے۔ اس دنیا میں ہار جیت ہوتی ہی نہیں۔ دیکھنا ہو تو آنکھیں بند کرنا پڑتی ہیں۔ سننے کے لئے بہرہ ہونا پڑتا ہے بولنے کے لئے زبان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہاں امیر وہ نہیں جس نے جمع کیا بلکہ امیر وہ ہے جس نے سب کچھ حتیٰ کہ جاں تک دے دی۔ اور یہاں قوانین محبوب بناتا ہے۔ جب محبوب دور

چلا جاتا ہے تو کہتا ہے خوب روؤ۔ سب روتے ہیں اور خوب روتے ہیں اس لئے کہ محبت کا پودا آنسوؤں سے ہرا رہتا ہے۔ آنسو زمین دل کے لئے

ساون کے چھینٹے ہیں جب سب سوتے ہیں
وہ راتوں کو اٹھ کے خوب روتے ہیں
مسلسل روتے رہیے تو بجھے آتش دل
ایک دو آنسو اور آگ لگا دیتے ہیں

لیکن جب وہ قریب آجائے تو رونے پر پابندی لگا دیتا ہے۔

کیونکہ وہ سامنے بیٹھا ہو تو آنکھوں میں محبوب کی تصویر ہوتی ہے آپ روئیں گے تو وہ دھندلا جائے گی خراب ہو جائے گی۔ بھیگ جائے گی اس لئے جب وہ سامنے بیٹھا ہو تو پھر رونے پر پابندی لگا دیتا ہے۔

محب کون ہے؟

حقیقی محب کون ہوتا ہے؟ کس طرح معلوم ہوگا؟ بس چھوٹی سی نشانی ہے۔ کہ ایک نیزہ اس کے پہلو میں مارو جان نکل جائے تو بھی اس کو خبر نہ ہو۔ یہ سچا محب ہے۔ محبوب جان مانگے تو لٹا دیتا ہے۔ سر مانگے تو کٹا دیتا ہے۔۔ محبوب کے سوا سب کو بھلا دیتا ہے۔ آزادی ناپسند کرتا ہے۔ محبوب کی زلفوں کا قیدی رہنا چاہتا ہے۔ دولت کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ اس کے سامنے شاہی سے کشکول گدائی عظیم ہوتا ہے۔ عجیب حالت ہوتی ہے۔

اندھا بھی ہوتا ہے بینا بھی
کمزور بھی ہوتا ہے اور توانا بھی

گدا بھی ہوتا ہے بادشاہ بھی
جاہل بھی ہوتا ہے آگاہ بھی
مجنوں بھی ہوتا ہے داتا بھی

مجبور بھی ہوتا ہے مختار بھی۔ شکاری بھی ہوتا ہے شکار بھی۔ تندرست بھی ہوتا ہے بیمار بھی۔ اسے مصیبت عنایت لگتی ہے۔ تلخی گفتار شیریں محسوس ہوتی ہے۔ اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا پھر بھی سب کچھ ہوتا ہے۔

کبھی خاموش ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خاموشی انمول ہیرا ہے۔ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ جب محبت دل میں بھر جائے تو شور کم ہو جاتا ہے۔ خالی برتن زیادہ شور کرتا ہے۔ خاموشی دشمن کے مقابلے میں ہتھیار ہے۔ ہر مصیبت کے لئے اک حصار ہے۔ کسی نے حکیم المحبت سے پوچھا میں حقیقت جاننا چاہتا ہوں جواب آیا۔ "خاموش ہو جاؤ"

ابتدائی مراحل طے کرنے والے بعض اوقات چیخ پڑتے ہیں۔ وہ محبوب کو پابند کرنا چاہتے ہیں ہمارے پاس رہو۔ ہم ابھی چھوٹے ہیں۔ اور چھوٹا بچہ زیادہ دیر ماں سے جدا نہیں رہ سکتا۔ اس کی محبوبہ ماں تھوڑی دیر کے لئے نظروں سے اوجھل ہو تو وہ آسمان سر پر اٹھالیتا ہے۔ اسی طرح جو محبت کی ابتداء کرتے ہیں۔ بہت روتے ہیں اور کہتے ہیں۔

محبوب سامنے رہو۔ نہیں تو بہار خزاں لگے گی۔ باد صبا لو بن جائے گی۔ چاند کی کرنیں تیر بن کر جسم پر لگیں گی۔ پھول کانٹے بن کر چبھیں گے۔ دن تاریک ہو جائے گا۔ آنکھوں میں بادل امڈ آئیں گے۔ میں گونگا، اندھا، بہرہ ہو جاؤں گا۔ اور یہی کہتا ہے میرے پاس رہو۔ اگر تم چلے گئے تو غم آجائیں گے میرا دل تیرا مسکن ہے پھر یہ غموں کی سرائے بن جائے گا۔

یہ محب نیا نیا محبت میں قدم رکھ رہا ہے۔ ابھی محبت نے دل کو بھرا نہیں ہے اتنا نہیں جانتا۔ جدائی سے محبت بڑھتی ہے۔ قرب سے کم ہوتی ہے۔ آپ محبوب سے دور ہیں تو اس کی یاد آپ کو تڑپائے گی۔ جب آپ اس کے پہلو میں ہوں گے۔ تو یاد ختم۔ یاد برقرار رکھنے کے لئے دوری۔۔۔۔۔ ہے ضروری۔۔۔۔۔ قریب جاؤ گے تو کچھ نہ رہے گا۔ ہو سکتا ہے محبت ہی نہ رہے۔

کامل محب پروانہ ہے۔ جو جلنے کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ لیکن ایک بات یاد رکھیئے مکھی نے چینی پسند کی اور پروانے نے آگ پسند کی۔ بس اسی بات سے سمجھ لو ہوس کیا ہے۔ اور محبت کیا ہے

از سوز محبت چہ خبر اہل ہوس را
ایں آتش محبت است نہ سوز دمہ کس را

سچے محب کے اندر ہوس لالچ نہیں ہوتا۔ ضرورت کی محبت اور شے ہے اور محبت کی ضرورت اور شے ہے۔ گلقند بنانے کے لئے پھول توڑنا اور بات ہے پھول کو دیکھنا اور بات ہے۔

جب محب محبت سے آگاہی پا لیتا ہے پھر اس پر حقائق آشکار ہو جاتے ہیں۔ اسے ذرے میں آفتاب نظر آتا ہے۔ شبنم کے قطرے میں سمندر کی گہرائی کا علم ہوتا ہے۔

نرم کو دیکھے یا کرخت کو۔ حجر کو دیکھے یا درخت کو۔ میدان کو دیکھے یا دریا۔ چمن دیکھے یا صحرا۔ زمین دیکھے یا آسمان۔ جگنو دیکھے یا کہکشاں وہ جس طرف توجہ کرے اسے محبوب ہی نظر آتا ہے۔ اور آپ کو یہ کہتا ہوا نظر آئے گا۔

محبوب کی گلی ہو تو ۔۔۔۔۔ باغ و بہار کو کیا کرتا

محبوب کا چہرہ ہو تو۔۔۔ لالہ زار کو کیا کرنا
محبوب کا شہر ہو تو۔۔۔۔ جنت کے سبزہ زار کو کیا کرنا
اشک ہوں یاد محبوب کے تو۔۔۔۔۔ یاقوت کے انبار کو کیا کرنا
محبوب پہلو میں ہو تو۔۔۔۔ حور کے لب و رخسار کو کیا کرنا
جیتے جی آجا میرے محبوب۔۔۔۔۔ بے قرار بے قرار، کو کیا کرنا
مختار کو تیرےؐ نعلین کافی۔۔۔۔ خلعت و دستار کو کیا کرنا

اے کشتگان مژگان محبوب! ایک محب کا حال سنیئے جسے محبت نے عرش سے فرش پر لا اتارا۔

زلیخا نے یوسفؑ سے محبت کی۔۔۔۔۔ عرش سے فرش کی طرف سفر شروع ہو گیا۔ کاخ سے خاک تک پہنچ گئیں۔ یہ محبت کبھی بادشاہ کو گدا بنا دیتی ہے۔ تو کبھی گدا کو بادشاہ محبت کہیں تاج دیتی ہے کہیں باج لیتی ہے۔ کبھی کھنڈر کو تاج محل بنا دیتی ہے۔ کبھی تخت دیتی ہے تو کبھی تختہ۔ زلیخا کو محبت ہوئی محبت نے اپنے کام دکھانے شروع کر دیئے۔ اس نے ہر شے بھلا دی۔ ایک "یاد" کے لئے جب یوسف علیہ السلام شاہ مصر بنے تو قحط پڑا۔ جبرائیل آئے۔ اور عرض کی رب کہتا ہے کہ لوگوں کے لئے کھانا تیار کرو اور خود ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ۔ کھانا تیار ہوا۔ مصر کی عوام پہنچ گئی۔ یوسفؑ بھی جلوہ افروز ہوئے۔ تناول فرمانے لگے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام۔ نے ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا اللہ فرماتا ہے اس وقت تم نہیں کھا سکتے جب تک ایک اور مہمان نہ پہنچ جائے۔ اور آپ اسے خود لے کر آئیں۔ آپ نے پوچھا وہ کہاں ہے؟ کہا "جنگل میں" ۔۔ پوچھا نام کیا ہے؟ کہا "زلیخا" جس نے آپ کی محبت میں دولت شہرت، رعنائی حتیٰ کہ بینائی بھی کھو دی ہے۔۔ یوسفؑ نے کہا میں اپنے کسی غلام کو بھیج دوں؟ وہ لے آئے۔ جبرائیلؑ

نے عرض کی، رب فرما رہا ہے خود جا کر لے آؤ۔

جبرائیلؑ سے پوچھا یہ آج زلیخا کی اتنی ناز برداری کیوں ہو رہی ہے؟ کہا اس نے آج اپنے سونے کے بت کو جسے وہ پوجتی تھی اٹھا کر باہر پھینک دیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنے لگی اے یوسفؑ کے اللہ تو ہی یوسفؑ ملا دے۔ یہ تو ملاتا ہی نہیں رو رو کر میری جوانی بڑھاپے میں تبدیل ہو گئی ہے اللہ نے مجھے بھیجا جاؤ یوسفؑ سے کہو کہ وہ خود جائے اور اسے لائے۔ یوسف علیہ السلام مع لشکر کے چلے۔ وہ وہاں سے روانہ ہوئے تو زلیخا نے اپنی لونڈی سے کہا میری بینائی نہیں ہے میرے ہاتھ میں لاٹھی دے دو اور دروازہ کھول دو یوسف آ رہے ہیں۔ لونڈی نے پوچھا۔ مالکن آپ کو کیسے پتہ چلا کہ شاہ مصر آ رہے ہیں؟ آپ نے کہا؟ میرا دل کہہ رہا ہے" لونڈی بولی آپ کا دل تو آپ کے پہلو میں ہے یوسف یہاں سے کتنی دور ہیں اس کو کیسے خبر ہو گئی کہ یوسفؑ آ رہے ہیں آپ مسکرائیں اور فرمایا اے بے خبر! دل میرے پہلو میں ہوتا تو فکر ہی کیا تھی۔ رونا تو یہی ہے کہ دل اپنے پاس نہیں ہے۔ میرا جسم تو اس جگہ ہے اور جان دوست کے کوچہ میں لوگ سمجھتے ہیں کہ جان جسم کے اندر ہے۔ راستے میں آ کر کھڑی ہو گئیں۔ یوسف علیہ السلام قریب پہنچے تو پوچھا۔ تم کون ہو؟ وہ رو پڑی کہنے لگی میں نے جوانی عزت خاندانی، تاج سلطانی آنکھوں کی بینائی، چہرے کی رعنائی تیری محبت میں قربان کر دی اب بھی پوچھتے ہو میں کون ہوں؟ آپ نے محبت کی آگ کو دیکھتا ہے؟ تو لائیے اپنا تازیانہ، تازیانہ پکڑ کر چومنے کے لئے لب پہ رکھا آتش محبت کے شعلے نے آگ لگا دی۔

محبوب؟

آدمی حسین شے کو محبوب کیوں بناتا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ روح خود حسین ہے۔ یہ

عیب ہے۔ اس لئے بے عیب کو پسند کرتی ہے۔ ظاہری حسن روح کے بکھرے ہوئے ذرات کو متحد کر دیتا ہے۔

کان کا محبوب..... خوبصورت آواز

آنکھ کا محبوب..... حسین منظر

منہ کا محبوب..... لذیذ شے

ناک کا محبوب..... عمدہ خوشبو

پاؤں کا محبوب....... بلند منزل

ہاتھ کا محبوب..... خوبصورت شے

محبوب احساس بن کر دل میں رہنے لگ جاتا ہے۔ دل محبوب کا گھر ہے۔ دل آپ کا ہے مگر آپ اس کے اندر خود نہیں رہ سکتے دوسرے کو یہ گھر بغیر کرایہ کے مفت دینا ہو گا۔ اور جب محبوب دل میں رہنے لگ جائے چونکہ دل مرکز جسم ہے اس لئے محبوب کا کنٹرول تمام اعضا پر ہو جاتا ہے۔

دنیا کی رونقیں محبوب کے دم قدم سے ہوتی ہیں۔ انسان ہی نہیں چرندے، پرندے، درندے، خزندے، پہاڑ، انہار، اشجار احجار، ستارے، نظارے، بہاریں، آبشاریں سب اپنے محبوب کا احترام کرتے ہیں۔

اشجار و پہاڑ محبوب کے احترام میں کھڑے ہیں۔ چوپائے کورنش بجالا رہے ہیں۔ حشرات سجدہ ریز ہیں۔ دریا اور لہریں مستی میں جھوم جھوم کے رواں دواں ہیں۔ پرندے، محبوب کی خوشی میں نغمہ سرا ہیں۔

حقیقی محبوب وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ زندہ رہے۔ اس کی خوبصورتی ختم نہ ہو۔ اس کو زوال نہ ہو۔ وہ صفات حسنہ کا مرکب ہے۔ محبوب حقیقی تو حقیقت میں ایک ہی ہے اللہ

باقی سب فضول ہیں ان کی محبت پائیدار نہیں ہوتی ختم ہو جاتی ہے۔ آپ کسی لڑکی کو محبوب بناتے ہیں۔ یہاں تک کہ شادی کر لیتے ہیں چند ماہ کے بعد تڑپ ختم اور جھڑپ شروع۔ کسی فانی چیز سے لگن ہو تو آپ مگن رہیں گے جب تک وہ استعمال میں نہ آ جائے۔ آپ کے پاس آئی اور اہمیت ختم۔

مگر اللہ سے محبت بڑھتی جاتی ہے۔ اس لئے کہ وہ لاانتہا ہے۔ لامحدود ہے۔ جب آپ اللہ کو محبوب بناتے ہیں تو گویا کہ روح کو لاانتہا کے پیچھے لگا دیا۔ اس لئے طلب بڑھتی جاتی ہے۔ انتہا آئے گی تو طلب ختم ہوگی۔۔

پانی کا محبوب سمندر ہے۔ پانی جتنا چاہے دور چلا جائے آخر کار سمندر کے پاس ضرور جاتا ہے۔ قطرے کو ندی سے پیار۔ ندی کو نالے سے، نالے کو نہر سے، نہر کو دریا سے اور دریا کو سمندر سے اور سمندر کو سورج سے، ہر ایک اپنے محبوب کی طرف جانے پہ مجبور، پانی اگر تھوڑا ہو تو نشیبی جگہ کی طرف فوراً جا کر چھپ جائے گا۔ چھپتا کیوں ہے؟ اسے سمندر سے پیار ہے وہاں تک یہ جا نہیں سکتا اس لئے نشیب میں چھپ جاتا ہے کہ خود بخود سورج اپنی کرنوں کو بھیجے گا۔

اور وہ مجھے اٹھا کر لے جائیں گی ۔ میں بادل میں جاؤں گا بارش میں برسوں گا اور جو قافلہ محبوب کی طرف جا رہا ہوگا ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا اور منزل تک پہنچ جاؤں گا۔

یہ بھی سنیئے:

ایک دن میں چند کاغذ اور پنسل لے کر نکل کھڑا ہوا کہ مختلف لوگوں سے پوچھوں محبت کیا ہے؟ جب ستاروں نے تنویر کی چادر لے لی۔ نور کا غلبہ ہو گیا اندھیرا جان بچانے کے لئے کونوں کھدروں میں چھپنے لگا۔ کالی ساحرہ کا سحر ختم ہو گیا۔ جادو ختم ہوتے

ہی دنیا جاگ اٹھی۔ سورج دیوتا نے اپنی کرنوں کو سب کے گھروں میں بھیجا کہ ان کو اٹھاؤ اور کہو کہ ہمارا استقبال کرو۔ جونہی کرنیں پہنچیں تمام لوگ آنکھیں ملتے ہوتے بیدار ہوتے۔ میں عالم تخیل میں دیکھ رہا ہوں اور چل رہا ہوں سورج جب مکمل طور پر براجمان ہوا۔ چند بچیاں، سفید کپڑوں میں ملبوس، ہاتھوں میں پرانی باتوں کے مجموعے کتابیں پکڑی ہیں اور پرانے سکول سے نئی روشنی حاصل کرنے جا رہی ہیں !!!! نظروں کو جھکاتے ہوتے قدموں کو اٹھاتے ہوتے رواں دواں۔ ان کے پیچھے چند لڑکے لڑکیوں کا اچھی طرح جائزہ لے رہے ہیں اور ساتھ ساتھ اپنی فطرت کا اظہار بھی کرتے جا رہے ہیں میں نے ایک لڑکے کو روک لیا۔ اور پوچھا "کین یو ٹیل می وٹ از لو؟" وہ تھوڑا سا رکا۔ میں نے کہا "ڈونٹ وری" اس کی گفتگو سے پتہ چلا کہ محبت ہے لڑکی کا پیچھا کرنا۔ سکول کے گیٹ تک۔ قبل اس کے کہ وہ گیٹ سے باہر آتے موجود ہونا۔ اس کے ساتھ ساتھ گھر تک آنا۔ راستہ میں موقع ملا تو کوئی جملہ یا گیت کا ٹکڑا بول دینا اور موقعہ ملتے ہی کسی چھوٹے لڑکے کے ہاتھ رقعہ بھیجنا اس نے قبول کر لیا تو محبت نہیں تو نفرت۔

میں نے ایک آوارہ سے پوچھا محبت کیا ہے؟ کہنے لگا کسی کافر حسینہ کے گلاب کی پنکھڑیوں سے لعل و سرخ اور شہد سے میٹھے لبوں کو چومنا۔ رخسار پر رخسار رکھنا اس کی گود میں سر رکھ کر سو جانا کہ وہ بالوں میں مرمریں انگلیاں پھیر رہی ہو۔ یہ محبت ہے وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا مگر میں تیزی سے اٹھ کر چلا گیا۔

میں نے ایک ماں سے پوچھا محبت کیا ہے؟
"کہنے لگی بچوں کی بہت بہتر پرورش کرنا"

میں نے ایک بیوی سے پوچھا محبت کیا ہے؟
"کہنے لگی خاوند کو دیوتا بنانا اور خود پجارن بننا"

میں نے استاد سے پوچھا محبت کیا ہے۔؟

" کہنے لگے بچوں کو اعلیٰ اخلاق سے مزین کرنا اور خلوص سے پڑھانا"

میں نے ایک لیڈر سے پوچھا محبت کیا ہے؟

" فرمانے لگے " عوام اور آرام کو اکٹھا کرنا"

میں نے ایک بچے سے پوچھا محبت کیا ہے؟

بولا " چپی"

میں نے ایک مولوی سے پوچھا محبت کیا ہے؟

" باوضو رہنا اور نماز کی پابندی اور شلوار ٹخنوں سے اوپر ہو"

میں نے ایک یتیم سے پوچھا محبت کیا ہے؟

" وہ رو پڑا کہنے لگا مجھے نہیں معلوم"

میں نے ایک طوائف سے پوچھا محبت کیا ہے؟

" قہقہہ لگایا پھر مجھ سے پوچھا یہ کیا شے ہے؟"

میں نے ایک تاجر سے پوچھا محبت کیا ہے؟

اس نے توجہ ہی نہ دی الٹا مجھ سے پوچھتا ہے یہ کاروبار کو کیا ہو گیا ہے۔؟

میں نے ایک باپ سے پوچھا محبت کیا ہے؟

" کہنے لگا بیٹے کبھی سوچا ہی نہیں سارا دن بچوں کے لئے روٹی کماتا ہوں رات کو بے سدھ ہو کر سو جاتا ہوں"

میں نے ایک لڑکی سے پوچھا محبت کیا ہے۔؟

" شرما گئی اور دوڑ گئی"

میں نے آسمان سے پوچھا محبت کیا ہے؟

"کہنے لگا مسلسل رونا"

میں نے سورج سے پوچھا محبت کیا ہے؟

"کہنے لگا زمین کے غم میں جلنا"

میں نے پھول سے پوچھا محبت کیا ہے؟

"مسکرایا اور مرجھا گیا"

میں نے بھنورے سے پوچھا محبت کیا ہے؟

"اس نے میری طرف دیکھا بھی نہیں اور اڑ کر دوسری کلی کے پاس چلا گیا۔"

میں نے کوئل سے پوچھا محبت کیا ہے؟

"بولی غم فراق محبوب میں جلنا اور آہ و زاری کرنا"

میں نے مچھلی سے پوچھا محبت کیا ہے؟

بولی "وصال یار"

کتے سے پوچھا محبت کیا ہے؟

"بولا جس کا کھانا پھر اس کے در سے نہ جانا"

میں نے رات کو جلتی ہوئی شمع سے پوچھا محبت کیا ہے؟

وہ کہنے لگی صبح کو آئیے گا جواب دوں گی اس وقت میں پروانوں کا انتظار کر رہی ہوں۔۔میں صبح صادق کو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شمع پروانوں کے ساتھ لیٹی ہوئی ہے۔ میں نے رات والا سوال دہرایا تو کہنے لگی محبت نام ہے رونے کا اتنا رونا اتنا رونا کہ دل و جگر بھی آنسوؤں میں بہہ جائیں۔"

میں نے پروانے سے پوچھا محبت کیا ہے؟

"جان کا دیدار کرنا خواہ جان چلی جائے"

شام کے وقت میں بیری کے درخت کے قریب پہنچا اس سے پوچھا محبت کیا ہے؟

کہنے لگا کل ۱۲ بجے آنا پھر جواب دوں گا میں دوسرے دن ٹھیک ۱۲ بجے درخت کے قریب پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں چند بچے ہاتھ میں پتھر لئے درخت کو زور زور سے مار رہے ہیں پتھر مارتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ پتھر شجر کو لگتا ہے بدلے میں وہ اپنا ثمر دیتا ہے وہ ثمر جو اس نے خونِ جگر دے کر پالا تھا۔ بچوں نے پھر پتھر مارا۔ درخت نے پھر بیر دیے۔ جب بچے چلے گئے تو درخت نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کچھ دیکھا؟ یہ ہے محبت۔

"خود غم سہنے۔ زخم برداشت کرنے اور دوسروں کو سکھ دینا"

میں پھرتا پھراتا ایک جنگل میں چلا گیا وہاں ایک بزرگ دھونی رما کر بیٹھے تھے۔ میں بھی قریب بیٹھ گیا۔ نروان وگیان کے لئے اپنے دھیان میں تھے آنکھ کھولی تو بولے بیٹا محبت کے متعلق پوچھنا چاہتے ہو؟ پھر خود ہی بولے "انسان لامکانی پرندہ ہے اور دنیا کے پنجرے میں قید ہے۔ اے انسان اگر تو آزاد ہونا چاہتا ہے تو محبت اختیار کر۔ اے انسان تو روشن ہونا چاہتا ہے تو محبت کی آگ میں جل جیسے سورج جلتا ہے تو آزاد ہونا چاہتا ہے تو محبت کی قید میں آ جا۔ خود کو زندہ رکھنا چاہتا ہے تو پروانہ بن کر نارِ محبت میں جل جا۔ عقلمند بنا چاہتا ہے تو محبت میں دیوانہ بن جا۔ راز جاننا چاہتا ہے تو لب، کان آنکھیں بند کر لے۔ محبت دونوں جہان میں، بہترین نعمت ہے۔ سب سے بڑا کرم ہے۔ دنیا کے سفر میں اگر محبت شریک سفر ہو تو ہر ملک میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ صرف دنیا ہی نہیں آخرت میں بھی محبت گراں قدر شے ہے۔ اگر آپ محشر میں محبت کے سوا کچھ اور لے کر گئے تو سب بے فائدہ ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْاِنْسَانُ مَعَ

مَنْ اَحَبَّ" قیامت کے دن انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا" محبت کے درد والم سے خوش ہونا چاہیے کیونکہ اگر تم اس سے ہلاک ہو گئے تو حیات جاوداں پا جاؤ گے۔ محبت نابود، چیزوں میں زندگی پیدا کرتی ہے۔ یہ مشکلات کا حل ہے۔ اس کا مقام عقل سے بلند ہے۔

عورت کا پیار نفس میں ہوتا ہے اس پیار کو شہوت کہتے ہیں۔ بچوں کی محبت جگر میں ہوتی ہے اسے شفقت کہتے ہیں۔ اللہ کا پیار دل میں ہوتا ہے اسے محبت کہتے ہیں آنکھیں دو، کان دو، ہاتھ دو، پاؤں دو، ٹانگیں دو، لیکن دل اور زبان ایک ہیں۔ دو زبانیں ہوتیں دو دل ہوتے لیکن ایسا نہیں۔ اس لئے کہ ایک زبان اشارہ کر رہی ہے صرف ایک کا ذکر کرو۔ اور ایک دل اشارہ کر رہا ہے اس میں صرف ایک ہی کی گنجائش ہے محبت خزانہ ہے اس کو بے جا صرف نہ کرو ورنہ فضول خرچوں میں تمہارا نام شامل ہو جائے گا۔ یہ ماسوا اللہ کے خرچ کرنا بدعت ہے۔

محبت کی چار اقسام ہیں ناجائز۔ جائز۔۔ نفل۔ فرض

نفسانی خواہش کے لئے پیار کرنا۔۔۔۔۔ ناجائز

دنیا سے چاہت رکھنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جائز

اہل و عیال سے الفت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نفل

اللہ اور رسول سے محبت۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فرض

تھوڑا سا توقف کرنے کے بعد مجھ سے پوچھنے لگے بیٹا یہ بتاؤ اس دنیا کے اندر قرار کیوں نہیں؟ میں چپ رہا۔ پھر خود ہی فرمانے لگے کبھی بچھڑے ہوئے کو قرار آتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ تو فرمانے لگے روح اپنے اصل سے بچھڑ کر بدن میں یعنی پردیس میں آ گئی ہے اور بے قرار رہتی ہے۔ جب تک اپنے مقام پر نہ پہنچ لے بے قرار رہے گی

بے قرار رکھے گی۔

بیٹے یہ یاد رکھنا تمام نشوں سے بڑھ کر محبت کا نشہ ہے خود شراب چکھ لے تو نشہ میں آ جائے۔ محبت کا نغمہ سن کر پتھر موم ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بعض پتھر تو اپنا سینہ چاک کر لیتے ہیں اور اس قدر روتے ہیں کہ جوہڑ کے جوہڑ لگ جاتے ہیں لوگ کہتے ہیں چشمہ جاری ہو گیا۔ چشم اور چشمہ یہ دونوں الفاظ کتنے ملتے جلتے ہیں۔ پتھر کے آنسو پیاس بجھاتے ہیں اور محبت کے آنسو جہنم کی آگ بجھاتے ہیں۔

محبت کے متعلق اتنا جامع بیان میں نے آج تک کسی سے نہ سنا تھا وہ بولے اب جاؤ۔ جاتے کیوں نہیں؟ میں نے کہا میں آپ کی پیشانی کو بوسہ دینا چاہتا ہوں انہوں نے اجازت دے دی میں آگے بڑھا تو دیکھ کر حیران رہ گیا یہ میرے پیر و مرشد غوث زمان حضرت پیر سید محمد رضا شاہ گیلانی ہیں میری آنکھ کھل گئی۔

اے بادہ نوشان خمکدۂ محبت!

آیئے میں آپ کی ملاقات دنیا کی 101 مشہور ہستیوں سے کرواتا ہوں۔ آپ ان سے پوچھیے کہ "محبت کیا ہے؟" وہ آپ کو بتائیں گے۔ ان بلند و بالا ہستیوں کو ایک جگہ لانے کے لئے مجھے کتنے جتن کرنے پڑے ہوں گے اور کتنی کتابوں کو اپنی جگہ چھوڑنی پڑی ہو گی اور کتنے لمحات میرے پاس سے گزرے ہوں گے کتنا سکون مجھ سے ناراض ہوا ہو گا۔ یہ شاید آپ اندازہ نہ کر سکیں۔ بہرحال مجھے کچھ بھی محسوس نہ ہو گا اگر آپ نے دھیان سے پڑھا

محمد مختار شاہ

۱۔اللہ کے نزدیک

صرف اور صرف اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا تن من دھن قربان کر دینا محبت ہے۔

۲۔سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک

محبت حق ایک ایسا بادشاہ ہے جو ہر دل میں جلوہ افروز نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسے دل میں متمکن ہوتا ہے جو اس کے شایان شان ہو۔ محبت حق ایسی بساط ہے جس میں کوئی ایسا شخص قدم رکھنے کی جسارت نہیں کر سکتا جس نے اٹھارہ ہزار دنیاؤں کو لات نہ ماری ہو۔

(اسرار الاولیاء۔ ص ۵۴ اردو)

۳۔سید الاولیاء عبدالقادر جیلانیؒ کے نزدیک

محبت اللہ کا عطیہ ہے، تحفہ ہے، عنایت ہے اس میں بندہ کو کچھ اختیار نہیں ہے یہ اسی وقت پائی جاتی ہے جب پردہ غیب سے مشیت ایزدی چاہتی ہے۔

۴۔داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے نزدیک

محبت اصل حیات ہے۔ محبت دل کے لئے بمنزلہ طعام اور پانی کے ہے۔ یہ جوہر ہر ایک کے دل میں ہے۔ کوئی تو بادہ محبت سے سرشار ہے اور کوئی غلبہ سے مخمور ہے۔ محبت سے خالی دل ویرانہ ہے۔ کوشش سے محبت کی جا سکتی ہے نہ ختم ہو سکتی ہے۔ محبت کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔جنس کی جنس کے ساتھ محبت، یہ میلان طبع ہے اور نفس کی تسکین ہے اس میں محبوب کو چھونے اور اسے حسی طور پر قریب کرنے کا جذبہ ہوتا ہے۔

۲۔ غیر جنس سے محبت یہ اپنے محبوب کی کسی صفت سے سکون و قرار حاصل کرنے کا نام ہے یعنی آواز، دیدار وغیرہ

۵۔ جھنگ کے قلندر سلطان باھوؒ کے نزدیک

محبت صراف ہے جو میل کچیل نکال کر انسان کو خالص سونا بنا دیتی ہے۔ محبت چراغ ہے جس سے زندگی کی تاریکی دور ہوتی ہے۔ محبت آگ ہے جو ہڈیوں کو جلاتی ہے۔ محبت شراب ہے جس کا ایک قطرہ آدمی کو مدھوش کر دیتا ہے۔ محبت ایسا پانی ہے جس میں پتھر بھی گھُر جاتے ہیں۔

۶۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے نزدیک

محبت انسان کا ضمیر ہے۔ آنکھیں دیدار محبوب کو ترسیں۔ کان ذکر محبوب کے لئے بے تاب۔ ہاتھ پاؤں غرض کہ تمام اعضاء محبوب کے مشتاق ہوتے ہیں۔

۷۔ بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے نزدیک

محبت ایک آگ ہے جو صرف درویش کے دل میں قرار گزیں ہوتی ہے۔ اس آتش سے بڑھ کر کوئی آتش نہیں ہے۔ اگر درویش عالم سکر میں اک آہ کھینچے تو دوزخ کی آگ بجھا دے۔ کیونکہ اس آگ کے سامنے کوئی آگ سر اٹھانے کے قابل نہیں اگر سر اٹھائے تو تباہ ہو جائے۔

۸۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کے نزدیک

دنیا اور آخرت اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب کا خیال دل سے نکل جائے اور صرف محبوب حقیقی کی محبت باقی رہے فرماتے ہیں ملک عشق میں محبت الٰہی کی حکمرانی ہے۔

۹۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ کے نزدیک

محبت یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت کو فرض سمجھے اور مخالفت کو حرام اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ محبت میں ایک ایسا مقام آتا ہے کہ آدمی کو عبادت کی ضرورت نہیں رہتی

وہ غلط ہیں۔

۱۰۔ حضرت ابو القاسم قشیریؒ کے نزدیک

محبت یہ ہے کہ محبوب کی طلب میں محب اپنی صفات مٹا دے اور محبوب کی ذات کا اثبات کرے یعنی اسے اپنا نام و نشان راحت و سکون بھول جائے بس ہر دم ۔۔۔۔ ہمدم

۱۱۔ شیخ ابو بکر بن مجاہدؒ کے نزدیک

محبت آگ کا پیالہ ہے۔ جب حواس کے اندر قرار پکڑے تو خوب بھڑکتا ہے۔ اور نفوس میں قائم ہو تو فنا کر دیتا ہے۔

۱۲۔ ابن خلکان کے نزدیک

محبت موت کا ایک گھونٹ ہے۔

۱۳۔ حضرت بلھے شاہؒ کے نزدیک

محبت درد ہے اور یہ درد ہر وقت محب کو تڑپاتا ہے اسے نہ مذہب کی خبر ہوتی ہے نہ ذات کی۔ وہ بے خود و بے ہوش ہو جاتا ہے ہر دم۔۔ ہمدم کے خیال میں مگن رہنا محبت ہے فرماتے ہیں

ذات، مذہب ایہہ عشق نہ پچھدا
عشق شرع دا ویری
جس تن لگیا عشق کمال
ناچے بے سر تے بے تال۔

۱۴۔ شاہ حسینؒ کے نزدیک

راہ محبت سوئی کا ناکہ ہے تو دھاگہ بن کر ہی اس راہ سے گزر سکتا ہے۔

اصل عشق معراں دا ایہا
پہلے مار مکاون دیہا
سہل نہیں اوتھے لاون تیہا

----- ----- -----

در میدان محبت جاتی
سہل نہیں اوتھے پاون جھاتی

۱۵۔ حجتہ الاسلام امام غزالیؒ کے نزدیک

یاد رہے محبت ایک گوہر عزیز اور کمیاب ہے۔ محبت کا دعویدار بن بیٹھنا کوئی مذاق نہیں۔ آدمی کو بلا سوچے سمجھے محبت کا گمان خود پہ نہ کر لینا چاہیے کہ میں بھی اہل محبت میں سے ہوں۔ کیونکہ محبت کی سات نشانیاں ہیں۔

۱۔ موت سے نہ ڈرتا ہو۔
۲۔ سب کچھ محبوب پہ نثار کر دے۔
۳۔ ہر وقت محبوب کا ذکر
۴۔ اس سے منسوب کو عزیز سمجھے
۵۔ وصال کا متمنی رہے
۶۔ اس کی یاد اس پہ گراں نہ گزرے
۷۔ اس کے دشمنوں کو بھی عزیز سمجھے

۱۶۔ حضرت معروف کرخیؒ

محبت ایک ایسی چیز ہے جو سیکھنے اور کسی کے بتانے کی نہیں ہے۔

۱۷۔ واصف علی واصفؒ

"محبت دو روحوں کی باہمی پرواز کا نام ہے۔"

۱۸۔مولنا رومؒ

محبت دعویٰ ہے اور تکلیف برداشت کرنا گواہ ہے۔ جو گواہ ہی نہ ہو تو دعویٰ تباہ ہو جاتا ہے۔

پس چہ باشد عشق، دریائے عدم
در شکستہ عقل را آنجا قدم

(عشق کیا ہے؟ فنا کا دریا ہے وہاں عقل کے پاؤں ٹوٹ جاتے ہیں)

۱۹۔میاں محمد بخشؒ (سیف الملوک والے)

محبت دریا ہے جو ازل سے بہہ رہا ہے لاکھوں جہاز اس کے اندر ڈوب چکے ہیں کوئی بھی پار نہیں لگا۔ محبت ایمان کی جان ہے۔ محبت کے بغیر انسان حیوان ہے۔

۲۰۔پیر وارث شاہؒ

محبت کی ابتداء اللہ نے کی اور ساری دنیا کو مول میں دے دیا محبت کی تاپ کو جھیلنا بہت کٹھن ہے محبت گرو ہے اور سارا زمانہ چیلا ہے۔

۲۱۔لغت کے امام راغب اصفہانیؒ

کسی چیز کو اچھا اور مفید سمجھ کر اس کا ارادہ کرنا اسے چاہنا محبت ہے۔ محبت لذت کے لئے بھی ہوتی ہے جیسے میاں بیوی کی۔ محبت نفع اندوزی کے لئے بھی کی جاتی ہے۔ کھانے کی اشیاء سے مال سے۔ محبت فضل و شرف کی وجہ سے بھی کی جاتی ہے یعنی کسی عالم دین یا ولی کامل سے محبت کرنا۔

۲۲۔مولنا بیدم وارثیؒ

عشق مونس، عشق ہی دم ساز ہے

عشق میری زندگی کا راز ہے

۲۳۔امیر خسروؒ

محبت نزول تجلیات کا باعث بنتی ہے اور دیدار حق کے لائق بناتی ہے۔

آتش زنم و بسوزم این مذہب و کیش
عشقت بہ نہم بجائے مذہب درپیش
مقصود توئی مرا نہ جانست و دل
تا کردارم عشق نہاں، در دل خویش

۲۴۔حضرت سید محمد ذوقیؒ

محبت ایک کشش ہے۔ جو کسی کو کسی کی جانب کھینچتی ہے۔ کسی میں حسن و خوبی کی جھلک دیکھنا اور اس کی جانب طبیعت کا مائل ہو جانا۔ دل میں اس کی رغبت، اس کا شوق، اس کی طلب و تمنا، اور اس کے لئے بے چینی کا پیدا ہونا۔ اس کے خیال میں شب و روز رہنا، اسی کی طلب میں تن من دھن سے منہمک ہونا، اس کے فراق سے ایذا پانا اس کے وصال سے سیر نہ ہونا، اس کی رضا میں اپنی رضا، اس کی ہستی میں اپنی ہستی کو گم کر دینا یہ محبت ہے۔

۲۵۔حکیم جالینوس

محبت روح کا فعل ہے۔

۲۶۔ارسطو۔

محبت یہ ہے کہ محبوب کی کوئی برائی نظر نہ آئے

۲۷۔بقراط

کسی کے ملنے کے خیال پر خوش ہونا اور شوق کا حرکت میں آنا محبت ہے۔

۲۸۔ بھگت کبیر

محبت بہت قیمتی شے ہے۔ جان عزت دولت دے کر بھی ملے تو لے لو۔ محبت وہ نہیں ہوتی کبھی ہو جائے کبھی سو جائے۔ محبت وہ ہے جو روم روم میں بس جائے۔ محبت کی نشانی یہ ہے جو پریم رس پی لیتا ہے وہ خوشی خوشی سر دے دیتا ہے۔

دھن دے ، جی راکھیے جی دے رکھیے لاج
جیولاج دھن دیجئے اک پریت کے کاج
پریت کرے ایسی کرے جیسے راسی ڈور
گلا پھنساوے اپنا لاوے۔ نیر جھکور
محبت کا سبق ڈول اور رسی سے سیکھو
ڈول گلے میں پھندہ ڈال کر پانی لاتا ہے

۲۹۔ تلسی داس

تلسی ایسی پریت کر جیسی چندر چکور
چونچ جھکی گردن جھکی چتون واہی اور

محبت کرنی ہے تو ایسی کرو جیسی چاند و چکور میں ہے دانہ پانی کی فکر نہیں کرتا محبوب کے غم میں زندگی ہار دیتا ہے۔

خارش، کھانسی، خوشی، قتل، محبت اور پان کی پیک تم لاکھ دباؤ نہیں دبتے ظاہر ہو کر رہتے ہیں۔ محبت، دوستی اور دشمنی جب کرو کسی لائق سے کرو۔

۳۰۔ افلاطون

محبت ایک ذہنی بیماری ہے۔

محبت ایسی پیاری چیز ہے جو انسان کو مشکل ترین کاموں کے لئے مجبور کرتی ہے اگر یہ نہ ہوتی تو دنیا میں بالعموم قربانی کی راہ مسدود ہو جاتی۔

۳۲-برٹرینڈرسل

محبت ایک ایسا کھیل ہے جس میں یا تو دونوں ٹیمیں بیک وقت فتح حاصل کر لیتی ہیں یا بیک وقت ہار جاتی ہیں۔

۳۳-سر ٹمپل (Sir Temple)

The greatest pleasure of life is love.

۳۴--لانگ فیلو (Long Fellow)

Love gives itself, it is not bought

۳۵-ڈبلیو ایس گلبرٹ (W.S. Gilbert)

It is love that makes the world go round.

۳۶-بیلی فیسٹس (Bally Festos)

The sweetest joy the wildest woe is love.

۳۷-مار گریٹ بلیسنگٹن (Marguerite - Blessington)

Love in France is comedy:

In England tragedy:

In Itely an opera seria:

and in Germany as melodrma.

۳۸-لارڈ ڈیور (Lard - Dewar)

Love is a occean of emotions entirely surrounded by

expenses.

۳۹-میگنس (Magnus)

Love is conflict between reflexes and reflections.

۴۰-ڈگلس جیر الڈ (Dougles - Jerrold)

Love is like the measles all the worse when its comes late in life.

۴۱-مولیئر (Molier)

Love is a fruit of marriage.

۴۲-سویڈن بور (Sweden Bore)

Love in its essence is spiritual fire.

۴۳-بوب (Bob)

اپنی کتاب "میرج" میں کہتا ہے۔

(1) Love may be defined as an intense emotional attachment between people.

(محبت کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے لوگوں کے درمیان زبردست جذباتی رشتہ)

(2) Love is more intense than friendship.

(محبت دوستی سے بڑھ کر کسی شے کا نام ہے۔)

(3) Love is like water.

(محبت پانی کی طرح ہے۔)

۴۴-آگسٹائن

محبت خیر ہے ۔ خیر محبت ہے۔۔ خیر صرف اللہ سے محبت کرنے کا نام ہے وہ فرماتے ہیں اللہ کی محبت سے انسان نقطہ کمال پر پہنچ جاتا ہے۔ اور اس کی تمناؤں کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

۴۵۔ سموئیل کلارک (Samual - Clarke)

محبت خوشی ہے۔ خوشی محبت کرنے سے ملتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ نوع انسان کو سکھ پہنچائیں ہر دکھ برداشت کریں۔ صرف رحم، انصاف، فیاضی اور سخاوت ہی محبت کی اشکال ہیں انہی کو پانے کا نام انسانی محبت ہے۔

۴۶۔ کینتھ واکر

محبت حقیقت میں یہ ہے کہ ہماری ہی طرح کے کسی دوسرے وجود سے ہمارا تعلق قائم ہو جاتے وہ ہمیں جانے ہم اسے جانیں۔

۴۷۔ خلیل جبران

محبت روشنی کا ایک ایسا لفظ ہے جیسے روشنی کے ہاتھ نے روشنی صفحہ پر رقم کیا۔

۴۸۔ ماہر نفسیات سگمنڈ فرائڈ

Love is nothing but sex.Sex merely as the soil out of which love arse.

۴۹۔ Zimbarodg

Love is often nothing but a favorable exchange between two people who get the most of what they can expect considering their value on the personality masket.

۵۰۔ شیکسپیئر (Shakespear)

Love is a familiar, love is a devil, there is no evil angel but love. Love blind and lovers cannot see..... men have died from time to time and worms have eaten but not for love.

۵۱-ایزک فرام

محبت ایک ایسا تخلیقی رشتہ ہے جو صرف انسانوں کے درمیان اور خصوصی طور پر مرد و عورت کے درمیان ہی قائم ہوتا ہے اللہ اور دیوتا کے ساتھ محبت نہیں ہوتی اسے اطاعت کہتے ہیں۔

۵۲-جرمن مفکر

Religion is nothing else but love to God and man

۵۳-شاعر مشرق علامہ اقبال بال جبریل میں فرماتے ہیں

عشق ہے اصل حیات

عشق دم جبریل ہے

عشق اللہ کا رسول ہے

عشق صہبائے خام

عشق ہے فقیہہ حرم

عشق سے نور حیات

عشق خود اک سیل ہے

عشق دل مصطفےٰ ہے

عشق اللہ کا کلام ہے
عشق ہے کاس الکرام
عشق ہے امیر جنود
عشق ۔ نار حیات

ستاروں سے چمک لی، چاند سے داغ لیا
رات سے تاریکی لی، بجلی سے تڑپ لی
حور سے پاکیزگی لی، ربوبیت سے بے نیازی لی
فرشتوں سے عاجزی لی ان سب کو انسان
کے آنسوؤں میں گھولا تو جو مرکب تیار ہوا اس کا نام محبت ہے۔

۵۴-میر تقی میر

محبت ہی اس کارخانے میں ہے
محبت سے سب کچھ زمانے میں ہے

دیوان سوئم کے صفحہ ۵۸ اور دیوان دوئم کے صفحہ ۲۲۸ کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔

محبت سے انتظام جہاں
محبت سے گردش آسماں

ہر جگہ محبت ہی محبت ہے اس کی گرمی سے سورج چمک رہا ہے آرزو بھی محبت ہے۔ مدعی بھی محبت ہے۔ اللہ بھی یہی ہے بندہ بھی یہی ہے۔

۵۵-ایران کے شاعر حافظ شیرازی

محبت بحر بے کنار ہے محبت کی راہ عجیب راہ ہے اس راہ میں وہی سر بلند کرتا ہے جو سر کٹا دیتا ہے۔

۵۶۔ محمد ابراہیم ذوق استاد بہادر شاہ ظفر

محبت ایک بوجھ ہے جسے انسان کے علاوہ کوئی نہیں اٹھا سکتا۔

محبت ایک آگ ہے جو جسم کے اندر لگتی ہے اگر یہ آگ نہ بجھے تو پھر دل و جگر جلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ محبت اک صیاد ہے دل کا ایک مرتبہ شکار کر لے پھر دل آزاد نہیں ہو سکتا۔ محبت مرض ہے جس کا علاج شراب عناب میں نہیں شربت لب میگوں میں ہے۔

۵۷۔ خواجہ میر درد

محبت کی دو اقسام ہیں

(۱) مجازی (۲) حقیقی

مجازی:- وہ ہوتی ہے جس میں ایک انسان دوسرے انسان سے محبت کرتا ہے۔ اس میں احساس جسم موجود رہتا ہے اور جسمانی وصل کی چھپی ہوئی آرزو محبت کے وجود کو سرشار رکھتی ہے اور اس محبت کی نوعیت یہ ہے کہ جب وصل محبوب ہو جاتا ہے تو اس میں وہ شدت اور تڑپ باقی نہیں رہتی یہ محبت عارضی ہوتی ہے۔

حقیقی یہ محبت بے لوث ہوتی ہے اس میں وصل کی تڑپ، اضطرار کی کیفیت و سرشاری وہی ہوتی ہے مگر وصل جسمانی کی آرزو نہیں ہوتی یہ محبت اللہ کے لئے ہوتی ہے۔

۵۸۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب

محبت آتش ہے جو لگنے سے نہیں لگتی لگ جاتے پھر بجھانے سے نہیں بجھتی۔

محبت درد کی دوا بھی ہے۔ درد بے دوا بھی ہے۔

۵۹۔میر سودا

محبت لوہا ہے حسن مقناطیس ہے محبت زہر ہے جس نے چکھا مر گیا۔

۶۰۔میر مصحفیؒ

"حسن و عشق یار ہیں دونوں"

مصحفی زیادہ تر محبت کو ایک لق و دق صحرا قرار دیتے ہیں۔ دل سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں محبت نہ کر محبت کرنا اچھا کام نہیں ہے نیک آدمی بھی رسوا ہو جاتا ہے۔ محبت ایک پر خطر وادی ہے یہاں لوگ مارے جاتے ہیں جب آدمی اس وادی میں چلنے لگتا ہے تو اسے آہ و زاری کا علم ضرور پکڑنا پڑتا ہے۔ اس وادی میں پتھروں نے کوڑے پکڑے ہوتے ہیں۔

۶۱۔داغ دہلوی

فرماتے ہیں۔

سوچیے دل میں تو ہے عشق نہایت دشوار
نہ سمجھے تو یہی کام ہے آسان بہت
دل سے کس طرح بھلا دوں تجھے اے پردہ نشیں
بے خودی میں بھی رہتا ہے تیرا دھیان بہت
۲۔ عشق ! جس کشتی کا ہو تو نا خدا
وہ نہ آئے کس طرح طوفان میں !!!
۳۔ تجھ سے بڑھ کے کوئی عذاب نہیں
اے محبت تیرا جواب نہیں

ہے طبیعت سے آدمی مجبور
دل لگانا کوئی ثواب نہیں

۶۲۔ مولٰنا الطاف حسین حالی

عشق سنتے تھے جسے وہ یہی ہے شاید
خود بخود دل میں اک شخص سمایا جاتا
ہے عشق طبیب دل کے بیماروں کا
یا گھر ہے وہ خود ہزار آزاروں کا
اے عشق کیا تو نے گھرانوں کو تباہ
پیروں کو خراب، جوانوں کو تباہ
دیکھا ہے سدا سلامتی میں تیری
قوموں کو ذلیل اور خاندانوں کو تباہ
اے عشق تو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا
جس گھر سے سر اٹھایا اس کو بٹھا کے چھوڑا
جو زد پہ تیری آیا اس کو گرا کے چھوڑا
راجوں کے راج چھینے شاہوں کے تاج چھینے
گردن کشوں کو اکثر نیچا دکھا کے چھوڑا
فرہاد کوہکن کی لی تو نے جان شیریں
اور قیس عامری کو مجنوں بنا کے چھوڑا
پتھر کے دل تھے جن کے ان کو رلا کے چھوڑا
افسانہ تیرا رنگین روداد تیری دلکش

شعر و سخن کو تو نے جادو بنا کے چھوڑا

۶۳۔ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ

"محبت میں ہے شگفتگی حیات" محبت ایسی چوٹی ہے جہاں پہنچ کر آدمی کے لئے آرام و آلام برابر ہو جاتے ہیں۔

۶۴۔جگن ناتھ آزاد

محبت وہ دریا ہے جس میں عقل کا سفینہ فوراً ڈوب جاتا ہے۔ محبت کی جتنی تعریف اور وضاحت کی جاتی گی اتنا ہی ابہام بڑھے گا۔

۶۵۔علامہ ابن قیمؒ

محبت کی صحیح اور واضح تعریف یہی ہے کہ محبت محبت ہے۔

۶۶۔نئی ابھرتی ہوئی شاعرہ راحیلہ وہاب

محبت قدم قدم پر چہرے بدل کر ملتی ہے محسوس کرنے والا دل اور دیکھنے والی نظر چاہیے۔

ان کی آزاد نظم "محبت کا سفر"

محبت کا سفر آسان نہیں ہوتا
کٹھن ہیں راستے اس کے
اگر تم کبھی غلطی سے اس راہ پر نکلو
تو ذہن میں رکھنا
کہ اس میں واپسی کا کوئی بھی راستہ نہیں ہوتا
جو راستہ مل بھی جاتے۔ تو انسان جا نہیں پاتا
۔ وہ زخمی روح زخمی دل و جگر لے کر کہاں جاتے

محبت کا سفر آسان نہیں ہوتا

۶۷۔ آنند نرائن ملّا

محبت ایسا ساحل ہے جس کی طرف دو اجنبی موجیں خود بخود کھنچی چلی آتی ہیں۔
محبت ایک ایسا استاد ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ خوشی کیا ہے؟ غم کیا ہے؟؟

۶۸۔ حفیظ جالندھری

محبت وہ آگ ہے جو نفرت کے خرمن کو جلا دیتی ہے کائنات میں حرارت پیدا کرتی ہے۔ محبت دوستی کو پختہ کرتی ہے۔ امنگوں کو بیدار کرتی ہے۔ مردہ دلوں کی روح ہے۔

۶۹۔ صوفی غلام مصطفےٰ تبسم

محبت وہ آستانہ ہے جہاں پارساؤں کی جبینیں بھی جھکی ہوتی لرزتی ہیں۔

۷۰۔ جگر مراد آبادی

محبت کیا ہے؟ تاثیر محبت کس کو کہتے ہیں؟ تیرا مجبور کر دینا میرا مجبور ہو جانا۔

حال بھی ماورائے حال بھی ہے
عشق ممکن بھی ہے محال بھی ہے

۷۱۔ کنور مہندر سنگھ بیدی سحر

محبت ایسا سمندر ہے جس کے ساحل پر بھی طغیانی ہوتی ہے۔ محبت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔
محبت ابروئے خمدار بھی ہے یہ اک جلتی ہوتی تلوار بھی ہے۔ محبت، اے محبت کرنے والو! بہت آسان بھی ہے دشوار بھی ہے۔ محبت ایک ایوان تمنا مگر گرتی ہوتی دیوار بھی ہے۔ محبت ایک دریا ایک منجدھار۔ جو آن آئے تو بیڑا پار بھی ہے۔

دل میں آگ، لب پر آہ، چشم ہے کہ گریاں ہے
اصل میں محبت بھی برق و باد باراں ہے

۷۲۔ خواجہ حیدر علی آتش

بازی عشق جز اندوہ و غم و رنج نہیں
کھیل لے ہر کوئی جس کو یہ وہ شطرنج نہیں

محبت ایک زہر ہے جسے پینے کے بعد سکون مرجاتا ہے۔ دنیا کی نعمتیں تلخ ہو جاتی ہیں محبت شراب ہے جسے پی کر جفا وفا لگتی ہے خطا ادا لگتی ہے محبت ایسا شہر ہے جس میں خوشی کا داخلہ ممنوع ہے آ جاتے تو فوراً نکال دی جاتی ہے۔ پھر بھی محبت سے بڑھ کر کوئی شے نہیں

۷۳۔ حسرت موہانی

محبت خوش ذائقہ پھل ہے مگر چکھنے کے لئے تہہ خنجر جانا پڑتا ہے۔ محبت فقیرانہ دریا ہے یہاں شاہ وگدا کی ایک ہی حیثیت ہے۔ محبت یار کے حسن کا نشان ہے۔ محبت بوتل ہے جس میں حسن کی شراب ڈلتی ہے۔

۷۴۔ مشہور شاعر عدم

کہتے ہیں جس کو حسن، ہے ٹھنڈک بہار کی
کہتے ہیں جس کو عشق، قراروں کا نام ہے
تعریف کیا کروں میں محبت کی اے عدم!
لہروں کا کونپلوں کا، ستاروں کا نام ہے
درد لا دوا بھی ہے، حاصل شفا بھی ہے
آپ اگر غور کریں وہم کی دوا بھی ہے

عشق زندگی بھی ہے ، عشق بددعا بھی ہے

جوانی جب سفر کرنے نکلتی ہے تو محبت راستہ دکھاتی ہے۔ محبت اِک بیماری ہے مگر لوگ کہتے ہیں یہ بیماری راحت افزا تکلیف دیتی ہے۔

۷۵- دائم اقبال دائم (پنجابی کے شاعر) ان کے نزدیک

سوہنی کو موجوں میں بہایا عشق نے
سسی کو صحرا میں رلایا عشق نے
مجنوں کو وشت میں پھرایا عشق نے
ابن منصور کو سولی پہ چڑھایا عشق نے
موسیٰؑ کو طور پہ بلایا عشق نے
زلیخا کو تخت سے گرایا عشق نے
یوسفؑ کو تخت پہ بٹھایا عشق نے

۷۶- لکھنو کے شاعر قدرت اللہ قدرت

فرماتے ہیں "محبت کی منزل عام طور پر محبوب سے ملنا قرار دیا جاتا ہے۔ محبوب مل گیا تو محبت کامیاب۔ لیکن محبت کی منزل وصال یار نہیں تلاش یار ہے۔ تلاش، تلاش، تلاش

محبت کی جن آنکھوں میں نمی ہے
جواہر کی اسے پھر کیا کمی ہے

۷۷- ساغر صدیقی

محبت مستقل غم ہے محبت غم کا گہوارہ
جو آنسو رنگ لے آتے وہی دامن کا شہ پارہ

داغ، فراق، زخم وفا، اشک خون فشاں
بروز ازل سے یہی جاگیریں ہیں عشق کی
مول اگر بک جائے ہستی
جنس محبت پھر بھی سستی

۷۸-جدید نسل کا شاعر فرحت عباس شاہ

محبت ذات ہوتی ہے ذات کی تکمیل ہوتی ہے
محبت خوشبوؤں کی لے
محبت موسموں کا دھن
محبت کانچ کی گڑیا
محبت آبلہ ہے کرب کا

۷۹-مشہور ادیب ڈاکٹر یونس بٹ

دو کا۔۔۔۔مل کر ایک ہو جانا محبت ہے۔

۸۰-شاعر شیخ قلندر بخش جرات (نابینا)

عشق آفت ہی سمجھتے تھے لیکن کیا کہیئے
دیکھ اسے ہو گئے بیہوش سے ہوشیاری میں

محبت وہ مرض ہے جسے عیسیٰؑ نے بھی لاعلاج قرار دے دیا ہے یہ ایسا خیال ہے جس کے ہوتے ہوتے دوسرا خیال نہیں آ سکتا۔ اگر آپ کی ملاقات محبت سے ہو جائے تو وہ سب سے پہلے دل و جگر چھینے گی۔

۸۱-نواب مرزا شوق لکھنوی

فریب عشق زہر عشق بہار عشق کے شاعر کے نزدیک۔۔۔۔۔محبت؟

پڑتے ہیں اس میں جان کے لالے
ڈالتا ہے جگر میں یہ چھالے
منہ سے کرنے نہ دی فغاں اس نے
مارے چن چن کے نوجوان اس نے
آتش ہجر سے جلاتی ہے محبت
آگ پانی میں لگاتی ہے محبت
داغ الفت کا ہر اک دل میں ہے
محبت انسان کے آب و گل میں ہے

۸۲۔ گجرات کے شاعر سید افتخار حیدر

۱۔ ہے کٹھن راہ محبت ہر قدم پہ دار ہے

۲۔ محبت پاسبان ہے جو آدمی کو کامیابی کی منزل تک حفاظت سے لے جاتی ہے۔

عشق نہ ہو تو زندگی ایک سراب ہی تو ہے
عشق نہ ہو تو حسن کا خانہ خراب ہی تو ہے

۸۳۔ فسانہ عجائب کے مصنف رجب علی بیگ سرور

۱۔ محبت جوانی کا گھن۔ بانیٔ صد جور و جفا۔۔۔ محبت بے پیر ہے۔۔۔۔ ٹیڑھی کھیر ہے۔۔۔۔ جسے لگ جاتے اسے رسوا کرتی ہے۔۔۔۔۔۔۔ چشم عاشق کو دریا کرتی ہے۔۔۔۔۔۔۔ جسے لگ جائے اسے تباہ کرتی ہے۔۔۔۔۔۔ ہزاروں غموں سے آگاہ کرتی ہے۔

۲۔ محب کی حالت بیان کرتے ہیں

دن کو ذلت و خواری ۔۔۔۔۔ شب کو اختر شماری ۔۔۔۔ بستی اجاڑ معلوم ہوتی

ہے۔۔۔۔۔۔ در بہ در پھرنے سے دن تو کٹ جاتا ہے تنہائی کی رات پہاڑ معلوم ہوتی ہے۔۔۔۔۔ وصل میں گو مزہ ہے۔۔۔۔۔ ہجر کا رنج لیکن جاں گزا ہے۔۔

اس کی گردش سے ہر اک ماہ ہوا ہلال
کس کی طاقت ہے جو تحریر کرے اس کا حال

۸۴۔مشہور شاعر احسان دانش

محبت؟

محبت کائنات میں ہر جا ہے کار فرما۔ زمین میں آسمان میں، گل میں، شبنم میں کہکشاں میں، کلیوں کے پسینے میں محبت کی بو ہے۔ ستاروں میں، محبت چمک رہی ہے، بہار میں محبت ہی پھول کھلاتی ہے، زندگی میں نور محبت کی وجہ سے ہے محبت کو اضطراب میں سکون ملتا ہے۔ محبت ہی روکتی ہے گولیاں بڑھ بڑھ کے سینوں پہ محبت کھیلتی ہے سورماؤں کی جوانی سے

محبت کو کوئی طاقت مسخر کر نہیں سکتی
محبت غیر فانی ہے محبت مر نہیں سکتی

۸۵۔ساحر لدھیانوی

سوچتا ہوں کہ محبت ہے جنون رسوا
چند بے کار سے بے ہودہ خیالوں کا ہجوم
ایک آزاد کو پابند بنانے کی ہوس
ایک بیگانے کو اپنانے کی سعی موہوم
سوچتا ہوں کہ محبت ہے سرور و مستی
اس کی تنویر سے روشن ہے فضائے ہستی

۸۶۔شاعر و ادیب نواب جوش ملیح آبادی

جوانی میں صرف SEX کو ہی محبت تصور کرتے تھے اپنی کتاب " یادوں کی بارات "میں فرماتے ہیں

عشق فطرت کا ایک بہت بڑا فریب ہے جو اس لئے دیا جاتا ہے کہ انسان افزائش نسل کے توسط سے موت کے مقابلے میں حیات پیدا کرے۔ اپنے وجود میں کمی اور آبادی کے تن و توش میں اضافہ کرے۔ اپنا جوہر گھٹاتے اور دنیا کی رونق بڑھاتے ۔۔فرماتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ اگر میں ماہ جبینوں دلنشینوں دلربا حسینوں سے عشق نہ کرتا تو آدمی نہ بنتا

ہوتے جوان تو مرنے لگے حسینوں پہ

ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

۸۷۔لکھنو کی آزاد تہذیب کے شاعر جعفر علی حسرت

ان کی غزل کا ترجمہ ملاحظہ ہو اور اندازہ خود کر لیجئے کہ ان کے نزدیک محبت کیا ہے؟

ایک دن اپنے محبوب سے کہا اگر کبھی موقعہ ملا تو تیرے رس بھرے لبوں کو خوب چوسوں گا۔ تو محبوب نے غصیلے لہجے میں دانتوں کے نیچے لبوں کو دبایا اور پوچھا کہ ایسے؟

پھر کہا اے محبوب ! کسی رات میری چھاتی سے لگ کے سو جا۔۔۔ اس نے آنکھ جھپکی اور سرہانے ہاتھ رکھ کے کہا کہ ایسے؟

میں نے محبوب سے پوچھا پھول کس طرح کھلتے ہیں؟ چہرے سے نقاب ہٹایا کھل کھلا کر ہنسا اور کہا ایسے ؟

میں نے پوچھا تم مردوں کو زندہ کس طرح کرتی ہو؟ میرے گلے میں بانہیں ڈالیں زبردست KISS لی اور کہا ایسے۔

حسرت کے نزدیک محبت جنسی محبت ہے۔ اس کی محبت خراب ہے بے حجاب ہے

لبوں سے ملے لب دھن سے دھن
دلوں سے ملے دل بدن سے بدن

۸۸۔بنگال کا عظیم ذہن رابندر ناتھ ٹیگور

"ہر ایک سے بھلائی کرنا محبت ہے" اپنے افسانہ "تکمیل" میں فرماتے ہیں "اگر محبت روز مرہ کی زندگی میں جڑ نہ پکڑ سکے تو اس کا لطف نہ مکمل ہوتا ہے نہ پائیدار محبت اگر زندگی کی ٹھوس حقیقتوں سے بے تعلق ہو جائے تو وہ شاخ سے ٹوٹے ہوئے ایک پھول کی مانند ہے جو اپنے آپ میں مگن ہے۔ اس کے اندر جو تھوڑا سا رس ہے وہ اسے زیادہ دن تک تازہ نہیں رکھ سکتا"

۸۹۔نئی نسل کی محبوب شاعرہ پروین شاکر

"اپنے سارے سکھ کسی کو دینے اور اس کے تمام دکھ لینے کی خواہش کا نام محبت ہے۔

آپ کی "خوشبو" سے پتہ چلتا ہے کہ محبت مجازی کا غلبہ ہے فرماتی ہیں

ان انگلیوں کا لمس تھا ور میری زلف
گیسو بکھر رہے تھے تو قسمت سنور گئی
مجھ پہ چھا جائے وہ برسات کی خوشبو کی طرح
انگ انگ اپنا اسی رت میں مہکتا دیکھوں
پھول کی طرح میرے جسم کا ہر لب کھل جائے
پنکھڑی پنکھڑی ان ہونٹوں کا سایہ دیکھوں

یہ محبت کو ایک اندھے لڑکے سے تشبیہ دیتی ہیں۔

۹۰۔ مشہور شاعر کالم نگار اور ادیب کشور ناہید

۱۔ محبت ایک مہمان ہے جو بن بلائے مکان محبت یعنی دل میں آ جاتا ہے۔

۲۔ محبت شبنم کے قطرے ہیں۔

کچھ اندازہ ان کی آزاد نظم سے لگالیں

میں ہوا کی طرح آزاد ہوتی

تو کتنی بار تمہیں چھوا ہوتا

تم روشنی کی طرح ناقابل گرفت نہ ہوتے

تو میں تم میں نہانے کے علاوہ

تمہارے پیکر میں جذب تو ہو سکتی

۹۱۔ شاعر رومان اختر شیرانی

۱۔ محبت بارود ہے اور یہ بارود حسن کے ایک اشارے سے بھڑک اٹھتا ہے۔۔ وہ آگ اٹھتی ہے کہ دل و دماغ جگر و جوانی ہر اک کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔

۲۔ دن کو آہیں۔ رات کو آنسو
عشق ہے کھیل آگ پانی کا
دھوم ہے اپنے عشق کی گھر گھر
حق ادا ہو گیا جوانی کا

۹۲۔ پروفیسر ریاض احمد گورنمنٹ زمیندار سائنس کالج گجرات

"محبت وہ تعلق اور دوستی ہے جو اس ارض پر آنے سے پہلے ایک روح کا دوسری روح کے ساتھ تھا یہ آسمانی جذبہ ہے جس کا اظہار اور تکمیل زمین پر ہوتی ہے۔

۹۳۔ماہر نفسیات محمد طفیل صاحب

انسان کی اندرونی ضروریات تقاضہ کرتی ہیں کہ دوسروں سے اچھے تعلقات قائم کرے اور یہ تعلق محبت کہلاتا ہے۔

۹۴۔پروفیسر علامہ سید محمد زاھد صدیقی صاحب

"محبت خام دھاگہ ہے اور نفرت اس دھاگے کو توڑ دیتی ہے اگرچہ یہ دھاگا جڑ جاتا ہے مگر نشان ضرور رہتا ہے۔"

۹۵۔سید ریاض حسین شاہ ناظم اعلیٰ ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی

محبت ایک کیفیت ہے جسے الفاظ بیان نہیں کر سکتے اس کا علم صرف ذوق اور وجدان سے ہوتا ہے۔آپ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا نام محبت ہے اور یہ ہی محبت ہے۔

۹۶۔پیر سید عباس علی شاہ آستانہ عالیہ چورہ شریف

"محبت راحت کا منبع ہے۔دنیا دار بھی محبت کرتے ہیں راحت حاصل کرنے کے لئے"

پھول سے محبت کرتے ہیں خوشبو کے لئے اور خوشبو سے راحت ملتی ہے۔چاند سے محبت کرتے ہیں اس کی روشنی کی وجہ سے اور روشنی راحت رساں ہے۔لڑکی سے محبت کرتے ہیں شادی کے لئے اور یہ بھی راحت کا اک ذریعہ ہے۔بچہ ماں سے پیار کرتا ہے غذا کے لئے اور غذا سے راحت ملتی ہے دولت سے لوگ پیار کرتے ہیں وجہ یہ ہے کہ دولت سے وہ راحت کے سامان خریدتے ہیں"

۹۷۔امام انقلاب ڈاکٹر علامہ طاہر القادری صاحب

"محبت دراصل وہ قلبی کیفیت ہے جس میں دل کسی کی چاہت میں اس کے قرب

کے لئے جوش مارے اور اس جوش سے محب کا دل اس قدر لبریز ہو جائے کہ غیر کا خیال تک بھی دل کے مٹکے میں نہ جھانک سکے۔ اس انسان کی سیرت و کردار کا درخت اس چاہت کا آئینہ دار ہو۔ اس بندے کی حرکات و سکنات اور گفتار و کردار میں محبوب کے ساتھ اتنی وابستگی و ہم آہنگی ہو کہ ہر وقت اس کی چاہت کی مہک آئے محبوب کی چاہت کی یہ مہک جب زندگی کا لازمہ بن جائے تو اسے محبت کہیں گے۔"

۹۸- الحافظ سید محمد نثار گیلانی

ہر ایک کا کوئی نہ کوئی مذہب ہے۔
محبت روح کا مذہب ہے
اور نظروں کا ایمان ہے
کائنات کی جان ہے۔

عشق کا روگ بھی کیا روگ ہے نثار
زندوں میں شامل ہیں، نہ مُردوں میں شمار

۹۹- خواجہ شمس الدین عظیمی

محبت ایک ایسا رشتہ ہے جو ذات، نسل اور مذہب سے بالا تر ہے محبت اللہ کا وہ فارمولا ہے جس پر کائنات کی تخلیق اور بقا ہے۔

۱۰۰- ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری مدظلہ العالی

حسن و جمال کی قدر شناسی کو محبت کہتے ہیں چشم نیم باز، کسی سرو قامت کا خرام ناز، کسی کا لحن داؤدی، کسی کا سحر بیان، کسی کی شجاعت، کسی کی پاکیزہ و بے داغ سیرت، کسی کا عمدہ اخلاق یہ تمام آفتاب حسن و جمال کی کرنیں ہیں۔ حسن کسی رنگ میں ہو دل کش

و دلربا ہوتا ہے اور اپنے قدر دانوں کے دل میں وصال کی تڑپ پیدا کرتا ہے۔۔۔۔۔۔
بازار ہستی میں جبکہ قدم قدم پہ حسن و جمال کی دو کانیں بھی ہوتی ہیں۔ ایسے میں بندہ محبت کس سے کرے؟ میرے نزدیک صرف ایک ہی ہستی ہے۔ جو محبت کے لائق ہے وہ سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات"

۱۰۱۔ میرے نزدیک

مجھ سے ایک سٹوڈنٹ نے پوچھا مختار شاہ صاحب آپ کے نزدیک محبت کیا ہے؟
میں نے کہا
"محبت کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور پہلا محب بھی وہی ہے اس نے اپنے حبیب سے پیار کیا۔ یہ آسمان سے آتی ہے۔ بڑی خوبیاں تھیں۔ بڑی صاف تھی لیکن پانی کے قطرے کی طرح جب وہ اوپر ہوتا ہے تو بالکل صاف ہوتا ہے جونہی اس کی روانگی شروع ہوتی ہے وہ آلودہ ہونا شروع ہو جاتا ہے اور جب وہ دوبارہ ندی تک پہنچتا ہے تو بہت کچھ اس قطرے میں مل چکا ہوتا ہے اس کا رنگ ذائقہ بو تک بدل گئی ہوتی ہے۔ اس طرح محبت جب آسمان سے آئی تو بالکل صاف تھی بندوں کے ہاتھوں پھرتی پھرتی آلودہ ہو چکی ہے اس میں مفاد اور جنسیت کو شامل کر دیا ہے۔ ہر دور میں محبت کے اندر جنسیت کا عنصر غالب رہا۔ کئی قومیں ایسی آئیں کہ محبت اور SEX کو مترادف بنا دیا۔
اب پھر محبت اور جنسی تعلقات ہم معنی ہوتے جا رہے ہیں محبت کو خوردبین سے دیکھیں تو آپ کو اس کے اندر دو بڑے بڑے عنصر نظر آئیں گے

(۱) خلوص (۲) قربانی

اگر محبت کو خلوص اور قربانی کا مجموعہ قرار دے دوں تو بیجا نہ ہو گا۔ قربانی اور خلوص کو جوں جوں کم کرتے جائیں گے یہ سکہ کھوٹا ہوتا جائے گا۔ اور کھوٹا سکہ نہیں چلتا

دھوکا دے لیں تو الگ بات ہے۔

محبت ؟؟؟؟؟ ؟؟؟؟؟؟؟ ؟؟؟؟؟؟؟ ؟؟؟؟؟؟؟

"ہر ایک کا بھلا سوچنا مگر کسی قسم کا عوض مد نظر نہ ہو"

ایک بہت بڑا سوال

کوئی کہتا ہے محبت دکھ ہے کوئی کہتا ہے محبت سکھ ہے۔ کسی نے کہا محبت زندگی ہے۔ کسی نے کہا محبت موت ہے۔ کسی نے کہا زہر ہے۔ کوئی بولا محبت آب حیات ہے۔ یہ تضاد کیوں ہے۔؟ محبت اگر دکھ ہے تو سکھ نہیں ہو سکتی۔ زندگی ہے تو موت نہیں ہو سکتی۔ زہر ہے تو آب حیات نہیں ہو سکتی۔ ایک ہی جگہ ایک ہی شے میں ضدین جمع ہو گئیں !!!

جواب

حقیقت یہ ہے کہ جیسا معاشرہ ہو گا ویسا ہی محبت کا تصور ہو گا۔

اگر معاشرہ مذہبی ہے عورت و مرد کا آزادانہ میل ملاپ نہیں .تو محبت کا تصور یہ ہو گا یہ درد جگر ہے یہ آگ ہے یہ زہر ہے یہ بارود ہے یہ چین لوٹتی ہے یہ نیند اڑاتی ہے یہ زندگی کو گھن کی طرح کھاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اگر معاشرہ آزاد ہے جیسے یورپ کے اندر تو پھر محبت کا تصور بدل جائے گا۔ پھر محبت آب حیات ہے زندگی ہے عیش ہی عیش ہے۔ روزانہ عید۔ ذرا دل پریشان ہوا تو فوراً نمبر ڈائل کیا اور گفتگو شروع چار پانچ گھنٹے میں تو صرف سٹارٹ ہوتی ہے فون کٹ جاتا ہے گفتگو نہیں کٹتی۔

مختصر یوں کہوں محبوب ملتا رہے تو محبت سکھ ہی سکھ چین ہی چین ملنا محال ہوا تو دکھ ہی دکھ

حُسن

Beauty is the gift of God. — حسن عنایت خداوندی ہے۔

Beauty is God. — خوبصورتی خدا ہے۔

کسی لڑکی کو سندر کہہ دینا اس کی پوجا ہوتی ہے۔ کیونکہ سندر تا خوبصورتی اللہ کا روپ ہے اگر بیچ میں ہوس نہ ہو تو عشق اور حسن مل کر خدا بن جاتے ہیں۔ جب آپ کسی حسین سے پیار کرتے ہیں تو پھر اس کے اشاروں پہ چلتے ہیں۔ اس کی ہر بات مانتے ہیں دن رات مانتے ہیں۔ یہ عشق ہی ہے جو حسینوں کو دیوتا بنا دیتا ہے۔ اگر چاہنے والے ہی نہ ہوں تو حسن کا کیا فائدہ۔ "ان اللہ جمیل" اللہ حسین ہے۔ تبھی تو اس نے بندے پیدا کیے کہ چاہنے والے تو ہوں۔؎

تجھے کون جانتا تھا حسینوں میں
ہم نے دل دے کے تمہیں دلربا بنایا

عشق کی حسن کے ساتھ بڑی گہری دوستی ہے۔ پہلی دفعہ جب عشق اور حسن کی ملاقات ہوئی تو عشق حسن سے بہت متاثر ہوا۔ کہنے لگا اب قیامت تک ہم تمہارے غلام۔ حسن عشق سے بے اعتنائی برتتا ہے مگر عشق کو حسن سے منہ موڑتے ہوئے آج تک نہیں دیکھا جدھر حسن نظر آیا سر جھکا دیا۔

ہمارے ہاں جب حسن کا لفظ بولا جاتا ہے تو فوراً ذہن حسن زن کی طرف مڑتا ہے کسی نے کہا:

"Beauty is power; A smile is its sword"

"خوبصورتی ایک طاقت ہے اور مسکراہٹ تلوار"

ایک دانشور کا قول ہے Beauty is the first present nature gives to women and first it takes away. حسن فطرت کی طرف سے عورتوں کے لئے پہلا تحفہ ہے اور پہلا ہی اسے لے جاتا ہے۔

یہ لڑکیوں کا حسن توفانی ہے جیسے سحر نے کہا

حسن کو مطلق نہیں ثبات
عشق پی کے آیا ہے آب حیات
حسن اک دھوکہ سی واعظ مگر
جی میں آتا ہے یہ دھوکہ کھائیے

پروین شاکر کچھ یوں کہتی ہیں:

حسن کے سمجھنے کو عمر چاہیے جاناں
دو گھڑی کی چاہت میں لڑکیاں نہیں کھلتیں

اور اختر شیرانی نے کہا:

ستم ہے کہ اپنے دل نہیں جاودانی
حسینوں کا حسن اور ہماری جوانی
عطا کر مجھے وہ مقام محبت
کرے حسن خود عشق کی پاسبانی
بتاؤں ہے کیا آنسوؤں کی حقیقت
جو سمجھو تو سب کچھ نہ سمجھو تو پانی

Ruskin نے کمال کر دیا وہ کہتا ہے:

Remember that the most beautiful things in th world are

۱۰ the most useless peacocks and lilies, for instance

یعنی اس کے نزدیک شکل و صورت کا خوبصورت ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا وہ جتنی خوبصورت چیز ہوگی اتنی فضول ہوگی۔ وہ مثال دیتا ہے مور اور کنول کے پھول کی۔

حسن کو لوگ دولت کہتے ہیں۔ اور لڑکیوں کو چاہیے اس دولت کو پردے میں رکھا کریں۔ ورنہ لٹیرے لوٹ کر لے جائیں گے۔ اور دولت کی زیادہ نمائش نہیں کرنی چاہیے۔

جن لوگوں کی حسین بیویاں ہیں وہ خاوند کم اور باڈی گارڈ زیادہ ہوتے ہیں۔

اے حسن کے مائل یہ نصیحت میری سن لے
سیرت پر نظر چاہیے صورت سے زیادہ

کیونکہ Keats کہتا ہے غم حسن کے ساتھ ہے اور حسن فانی ہے۔

حسن کیا ہے؟؟

Beauty is Truth

"حسن سچائی کا نام ہے"

FIVE GATES OF LOVE

پیار کے حواس خمسہ

محبت کے پانچ گیٹ یعنی پانچ دروازے ہیں۔ جن سے محبت داخل ہوتی ہے۔

آنکھ۔ کان۔ منہ۔ ناک۔ ہاتھ

ا۔ آنکھ

A blue eye is a true eye: mysterious is a dark one.

White flashes like a spark sun.

A black is the best one

تپش سورج کی ہوتی ہے جلنا زمین کو پڑتا ہے
قصور آنکھوں کا ہوتا ہے تڑپنا دل کو پڑتا ہے

یہ دل کی کھڑکی ہے۔ دل کے اندر اکثر احساسات اسی کے ذریعے جاتے ہیں ۹۰ فیصد پیار نظروں ہی کے ذریعے ہوتا ہے۔ آنکھ اور دل کے درمیان کا فاصلہ دو بالشت ہے۔

نظروں سے محبت میں بڑا کام لیا ہے
کبھی پیام دیا ہے کبھی پیام لیا ہے

محبت کی روشنی آنکھوں میں ہوتی ہے ہمارے ہاں موٹی آنکھیں چشم غزالہ پسند کی جاتی ہیں۔ چہرے کی خوبصورتی میں آدھا حصہ آنکھوں کا ہوتا ہے۔۔ آپ جب کسی حسین شے کو پیار کرتے ہیں تو پہلے آپ کی آنکھ ہی دیکھتی ہے اور دل کو پیام پہنچاتی ہے۔ کیا کا۔ ے---کنپٹیاں ہے----آنکھیں غزالہ---گردن صراحی۔ چہرہ چاند

سا۔ بدن تیاہی۔ ملکوتی جسم پکے ہوتے پھل کی طرح ۔۔ بال ریشمی۔ اس قدر خفیف ہیں کہ ہوا کے ہلکے سے جھونکے میں لہرانے لگتے ہیں۔ اس کے تنگ دہن پر معصومیت کے کیا کہنے۔ اس کے دودھیا ہاتھ مرمریں باہیں۔ اس کے گلاب کی پتی کے سے نازک اور نفیس لب۔ رخسار، سیب کے شگوفے اور طلائے احمر کی دھکتی ہوتی سرخ پیشانی ولو کیا محبوبہ ہے۔ یہ ساری باتیں آنکھ ہی دل تک پہنچاتی ہے اور دل تمام اعضا کو آرڈر دیتا ہے اس حسن کی دیوی سے پیار کرو۔

ہمارے ملک میں غزالہ آنکھیں یعنی جن کی سفیدی سفید تر ہو اور سیاہی سیاہ ترین ہو اور موٹی ہوں بڑی پسند کی جاتی ہیں۔ کالی ہے اس کی اکھ۔ مرتے ہیں اس پر لکھ۔ ہمارے ہاں گیتوں میں بھی اس آنکھ کا تذکرہ آپ کو ملے گا۔

آنکھیں غزل ہیں آپ کی اور ہونٹ ہیں گلاب
سارے جہاں میں آپ کا کوئی نہیں جواب

ایک اور شعر ملاحظہ ہو

اے مصور کھینچنا تصویر میرے یار کی
آنکھ موٹی ، کمر پتلی، لب پہ لالی پیار کی

جب آپ چہرے کی طرف دیکھتے ہیں تو سب سے پہلے آنکھوں پر ہی نظر ٹھہرتی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جھیل اچھی، کنول اچھا، کہ جام اچھا ہے
تیری آنکھوں کے لیے کون سا نام اچھا ہے

پنجابی لوگ بھی ماہیے میں یوں ذکر کرتے ہیں

باگے وچ پھل کوئی نا

سوھنیاں وچوں توں سوہنی تیری اکھیاں دا ال کوتی تا
لڑ چھوٹا گانی دا
اکھیاں ماہیہ چادے ہر صدقہ جانی دا
"اپنی جان کا صدقہ سمجھ کر آنکھیں مجھے دے دو"
لڑ چھوٹا گانی دا
اکھیاں کیوں دیواں سارا ضہب جوانی دا
"آنکھیں تجھے کیوں دوں یہی تو جوانی اور خوبصورتی کا سرمایہ ہیں"

آپ نے غور فرمایا آنکھوں کو حسن میں ایک مقام حاصل ہے ان کے بغیر حسن نامکمل رہ جاتا ہے۔

جب دل کے اندر پیار پیدا ہو جاتا ہے تو دل محبوب کے سامنے آنکھوں اور لبوں کے ذریعے اظہار کرتا ہے اشک بہا کے یا لب ہلا کے۔

چشم تر نے میری الفت کا بھرم کھول دیا
میرے آنسو میرے ہمراز نہ ہونے پاتے
دل کے شیشے پہ نہ لکھو راز کی بات
آنکھ کی کھڑکی کھلی ہے عکس باہر آتے گا
آنکھوں سے اشک بہتے ہیں اور لب پہ آہ ہے
عاشق کی تیرے رات سے حالت تباہ ہے
اشکوں کے دیپ پلکوں پہ رکھ کے تمام رات
ڈھونڈا ہے ہم نے آپ کو جانے کہاں کہاں
اور محبوب کی آنکھوں کا یوں تذکرہ کیا جاتا ہے

اک نظر سے تو نے میری بے خودی بھی لوٹ لی
زندگی بھی اور شان زندگی بھی لوٹ لی

اک نظر مڑ کے دیکھنے والے
کیا یہ، خیرات پھر نہیں ہو گی

ضرورت کیا ہے انہیں تیغ و تبر کی
ادا کافی ہے اک ترچھی نظر کی

یا الٰہی اس نگاہ ناز پہ لائسنس کیوں نہیں
یہ بھی تو قتل کرتی ہے پستول کی طرح

لبوں پہ تبسم آنکھوں میں بجلی یہ قیامت کدھر سے چلی آ رہی ہے
خدا کے لئے اپنی نظروں کو روکو میرے دل کی دنیا لٹی جا رہی ہے

ہماری شاعری کے اندر آنکھوں کو میخانے سے بھی تشبیہ دی جاتی ہے ایک رباعی ملاحظہ ہو

وہ بھی کیا دن تھے جب عشق کیا کرتے تھے
ہم جسے چاہتے تھے چوم لیا کرتے تھے
ان کے ہونٹوں سے مے ناب ملا کرتی تھی
ان کی حسین آنکھوں سے جام پیا کرتے تھے

میں یہ ساری گفتگو اور اشعار اس لئے سنا رہا ہوں کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آنکھ کا حسن میں اور محبت میں بڑا دخل ہے۔۔ یہ آنکھ پیام دل کے اندر لے جاتی ہے آنکھ کس قدر ہے اہم اس کا اندازہ اس بات سے لگا لو۔ کہ کائنات کے مالک اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں (باہر چلتے ہوتے)

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

مردوں سے کہو نظریں نیچی رکھیں۔

آدمی کی خواہش نفسانی بڑھتی ہی اس وقت ہے جب وہ عورتوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھتا ہے۔ آدمی کو اور عورت کو چلتے ہوتے نظریں پست رکھنی چاہیں۔ آدمی کی گھر میں کوئی چیز گم ہو جائے تو چیز تلاش کرتے ہوتے آدمی کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ ادھر اُدھر دیکھتا ہے۔

تم راہ چلتے ہوتے اِدھر اُدھر کیوں دیکھتے ہو؟ کسے تلاش کر رہے ہو؟ کیا گم ہو گیا ہے۔

۲۔ کان

محبت کا دوسرا بڑا گیٹ کان ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے اندھے لوگ محبت کس طرح کرتے ہیں؟ جو لوگ اندھے ہوتے ہیں وہ آواز سن کر محبت کرتے ہیں وہ آواز ہی سے خوبصورتی اور عمر کا اندازہ لگاتے ہیں۔

عربی کا مشہور شاعر متنبی کہتا ہے فالسَّمْعُ مِنْ اَعْضَائِہٖ کان بھی محبت کے اعضاء میں سے ایک عضو ہے۔ بعض بینا لوگ بھی کان ہی کے ذریعے سے پیار کرتے ہیں یعنی وہ کسی کو محبوب بناتے ہیں تو انہوں نے اس آواز کو سنا ہوتا ہے اور آواز کا تعلق کان سے۔ لتا سے جو پیار کرے گا وہ پیار اس لیے کرے گا کہ کان مجبور کر رہے ہیں۔ شکل تو آپ نے دیکھی ہی ہے۔ لیکن ایک بات ماننا پڑے گی وہ محبت جو آنکھ اور پیٹ کے ذریعے دل میں گئی ہو وہ بڑی مضبوط ہوتی ہے۔ ان اعضاء کے ذریعے سے دل میں

پہنچی ہوئی محبت کا تمام اعضاء پر زبردست کنٹرول ہوتا ہے۔

۳۔ منہ

"اِدھر گفٹ اُدھر لفٹ" مادی دور کے اندر پیٹ کے ذریعے داخل ہونے والی محبت پائیدار ہوتی ہے۔ اگر آپ لوگوں کے دلوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو وہ اشیاء دو جو زندگی کو برقرار رکھتی ہیں۔ حیات کو برقرار رکھتی ہیں۔ آج کل کا دور بھوک افلاس کا دور ہے لوگ پیٹ کی خاطر اللہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مذہب چھوڑ دیتے ہیں ایمان بدل لیتے ہیں ایمان دل میں ہوتا ہے اور روٹی پیٹ میں دل چھوٹا ہے اور پیٹ بڑا اس لئے پیٹ بھرنے کے لئے لوگ ایمان بیچ دیتے ہیں۔

پیٹ کو بھرنے کے لئے منہ ہی راستہ ہے۔ پیٹ کا بھرنا کس قدر اثر انداز ہوتا ہے آپ اس بات سے اندازہ لگالیں کہ اسلام کے اندر بہترین نیکی تطعم الطعام بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے۔۔۔۔ بعض لوگ محبت کرتے ہی اس لئے ہیں کہ "وہ" پکاتی خوب ہے۔ آج کل امیروں کو "تاڑا" جاتا ہے۔ لڑکیاں بھی دیکھتی ہیں پیسے والا ہو۔ محبت پیٹ تو نہیں بھرتی۔۔ بہرحال آج کل ڈبل رول چل رہا ہے۔ بیوی کسی کی محبوبہ کسی کی۔ پیسہ بھی ملتا رہے اور پیار بھی ملتا رہے۔ پیسے والے کے پاس پیار کم ہوتا ہے اور پیار والے کے پاس پیسہ کم ہوتا ہے۔ سونے کی اور اشیاء تعیش کی اتنی چمک ہے کہ جب آنکھوں پہ پڑتی ہے تو نہ عمر کا فرق نظر آتا ہے۔ نہ کوئی برائی نظر آتی ہے۔ اس چمک میں یہ لکھا نظر آتا ہے "سب ٹھیک ہے"

۴۔ ہاتھ

بعض لوگ بہرے بھی ہوتے ہیں اندھے بھی۔ وہ محبت کس طرح کرتے ہیں؟ ان کے دل میں محبت کس طرح داخل ہوتی ہے؟ جو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں وہ لمس

یعنی ہاتھ سے چھو کر خوبصورتی کو محسوس کرتے ہیں۔
ہیلن کیلر (Helen Keller) اپنے مضمون "تھری ڈیز ٹو سی" میں لکھتی ہے یہ امریکن ہے اور امریکہ کی مشہور مصنفہ ہے بچپن میں بیمار ہوئی اندھی و بہری ہو گئی۔ لکھتی ہے
:

I who cannot see find hundreds of things to intrest me through mere touch. I feel the delieate symmetry of leaf. I pass my hands lovingly about the smooth skin of a silver birem,,....... I feel the delightful, velevty texture of a flower, and discover its remarkable convolution ..... . I place my hand gently on a small tree and feel the happy quiver of a bird in full song..... . If I can get so much pleasure from touch, how much more beauty must be revealed by sight

آپ نے پڑھا؟ وہ چھو کر پھولوں کی خوبصورتی کو محسوس کرتی ہے۔ درخت پر پرندہ بولتا ہے تو وہ درخت پر ہاتھ رکھ کر پرندے کی خوبصورت آواز کا اندازہ لگا لیتی ہے۔ اور آخر میں لکھتی ہے جب میں صرف ہاتھ سے چھو کر اتنی خوبصورتی محسوس کر سکتی ہوں تو آنکھوں کا عالم کیا ہو گا؟

(۵)۔ ناک

بعض اشیاء اپنی خوشبو کی وجہ سے پسند کی جاتی ہیں اور خوشبو صرف ناک ہی کے ذریعے اندر جاتی ہے۔

ویسے تو کائنات میں کئی جوڑے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (ہم نے ہر شے کا جوڑا پیدا کیا ہے) آپ ان کے تعلق کو عاشق و معشوق کا تعلق قرار دے سکتے ہیں۔ لیکن میں نے دس مشہور Lovers تلاش کئے ہیں جن کے پریم کی مثالیں دیتے ہیں۔ شاعر اشعار میں تذکرہ کرتے ہیں۔ افسانہ نگار ان پر افسانے لکھتے ہیں۔

۱۔ بلبل و گل

۲۔ شمع و پروانہ

۳۔ چاند و چکور

۴۔ لوہا و مقناطیس

۵۔ مچھلی و پانی

۶۔ مرد و عورت (عاشق و معشوق)

۷۔ برگ و شجر

۸۔ کنول و تالاب

۹۔ پیر و مرید

۱۰۔ اللہ و بندہ

ہم، سخن ساز کہاں ہم کو یہ دعویٰ کب ہے
ہم تو احساس کو انداز بیاں دیتے ہیں

محمد مختار شاہ

(۹)۔ بلبل و گل

کس سے پوچھتا میں گل و بلبل کی سرگزشت
دو چار برگ خشک تو دو چار پر ملے

دونوں کی محبت افسانوی لحاظ سے بہت مشہور ہے۔ شعرا نے اپنے اشعار کے اندر اُن کی محبت کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً

آ عندلیب مل کر کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکارے میں پکاروں ہائے دل

ایک دن میں نے گلاب کے پھول سے پوچھا اے گل! تم سے پیار کرتی ہے بلبل۔ خزاں میں طویل جدائی برداشت کرتی ہے۔ اور جب بہار میں تم آتے ہو تو فرط محبت میں رو پڑتی ہے۔ روتی روتی جب تمہارے قریب آتی ہے بجائے اس کے کہ تم پیار کرو...... کانٹا چبھوتے ہو؟ !!!! ناز و نخرے دکھاتے ہو۔ بے اعتنائی برتتے ہو.... اگر ملاقات کرتے ہو تو وہ بھی تھوڑی دیر کے لئے پھر غائب ہو جاتے ہو۔ پھول کو جلدی تھی..... تیزی میں کہنے لگا مختار! اگر وہ ہماری جدائی میں روتی ہے تو ہم بھی تو صبح کے وقت سینہ چاک کر کے آنکھیں کھول کر انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ واقعی ٹھیک ہے۔

نازک اندام کا اتنا بھی کتنا ہے !!!
بلبل سارے چمن میں گاتی ہے۔

حسن والوں کا احترام کرو، کچھ تو دنیا میں نیک کام کرو
ابھی برسیں گے ہر طرف جلوے تم نگاہوں کا اہتمام کرو

پھول کے اور بھی بہت سے عاشق ہیں تتلی، بھنورہ، شہد کی مکھی، انسان، مگر ان کو

وہ شہرت نہ ملی جو عندلیب کو ملی کیونکہ بلبل کے علاوہ دوسرے سب کسی نہ کسی مفاد کی بنا پر پھول سے الفت رکھتے ہیں۔

تتلی:۔ نزاکت میں یہ پھول سے بھی نمبر لے گئی۔ رنگوں کا حسین امتزاج پھول اور تتلی میں نزاکت قدر مشترک ہے۔ یقین نہیں آتا تو دونوں کو ہاتھ میں پکڑ کر دیکھیے گا۔ پھول کو بھی تتلی بہت اچھی لگتی ہے۔ بلبل کو گل سے محبت ہے لیکن تتلی کو پھول کا محبوب ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ آپ کبھی غور فرمائیے گا کہ تتلی کو پھول کے دل تک جانے کی اجازت ہے۔ تتلی سے سب پھول پیار کرتے ہیں۔ ہر پھول کی آرزو ہوتی ہے کہ تتلی چند لمحے لمس سے نوازے۔ جس پھول سے یہ پیار کرے چومے وہ پھول خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ ہر پھول اسے سر آنکھوں پہ بٹھاتا ہے۔ میں نے ایک پھول سے پوچھا تم سب تتلی سے بہت پیار کرتے ہو وجہ کیا ہے؟ پھول نے کہا "ہم سب نے یہ فیصلہ کیا ہوا ہے کہ یہ بیچاری چند دن کی مہمان ہے اسے جی بھر کے پیار دو۔

بھنورہ:۔ اس سے کوئی کلی کوئی پھول قطعاً محبت نہیں کرتا۔ محبت کرے تو کیسے کوئی خوبی ہی نہیں۔ شکل ہے تو قبیح۔ رنگ کالا۔ نزاکت کا دور دور تک کوئی پتہ نہیں۔ بڑی برائی یہ ہے کہ ہرجائی ہے۔ ہرجائی تو تتلی بھی ہے سب پھولوں کے پاس جاتی ہے مگر اس میں خوبصورتی، نزاکت ہے یہ اس عیب کو دوسرے نمبر پہ رکھ دیتے ہیں۔ بھنورے کے اندر نہ حسن ہے نہ عشق۔ ہر پھول پہ منڈلاتا ہے رس چوس کر اڑ جاتا ہے۔۔ آپ اسے پھولوں کی دنیا کا عیاش بدمعاش عاشق کہہ سکتے ہیں۔

شہد کی مکھی:۔ کس کو باغ میں جانے نہ دو ناحق خون پروانے کا ہو گا۔ شعراء کے

علاوہ اللہ رب العزت نے بھی اس مکھی کا قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔ بلکہ ایک پوری سورہ کا نام نحل "شہد کی مکھی" رکھا۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا (۴۰)

یہ حکم ربی سے وادی گل و ثمر کی طرف رخ کرتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے چل وادی گل و ثمر کی طرف رخ کر وہ وادی گل و ثمر کی طرف رخ کرتی ہے۔ ہر شاخ پہ بیٹھتی نہیں۔ ہر پھول سے الجھتی نہیں۔ ہر ثمر پر رینگتی نہیں۔ ہے لاشعور مگر امتیاز ہوتے گل رکھتی ہے۔ جانتی ہے کہ ہر آستانہ جھکنے کے لائق نہیں ہوتا۔ ہر مسند بیٹھنے کے قابل نہیں ہوتی۔ بے علم ہے مگر خیر و شر سے واقف ہے۔ عالم نہیں مگر حلال و حرام کو جانتی ہے۔ شہد کہاں سے ملے گا اس پیمانے کو جانتی ہے۔ عرق کہاں سے کھچے گا اس میخانے کو بھی جانتی ہے۔ قیام کہاں ہوگا اس آستانے کو بھی جانتی ہے۔ پتے پتے کا پتہ معلوم کیا کلی کلی کھوجی۔ ہر پھول کا جائزہ لیا۔ کسی کو سونگھا اور ہٹ گئی۔ کسی کو چکھا اور اڑ گئی۔ کسی کو دیکھا اور ڈس گئی۔ گلاب پہ آئی اور بیٹھ گئی۔ رگ گل سے چھیڑ جاری ہے۔ گل چپ ہے کہ حکم باری ہے بے رحمی سہی مگر طریقہ دیکھو۔ ظلم سہی مگر سلیقہ دیکھو۔ اس طرح دامن گل پہ بیٹھی کہ شکن نہ آئی۔ اس طرح لہو پیا کہ دامن پہ داغ نہ تھا۔ اور یوں روانہ ہوئی کہ سراغ نہ تھا۔ میں نے پوچھا اے گل! یہ کیا ہوا؟ کہنے لگا مختار!! یہ حکم ربی تھا کہ مگس سے پیار کروں یہ جو کرے چپ رہوں۔ کوئی بات نہیں میری یہ قربانی بے نتیجہ نہیں ہے۔ میرا خون کھل کر دامن مگس میں اُگے گا تو شہد بنائے گا۔ اور اس شہد کے بارے میں رب تعالیٰ فرماتا ہے شِفَاءٌ لِّلنَّاس "اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے"

محبت کے مقتولوں کا خون رائیگاں نہیں جاتا وہ ضرور رنگ لاتا ہے۔

انسان:- یہ بھی پھولوں کے عاشق ہیں۔ ان کو پھول اچھے لگتے ہیں۔ مگر جبر دیکھو، زبردستی دیکھو پیار کا دعویٰ کرتے ہیں اور انہیں ان کے گھروں سے اغوا بھی کر کے لے آتے ہیں۔ پھول پردیس میں آتے ہی مرجاتے ہیں مرجھا جاتے ہیں۔ اپنے گھر (شاخ پر) دیر سے مرجھاتے ہیں مگر جونہی انسان اسے توڑ کر ہاتھ میں پکڑتا ہے وہ گھر کے غم میں گھلنا شروع ہو جاتا ہے۔ دیس سے دور اگر کوئی دیس کا مل جائے تو غم۔۔۔ کم ہو جاتا ہے۔ تو بعض لوگ تھوڑی سی عقل مندی برتتے ہیں کافی سے پھول لے کر ان کو یکجا کر لیتے ہیں اور پانی میں رکھ دیتے ہیں گل دستے میں پھول اپنے غم کو چند لمحات کے لئے بھول جاتا ہے۔

انسانوں کی دنیا میں پھول احساسات کی علامت بن گیا ہے۔

آپ اگر کسی کو سفید پھول دیتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ اس کا بزرگوں سا احترام کرتے ہو۔

اگر آپ کسی کو پیلا پھول دیتے ہیں تو اس کا مطلب ہے "تم سے نفرت کرتا ہوں۔"

اگر گلاب کا پھول دیا تو گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں "I Love You"

اگر گوبھی کا پھول دیا تو معلوم ہو گا کہ آپ کو بھوک لگی ہے۔

ھندوؤں کے اندر اب بھی شادی کے موقعہ پر دولہا دلہن ایک دوسرے کو پھولوں کا ہار ڈالتے ہیں بعض روزانہ سینے پر لگاتے ہیں۔ اور بعض شادی کی رات سیج پر رکھتے ہیں۔ ساری رات پھول کی وہ درگت بنتی ہے۔ وہ شرم سے ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔

محبت کا وہ رنگ دیکھتے ہیں کہ ان کے رنگ اڑ جاتے ہیں۔ سب سے ظالم عاشق پھولوں کی دنیا میں انسان ہے۔ جو صرف ناک کی دنیا کو آباد کرنے کے لئے گلستان کے

گلستان ویران کر دیتا ہے۔ پہلے اسے گھر سے اغوا کرتے ہیں۔ اسے سوئیاں چھوتے ہیں اس کے دل میں سوراخ کر کے رسی ڈال کر سربازار لٹکا دیتے ہیں۔ ان کی نازک نازک پتیوں کو پاؤں تلے روندتے ہیں ایک پھول مجھ سے کہہ رہا تھا۔ یہ انسان ہمارے ساتھ کیا کرتا ہے۔ سیج پہ بھی ہمیں ڈالتا ہے اور قبر پر بھی ہمیں۔۔۔؟ بزرگ کے پاس جانا ہو تو ہمیں لے کر جاتا ہے۔ طوائف کے پاس جانا ہو پھر بھی ہمیں لے کر جاتا ہے؟ اس قدر ظلم اچھا نہیں۔ ہماری قدر پوچھنی ہے تو بلبل سے پوچھو۔۔۔ بہر حال پھول کو یہ تسلیم کرنا پڑا۔ کہ بلبل کے علاوہ سب کا پیار مطلبی ہے۔

چمن والوں نے شبنم کہہ کر پردہ رکھ لیا ورنہ۔ پسینہ آ گیا تھا گل کو فریادِ عنادل سے

جس چیز میں تمیز رہے سود و زیاں کی
کچھ اور وہ ہوتی ہے محبت نہیں ہوتی
ہے عشقِ حقیقی کی یہ پہچان کہ اس میں
اظہارِ محبت کی ضرورت نہیں ہوتی
یہ حسن، یہ جوبن یہ جوانی۔ یہ ادائیں
اب ہم سے تو اس دل کی حفاظت نہیں ہوتی

(۲)۔ لوہا و مقناطیس

لوہے کو مقناطیس سے محبت ہے۔ دیوانگی کی حد تک۔ جتنا چھوٹا ہو گا اتنی زیادہ وارفتگی ہو گی۔۔۔۔۔۔ جتنا بڑا ہو گا اتنا ٹھہراؤ ہو گا۔ لوہا مقناطیس کو جدھر دیکھ لے دوڑ کر جاتا ہے۔ اگر آپ مجھے یہ کہیں کہ ہم نے ایک انچ کا مقناطیس رکھا لوہا جس کا وزن کلو تھا دوڑ کر کیوں نہ گیا؟ بھائی بوڑھا آدمی ۱۵ سال کی بچی سے پیار کا اظہار کرتا اچھا لگے گا وہ

بیٹی بن کر لپٹ جاتے تو ٹھیک ہے بیوی بن کر نہیں لپٹے گی۔۔۔۔ محبت ہمیشہ جوڑ ہو تو بڑھتی ہے۔

لوہے کا مقناطیس سے پیار اس قدر خالص ہے۔ مجال ہے لوہا کسی اور حسین شے کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھے۔

ایک دن میں نے لوہے کا امتحان لینے کے لئے اس کے سامنے پیتل رکھا۔ یہ اپنی جگہ جما رہا، میں نے سامنے کانسی رکھی اس نے جگہ نہ چھوڑی۔ میں نے سوچا یہ سستی ہیں شاید اس لئے متوجہ نہ ہو رہا ہو۔ میں نے ان سے ذرا قیمتی دھات چاندی رکھی مگر لوہے نے نظر تک نہ ڈالی۔ میں نے سونا نکالا اور مجھے یقین تھا کہ اس کی چمک دمک اور بلند مقام دیکھتے ہوئے یقیناً اپنی محبت کو بدل لے گا۔ مگر میں نے جونہی سونا لوہے کے سامنے رکھا دیکھ کر حیران رہ گیا کہ لوہے کے معمولی سے ٹکڑے نے اسے کچھ وقعت نہ دی۔ فوراً میں نے کالا کلوٹا مقناطیس رکھا۔ دوڑ کر گیا۔ جیسے چھوٹا خوفزدہ بچہ ماں کی طرف دوڑتا ہے۔ محبت ہے تو یہ ہے۔

لوگ کب کسی دیوانے کو دیکھ سکتے ہیں۔ لوہے کو محبت کرنے کی یہ سزا دی کہ پکڑ کر آگ میں ڈال دیا۔۔۔۔ جب بیچارہ جل گیا تو باہر نکال کر خوب پیٹا۔ مار مار کر اسے باریک کر دیا۔ لوگوں کا خیال تھا اتنی مار پڑنے کے بعد نشہ محبت اتر چکا ہو گا لوہے کا محبوب منگوایا گیا جونہی لوہے کی نظر پڑی دوڑ کر گیا۔ لوگوں نے پھر پکڑ لیا خوب مارا۔ سوئی کی طرح باریک کر دیا۔ ایک ڈبیہ میں بند کر دیا۔ اوپر سے شیشہ لگا دیا۔ مگر دنیا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اب بھی سوئی کا منہ اس طرف ہے جدھر مقناطیسی طاقتیں ہیں۔ لوہے کا مقناطیس سے اس قدر پیار دیکھ کر لوگوں نے اسے رہنما بنا لیا ہے۔ اب اس سے راستہ اور سمتیں معلوم کرتے ہیں۔

نقصان:۔ لوہا مقناطیس سے پیار کرتا ہے۔ مگر اس پیار کا کیا کوئی خاص فائدہ ہوا؟ لوہا فانی..... مقناطیس فانی.... فانی نے فانی سے پیار کیا.... پیار بھی فانی..... لوہا پیار کرنے والا ہے۔ جب آگ میں گیا تو آگ جلتی رہی جلاتی رہی۔ مگر ابراھیم علیہ السلام نے اللہ سے پیار کیا جونہی آگ میں گئے آگ بجھ گئی۔ فانی جب باقی سے پیار کرے پھر بقا ملتی ہے۔ لوہے کی بیڑیاں بنتی ہیں۔ ہتھکڑیاں بنتی ہیں اور قیامت کے دن بھی اس سے یہی کام لیا جائے گا۔ کیا فائدہ ملا لوہے کو فانی سے پیار کرنے کا؟

فانی کو جس نے چاہا، وہ ہو گیا فنا
باقی کو چاہا جس نے، اس کو ملی بقا

(نثار گیلانی)

ماہی و آب

مچھلی پانی سے محبت کرتی ہے۔ وہ یہی چاہتی ہے کہ اس کی تمام اطراف میں اس کا محبوب نظر آئے۔ چھ سمتیں ہیں آگے پیچھے، اوپر نیچے، دائیں بائیں، ہر طرف محبوب نظر آئے تو خوش رہتی ہے کسی ایک سمت بھی محبوب نظر نہ آیا تو تڑپنے لگ جاتی ہے۔۔ اگر کوئی اسے اس کے محبوب سے ایک لمحہ کے لئے بھی جدا کر دے تو تڑپتی رہتی ہے۔ تاآنکہ مر جائے یا وصال یار ہو جائے۔ اور اگر کوئی اسے پکا کر کھا جائے تو پیٹ میں جانے کے بعد کھانے والے کو مجبور کرے گی کہ وہ اس کے محبوب سے ملاقات کرائے چنانچہ مچھلی کھانے والا پانی پیتا ہے۔

آپ نے کبھی غور کیا کہ مچھلی فانی نے فانی سے پیار کیا تو کیا نتیجہ نکلا؟ مچھلی کو پانی سے پریم کرنے کا یہ انعام ملا کہ سارا جسم بدبودار ہو گیا۔ جو اسے پکڑتا ہے اس کے ہاتھ سے بھی بدبو آتی ہے۔

مگر دوسری طرف دیکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے پیار کیا آپ کے

پسینہ مبارک سے بھی خوشبو آتی ہے۔ اور جن راہ سے گزرتے تھے ان راہوں کو معطر کر جاتے تھے۔

شمع و پروانہ

سچ کہہ رہی ہے شمع میرا قصور کیا
پروانے کے نصیب میں جلنا تھا جل گیا

جنگل کے اندر ایک پھول کھلا۔ اس کے اندر سے ایک خوبصورت سی شہزادی نکلی۔ اس کے حسن کو دیکھ کر سب متاثر ہوتے۔ سب کیڑے مکوڑے، اس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ دن کو وہ جنگل کے درندوں و پرندوں کے بیچ رہتی شام کو پھول کے اندر چلی جاتی۔ ایک روز ایسا ہوا کہ وہ جنگل میں کھیلتی رہی شام ہو گئی۔ شہزادی کو ڈر لگنے لگا بولی جاؤ میرے لئے آگ لے کر آؤ۔ اندھیرے میں مجھے ڈر لگتا ہے۔ پروانے نے کہا شہزادی صاحبہ میں جاتا ہوں روشنی لے کر آتا ہوں۔ راستے میں کہیں شمع جلتی ہوئی نظر آئی۔ پروانہ وہیں رک گیا۔ وہ دن اور یہ دن پروانہ واپس نہیں گیا۔ پیچھے سے جگنو کا گزر ہوا وہ شہزادی کو ساتھ لے گیا۔

پروانہ شمع کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ واپس جا نہیں سکتا شہزادی کو کیا منہ دکھاتے گا۔ اور جب بھی آگ لینے کی کوشش کرتا ہے جل جاتا ہے۔ جان دے دیتا ہے خالی ہاتھ واپس نہیں جانا چاہتا۔ کسی نے کہا نہیں یہ شہزادی کے حسن کو بھول گیا ہے۔ اب اس کو شمع سے محبت ہو گئی ہے۔ اگر اس نے آگ ہی لینی ہوتی تو کہیں اور سے لے لیتا۔ کپڑے کو آگ لگی ہو یہ نہیں جاتا۔ لکڑی کو آگ لگی ہو یہ نہیں جاتا۔ کاغذ کو آگ لگی ہو نہیں جاتا۔

جونہی شمع جلاؤ بھاگا چلا آتا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں یہ محبت نہیں تو اور کیا ہے۔

معلوم ہوا شمع میں کوئی خاص بات ہے ورنہ پروانہ ہر آگ کے پاس جاتے۔ پچھلا وعدہ بھول چکا ہے۔ محبت میں پاگل ہو چکا ہے۔ محبتِ آگ نے ہوش و حواس کے خرمن کو بھسم کر دیا ہوا ہے۔ تبھی تو دیوانہ وار شمع کا منہ چومنے کو دوڑتا ہے۔ اور شمع کے قہر کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایک ہی لمحے میں جلا دیتی ہے پروانے کو۔ شمع کیا خوب محبت کا صلہ دیتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پروانہ بن بلائے آتا ہے۔ اور بن بلاتے مہمان کی قدر کم ہی ہوتی ہے۔ مگر پروانے کی محبت رائیگاں نہیں جاتی۔ پروانے کو جلانے والی خود بھی تو جلتی رہتی ہے۔ اپنے دیوانے کو مار کر خود بھی روتی رہتی ہے یہ میں نے کیا کیا۔۔۔۔۔ !! تھوڑی سی گستاخی پر اتنی بڑی سزا۔۔۔۔ !! پتنگا تھا کہاں سے سیکھتا آداب محفل۔۔۔۔ آداب محبت۔۔۔۔۔ بہر حال پروانہ جان دے کر محبت میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور صبح کے وقت جہاں پروانے کی لاش ہوتی ہے تو قدموں میں شمع کی بھی لاش پڑی ہوتی ہے۔ اس انجمن میں آ کر راحت نصیب کس کو۔ پروانہ بھی جلے گا شمع بھی جلے گی رات بھر روتی رہی صبح کو دم توڑ دیا۔ لاش دیکھی نہ گئی شمع سے پروانے کی۔

دونوں پریمی پریم کرتے ہیں۔ مگر ختم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ دونوں فانی ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ سے پیار کرتے ہیں جب جان دیتے ہیں تو حکم آتا ہے۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات

"جو اللہ کی راہ میں مر جائیں ان کو مردہ نہ کہو"

(۵)۔ چکور و چاند

اول سے حسن عشق کو لایا ہے راہ پر
عاشق چکور روزِ ازل سے ہے ماہ پر

چکور چاند سے پیار کرتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں چودھویں رات کو مادہ دیکھتی رہتی ہے اور چکور چاند کی طرف اڑنا شروع کر دیتا ہے۔ اور مادہ اتنے انہماک سے نر کو دیکھ رہی ہوتی ہے۔ کہ آپ دبے پاؤں اسے جا کر پکڑ بھی سکتے ہیں۔ اور نر اڑتا رہتا ہے اڑتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ہمت جواب دے جاتی ہے۔ اور بھوکا پیاسا تھک کے گر جاتا ہے قسمت ہو تو بچ جاتا ہے ورنہ کئی لوگوں نے بلوچستان کے صحراؤں میں چکوروں کو مرا ہوا پایا چکور چاند ہی کا پریمی ہے اگرچہ سورج زیادہ روشن ہوتا ہے میں کہتا ہوں چکور احمق ہے جو چاند سے پیار کرتا ہے۔ وہ اس کی روشنی کی وجہ سے اس کا دیوانہ ہے۔ میرا بس چلے تو میں کسی دن چکور کو چاند پہ لے جاؤں۔۔۔۔۔ اسے خود پتہ چل جائے کہ جس کا باہر روشن ہے اندر کتنا کالا ہے۔ کتنا اندھیرا ہے۔

چاند کی اندرونی حالت دیکھ کر اور اس کے قریب جا کر ایک منٹ زندہ نہ رہ سکے۔ (وہاں آکسیجن نہیں ہے) سوچے گا میں کیا سمجھتا تھا یہ کیا نکلا !!! دور تھا تو چاندنی تھی چاند نہ تھا۔ قریب آیا ہوں چاند ہے چاندنی کوئی نہیں ہے۔ !!! مجھے یقین ہے اس دن چکور چاند سے منہ موڑے گا ور رخ خالق القمر کی طرف موڑے گا۔

یہی بات میں دنیا اور عورت کے پریمیوں سے کہتا ہوں کہ اگر آپ اس کے اندر جا کر دیکھیں حقیقت کو دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جاتے گا ان کی چمک دمک نظر آتی ہے پائیدار نہیں ہے۔

چکور نے چاند سے پیار کیا چاند نے کچھ دیا؟ نہیں۔۔۔ الٹا جان لے لی۔ بھوکا پیاسا مارا۔ کیونکہ فانی نے فانی سے پیار کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب سے پیار کیا تو آپؐ فرماتے ہیں "وہ مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے"۔

(۶)۔ میاں بیوی (عاشق و معشوق)

دنیا میں سب سے بڑے لورز Lovers مرد و عورت ہیں عورت کو بنایا ہی مرد کے سکون کے لئے ہے۔ جب آدم علیہ السلام کو بنایا تو وہ تنہا تنہا پھرتے ہیں۔ اور دل نہیں لگتا۔ عورت کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل ہے مگر عورت کے بغیر گزارنا بہت ہی مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بائیں پسلی سے حوا کو پیدا کیا۔ کس طرح پیدا کیا۔ منی پلانٹ سے نکلنے والے پتے پر غور کیجئے کا پتہ چل جائے گا۔ جب عورت پیدا ہو گئی تو اول البشر کا دل لگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کے درمیان جو رشتہ قائم کیا تھا وہ تھا میاں بیوی کا۔ باقی رشتے انسان کے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ انسان کے بنائے ہوئے رشتے مثلاً بہن بھائی، ماں پتر اللہ کو کتنے اچھے لگتے ہیں عورت کو پاؤں سے پیدا نہیں کیا کہ وہ غلام بن کر رہے۔ نہ سر کی طرف سے پیدا کیا کہ وہ سردار بنے بلکہ اسے دل کے قریب سے پیدا کیا تاکہ اس سے پیار کیا جائے یہ دونوں یک جان و یک قالب تھے اللہ نے انہیں جدا کیا۔ اب یہ پھر یک جان و یک قالب ہونے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ہر آدم اپنے پہلو میں ایک حوا دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ حوا نہ ہو تو جنت سونی سونی لگتی ہے۔ عورت سے محبت اس لئے کرنا چاہیے کہ یہ ایمان کی حفاظت کرتی ہے۔ اور اس حد تک کرنی چاہیے کہ راہ خدا سے ہٹا نہ دے۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے راستوں سے ہٹائے تو پھر یہ شیطان کی ایجنٹ ہے۔ عورت مرد کی مجبوری ہے۔ مرد، عورت کی مجبوری ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے تڑپتے ہیں۔ آپ اس تڑپ کو محبت کا نام دیتے ہیں؟ ایک سوال کا جواب دیں۔

وہ لڑکا جسے مارفیا کا نشہ لگ گیا ہو۔ اسے وقت مقررہ پر جب وہ ٹیکہ نہ ملے تو وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپتا ہے۔ اس کی حالت دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ اتنا لڑکی سے محبت کرنے والا مضطرب، بے سکون، بدحواس نہیں ہوتا جتنا مارفیا کا نشئی۔ آپ مجھے یہ

بتائیں آپ کہہ سکتے ہیں کہ لڑکے کو مارفیا کے ٹیکے کے ساتھ محبت ہے؟ یہ محبت نہیں مجبوری ہے کیونکہ اندر کیڑے جسم کو نوچ رہے ہیں اور تقاضہ کرتے ہیں کہ ہمیں خوارک دو۔ اور وہ ہر قیمت پر انجکشن لگواتا ہے۔ اسی طرح مرد و عورت کی جسمانی ساخت ایک دوسرے کے قریب جانے کا تقاضا کرتی ہے۔ میں اتنا جانتا ہوں محبت میں شریک کسی مذہب کے اندر جائز نہیں ہے۔ اگر عورت و مرد کے تعلق کو محبت کہتے ہو تو اللہ تعالیٰ نے بیک وقت چار عورتوں سے بیاہ کا کیوں حکم دیا ہے؟ صرف ایک سے نکاح کا حکم دیتا۔

آپ لڑکی سے محبت کرتے ہیں اس کی آنکھوں کی وجہ سے؟

کل کو یہ نرگسی خوالہ آنکھیں خراب ہو جائیں گی اور ان سے گندہ پانی بہہ رہا ہو گا۔

آج آپ لڑکی سے پیار کرتے ہیں اس کے ریشمی لمبے بالوں کی وجہ سے؟

کل کو یہ بال بندر کی دم کی طرح ہو جائیں گے۔

آج آپ چاند سے چہرے پہ عاشق ہو؟

کل کو کتابی چہرے پر اتنے دھبے اور لکیریں ہوں گی کہ اصل نظر ہی نہیں آتے گا۔

آج آپ اس کی کوئل سی آواز اور موتیوں سے دانتوں پہ عاشق ہو؟

کل کو یہ دانت ٹوٹ جائیں گے اور آواز خود بخود خراب ہو جائے گی۔

آج آپ اس کی مورنی سی چال پہ عاشق ہو؟ کہ وہ لہرا کے چلتی ہے۔ بل کھا کے چلتی ہے۔ کمر ہلا کے چلتی ہے؟

کل کو اس کی ٹانگوں میں درد ہو جائے گا وہ لہرا کے نہیں لنگڑا کے چلا کرے گی۔

نوجوانو! کتنی مشکلوں سے لونڈیا پھنساتے ہو۔ پھنس جاتے تم سے۔ بہت پیار بھی کرنے لگ جاتے تو بدلے میں کیا دیتی ہے؟ اتنی گندی جگہ کے حصول کے لئے تم

نے عورت سے پیار کیا۔ افسوس تمہارے مقصد پر۔

محبت کی شادی: Love Marriage

لڑکی سے پہلے محبت کی جائے پھر شادی کی جائے ٹھیک نہیں۔ پہلے شادی کی جائے پھر محبت کی جائے۔ سونے پہ سہاگہ ہے۔ پہلے محبت پھر شادی میں بڑے نقصانات ہیں۔ ایسی شادیاں اکثر مشکلات کا شکار ہوتی دیکھی ہیں۔ شادی کے کچھ ماہ بعد وہ عورت پر شک کرنا شروع کر دیتا ہے۔ جو میرے ساتھ پھنس گئی تھی وہ کسی اور کے ساتھ بھی پھنس سکتی ہے۔۔۔۔ یہ وہم گھریلو سکون کو تہہ وبالا کر دیتا ہے۔ آپ پوچھ سکتے ہیں کیا ارینج میرج میں خاوند کو یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ اس کی بیوی کسی اور کے ساتھ سیٹ ہو سکتی ہے؟ ہو سکتا ہے مگر وہ لڑے گا نہیں۔ کیونکہ اس کا اپنا تعلق نہیں ہوتا اس لئے اس قسم کی بات کرتے ہوئے یا سوچتے ہوئے ہچکچاتا ہے۔ شادی کو خوشحال بنانے کے لئے اعتماد بہت ضروری ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے

It is better for a woman to marry a man who loves her that a man she."

" عورت کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ اس سے شادی نہ کرے جس سے وہ محبت کرتی ہے بلکہ اس سے کرے جو اسے پیار کرتا ہے۔

جب تک حق الیقین نہ ہو جائے اعتماد بحال رکھیں۔ دو آدمی اپنی بیوی پر شک کرتے ہیں ایک وہ جس نے لو میرج کی ہو دوسرا وہ خاوند جس کی بیوی اس سے دس بیس سال چھوٹی ہو۔

ایک آدمی بس چلاتا تھا اس نے لو میرج کی۔ کچھ ایام تو خوب گزرے۔ اب یہ عالم ہے کہ جب اس کی بیوی سحری کے ٹائم اٹھاتی ہے کہ اٹھو بس کا وقت ہو گیا ہے وہ آگے سے شکریہ ادا کرنے کی بجائے کہتا ہے کیوں اٹھا رہی ہو؟ مجھے بھیج کر کسی اور سے ملنا ہے۔ ٹائم دے رکھا ہے؟ اب لڑکی بھی بول نہیں سکتی کیونکہ وہ شادی سے قبل چھپ چھپ کر ملتی رہی ہے۔ ملنے سے مراد بات کرنا نہیں۔ بوس و کنار ہے۔

گھریلو زندگی کو خوشگوار بنانے والا بہت عظیم انسان ہوتا ہے۔ بہتر اور اچھا انسان وہ ہوتا ہے جسے اس کے گھر والے اچھا کہیں۔ شادی سے قبل جو گرمجوشی اور محبت بھری باتیں ہوتی ہیں وہ عموماً چند ماہ کے بعد ختم ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ جس شے کے حصول کے لئے وہ کوشاں تھا وہ تو مل گئی۔ اور اب وہ "اس" پر اپنا حق سمجھتا ہے۔ "اسے" اپنی ملکیت سمجھتا ہے۔ ایک دو سال کے بعد بیوی گھریلو اشیا کے زمرے میں آ جاتی ہے۔ جس طرح میز، کرسی، بیڈ، برتن وغیرہ یہ تمام اشیا گھر میں موجود تو ہوتی ہیں۔۔ مگر جی چاہا توجہ دی جی چاہا نہ دی۔ بس یہیں سے دوری بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ اسی پس منظر میں

M me. DE Rieux نے کہا

Marriage is a lottery in which men stake liberty, and women their happiness

"شادی میں مردوں کی آزادی چھن جاتی ہے اور عورتوں کی خوشی"

اچھے میاں بیوی وہ ہوتے ہیں جو "کشش" کو برقرار رکھیں۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے۔

A deaf husband and blind wife are always a happy couple

بہرہ خاوند اور اندھی عورت ہمیشہ اچھے کپل ثابت ہوتے ہیں۔"

عورت تعریف سننے کی بہت حریص ہوتی ہے۔ خصوصاً محبوب سے۔ اکثر عورتیں سالن پکانے کے بعد پوچھتی ہیں آج سالن کیسا ہے؟ اور آپ اس کے جملے پر غور ہی نہیں فرماتے۔ اور وہ یہ روزانہ پوچھتی ہے اگر آپ شام کو کھانے کے بعد اس کے کھانے کی اور کپڑوں کی تعریف میں دو جملے بول دیں تو دیکھئے پھر وہ کس طرح جان نچھاور کرتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ شادی سے پہلے والا پیار آپ نہیں دے سکتے یہ نفسیاتی بات ہے۔ لیکن آپ بالکل تو اگنور نہ کریں۔ اسے ۲۴ گھنٹوں میں ۱۵ منٹ ضرور دیں جس میں صرف اس کی تعریف کریں۔ اس سے اس کی باتیں کریں۔ مرد شادی کے سال دو سال بعد اس طرف دھیان ہی نہیں دیتے۔ صرف اس وقت تعریف کریں گے یا پیار کریں گے جب عورت سے "کچھ" لینا ہو۔ اس تعریف اور پیار کی عورت کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی۔ وہ مجبوری کے تحت تمہارے "قریب" آ جاتی ہے۔ مگر کیا فائدہ۔ شادی کے بعد بیوی کو محبوبہ سمجھو۔ پھول یہ محبت کی علامت سمجھے جاتے ہیں اگر آپ رات کو گھر داخل ہوتے ہوتے ایک پھول بیوی کو پیش کر دیں کیا کوئی مول لگتا ہے؟ مگر آپ کا ایک پھول بیوی کو دینا اس کے من میں خوشیوں کا گلستان لگا سکتا ہے۔ جب اس کے من میں خوشیوں کے پھول ہوں گے پھر وہی پھول وہ گھر میں لگاتی ہے اور گھر کو جنت بنا دے گی۔

میں نے اکثر واقعات سنے ہیں کہ جن کے خاوند اپنی بیوی کو صرف میز کرسی برتن وغیرہ کی طرح گھر کی ایک شے سمجھتے ہیں وہ ایک اسسٹنٹ خاوند ڈھونڈتی ہے۔ جو بچوں کا تو ماما ہوتا ہے مگر عورت کا بھائی نہیں ہوتا۔ وہ سہاگ رات کو وعدے کرنے کے بعد ایفائے عہد کیوں نہیں کر رہی؟ صرف اس لئے کہ آپ اسے کوئی توجہ نہیں دیتے

رہے۔ دوسرا آدمی اس کو سر پر بٹھاتا ہے۔ پلکوں پہ سجاتا ہے۔ خیالوں ہی خیالوں میں جنت کی سیر کراتا ہے۔ اتنی میٹھی باتیں کرتا ہے کہ وہ مکھی کی طرح ساتھ چمٹ جاتی ہے۔ جو کام دوسرا کر رہا ہے وہ آپ نہیں کر سکتے؟

نکتہ چینی ختم کریں۔ بیوی کی تھوڑی سی تعریف کریں۔ پھر دیکھیں آپ کی گھریلو زندگی کتنی خوشگوار ہوتی ہے۔ ورنہ آپ کو یہ کہنا پڑے گا

ہے زندگی تو اصل میں شادی کے بعد کی
جس کا بھی یہ خیال ہے بالکل فضول ہے
روتے ہی کٹ رہی ہے اپنی تو آج تک
جس دن سے ہم نے ہنس کے کہا تھا قبول ہے

(۷)۔ برگ و شجر

برگ کا معنی پتہ اور شجر کا معنی درخت ہے۔ پتوں کو درخت سے بڑا پیار ہوتا ہے اس کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں اسے چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں شاید دانست میں اس کی حفاظت کرتے ہیں کہ جو کچھ ہو ہمیں ہو اسے کچھ نہ ہو۔ دھوپ لگے تو ہمیں لگے سردی پڑے تو ہم پر پڑے۔ درخت کو زندہ رہنے کے لئے ہوا کی ضرورت ہوتی ہے یہ سب مل کر اس کی اس ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ اگر کوئی جانور درخت کو نقصان پہنچانے کے لئے آتے تو خود آگے ہو جاتے ہیں وہ ان کو قتل کر کے یا نقصان پہنچا کے واپس چلا جاتا ہے۔ اپنی جان قربان کر دیتے ہیں اپنے محبوب کی بچا لیتے ہیں۔

ایسی ترتیب سے درخت کے ساتھ ہوتے ہیں جیسے پریڈ میں فوجی۔ دور سے دیکھو تو درخت کا لباس لگتے ہیں۔ پتوں کی اتنی محبت کے باوجود درخت ان کو یہ صلہ دیتا ہے کہ چھ ماہ کے بعد ان کا پانی بند کر دیتا ہے۔ وہ درخت کی اس بے رخی کو برداشت نہیں کر

پاتے۔ غم سے زرد ہو جاتے ہیں۔ ان کی رگوں سے خون سوکھ جاتا ہے جونہی وہ مرتے ہیں درخت ان کو نیچے پھینک دیتا ہے۔ وہ دور نہیں جاتے اپنے محبوب کے قدموں میں ایک ایک کر کے گرتے جاتے ہیں اور وہیں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ سچی محبت یہی ہوتی ہے محبوب جتنی بے رخی برتے در نہیں چھوڑنا چاہیے۔ لوگ گزرتے ہیں تو نیچے نہیں دیکھتے کہ عشاق لیٹے پڑے ہیں پاؤں رکھ کر گزر جاتے ہیں پاوں کے نیچے آتے ہی ان کی ہڈیاں چیخ پڑتی ہیں۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ ہم نہ ہوں گے تو بہار کیسے آئے گی؟ ہمیں نہ روندو ہم قاصد بہار ہیں۔ درخت سے کہتے ہیں اچھا صلہ دیا محبت کا!!! تو کیا سمجھتا ہے ہمارے بغیر پر سکون رہے گا۔ سن غور سے سن تیری خوبصورتی ہماری وجہ سے تھی ہم تھے تو لوگ تجھ کو دیکھنے آتے تھے تیرے قریب بیٹھتے تھے۔ عاشقوں کے بغیر معشوقہ کچھ نہیں۔ پتوں کے بغیر درخت کیا؟ ایک سوکھی لکڑی؟ ہم تیرے قریب تھے تو تیری شان تھی خود پہ نظر ڈال پہلے کیا تھا اب کیا ہے؟ جا انسان تو کیا اب تیرے پاس حیوان بھی نہیں آئیں گے تو تنہا مر جائے گا۔

درخت خود کو دیکھتا ہے افسردہ ہو جاتا ہے واقعی میں نے غلطی کی ہے۔ اب وہ خود کچھ کر نہیں سکتا۔ اللہ سے عرض کرتا ہے اللہ اس کی مدد فرماتا ہے آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے پانی پتوں کو لے کر جڑوں میں چلا جاتا ہے وہ پتے دوبارہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ برگ و شجر جب ملتے ہیں تو لوگ اسے بہار کا نام دیتے ہیں محب و محبوب کی ملاقات دیکھنے کے لیے زمین سے کثرت سے پودے نکل آتے ہیں اور پرندے خوشی سے ملن کے گیت گانے لگ جاتے ہیں۔

(۸)۔ کنول و تالاب

کنول کو گندے جوہڑ سے محبت ہے۔ حالانکہ اتنا خوبصورت ہوتا ہے کہ آپ اس کا مقابلہ خشکی کے ممتاز پھولوں سے کروالیں کوئی نہ کوئی پوزیشن ضرور لے گا۔ اس کا ایک اپنا مقام ہے۔ میں نے ایک دن کہا۔ یار تم خوبصورت ہو۔ اچھی پرسنیلٹی والے ہو چلو کہیں اور چلتے ہیں۔ جہاں اونچے اونچے پھول رہتے ہیں۔ کہنے لگا اچھی کہی مختار! آدمی جب بڑا ہو جاتے تو اسے پچھلوں کو چھوڑ دینا چاہیے؟؟؟!!!! آدمی جب بڑا ہو جاتے تو جو لوگ اسے بڑا بناتے ہیں انہیں چھوڑنا نہیں چاہیے۔ مجھے یہ اتنا مقام اس گندے تالاب کے باسیوں نے دیا ہے۔ یہ میری بہت عزت کرتے ہیں۔ مجھے سب سے اوپر بٹھاتے ہیں لوگ مجھے دیکھنے آتے ہیں تو جوہڑ کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ میری وجہ سے لوگ آتے ہیں ورنہ گندے جوہڑ کو کون پوچھتا۔

مرغابی نازک مزاج ہے رہتی تو تالاب میں ہے مگر اس میں تیزی اور نخرہ بہت ہے۔ آدمی کو عاجزی اور دھیما پن اپنانا چاہیے اس میں رعب ہوتا ہے۔ کبھی کبھی میرے پاس آتی ہے۔ خشکی پر بھی چلی جاتی ہے۔ جب تک میرے پاس رہتی ہے محفوظ رہتی ہے۔ جونہی تالاب سے بیوفائی کر کے خشکی کی طرف جانے لگتی ہے کسی نہ کسی شے کا نشانہ بن جاتی ہے۔ میں نے ایک دن مرغابی کو سمجھایا باہر نہ پھرا کر لوگ بے وفا کے ساتھ اپنا تاثر تو پاس کرتے ہیں احترام نہیں کرتے۔ میری طرف دیکھ۔ تجھ سے خوبصورت ہوں رنگ بھی سفید ہے تجھ سے زیادہ نزاکت ہے۔ جب میں مقابلہ حسن آرائش گل میں گیا تو مجھ سے بڑے بڑے پھولوں نے پوچھا تم کہاں رہتے ہو؟ ہم نے تم کو باغ کے اندر نہیں دیکھا۔ میں نے تعارف کرایا میں کنول ہوں میں کیچڑ میں رہتا ہوں تو وہ میری خوبصورتی کو بھی دیکھیں اور کیچڑ کو بھی۔۔۔۔۔ گلاب کا پھول بولا۔ میں پھولوں کا سردار ہوں سب پھول میرے ماتحت ہیں تم کیچڑ میں کیوں رہتے ہو؟ تم ہمارے پاس کیوں

نہیں آجاتے؟ جہاں کہو گے وہی جگہ لے دوں گا۔ بولو کہاں جگہ چاہتے ہو۔ لالہ زار کے ساتھ؟ نرگس کے ساتھ موتیے کے ساتھ؟ کہو تو میں تمہیں اپنے ساتھ جگہ دینے کو تیار ہوں۔ میں نے کہا اے پھولوں کے بادشاہ! آپ کی عنایت کا شکریہ مجھے تالاب ہی میں رہنے دیجئے۔

اب لوگ میرا بہت احترام کرتے ہیں۔ اگر وہ گلستانوں میں گلاب کو دیکھنے جاتے ہیں تو مجھے اس گندے جوہڑ میں دیکھنے آتے ہیں اگر شاعر گلاب و لالہ و نرگس کا ذکر کرتے ہیں تو میں بھی موضوع سخن بنتا ہوں۔ اور تم ہو کہ ایک جگہ بیٹھتی ہی نہیں ہو۔ کبھی خشکی پہ کبھی تری پر۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر لیکن جن کو پھرنے کی عادت پڑ گئی ہو وہ کب ایک جگہ بیٹھتی ہیں۔

کنول کی محبت جوہڑ سے مثالی محبت بن گئی ہے۔ ایک آدمی کنول کو زبردستی کیچڑ سے نکال کر لے گیا لیکن اس نے دوسرے دن دیکھا یہ پھول جدائی کے غم میں مر چکا تھا۔ اب لوگ اس کو کم ہی لے جاتے ہیں۔

(۹)۔ پیر و مرید

یہ الفاظ چونکہ شناسا ہیں اس لئے بول رہا ہوں۔ ورنہ پیر فارسی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی ہے "بوڑھا" اصل لفظ مرشد ہے اور یہی صحیح ہے اللہ رب العزت فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝

"اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے اسے کوئی ولی اور مرشد نہیں ملتا"

آجکل پیر کا مفہوم

ہمارے ہاں خصوصاً ہند و پاک میں یوں ہوتا ہے کہ آباؤ اجداد میں کوئی اللہ کا نیک

بندہ گزرا لوگوں کو سیدھا راستہ بتایا خود بھی اللہ و رسولؐ کی اطاعت کی لوگ ان کے پاس آتے تھے وہ سب سے پیار سے بولتے پریشان آتے وہ ان کو قرآن و حدیث سے تسلیاں دیتے لوگ عمدہ اخلاق و عادات کی وجہ سے ان کے گرویدہ تھے۔ جب وہ دنیا سے چلے گئے ان کی اولاد نے مزار بنوایا عرس شروع کر دیا اور خود متجربن کر بیٹھ گئے گویا کہ والد صاحب کی قبر کو فیکٹری سمجھ لیا۔ اور لوگ ان کے مرید ہونے لگ گئے۔ اور یوں یہ سلسلہ موروثی ہو گیا۔۔ اسلام کے اندر مرشد پیر وہ ہوتا ہے جو عالم دین ہوتا ہے کتاب و سنت کا پیرو کار ہوتا ہے اس کا مقصد لوگوں کو گناہوں کی دلدل سے نکال کر عمدہ اخلاق سے مزین کرنا ہوتا ہے۔ بیعت کا مقصد خود کو بیچنا ہے۔ یعنی مرید جب پیر کے ہاتھ پہ بیعت کرتا ہے تو وہ یہ وعدہ کرتا ہے اب جو کچھ پیر کہے گا میں وہی کروں گا۔ تو پرانے دور میں مرشد کا کام ہوتا تھا مرید کی ذات کی صفائی اور اسے تکبر سے پاک کرنا تاکہ وہ سرِ خداوندی کو پہچان سکے۔

جوں جوں ہم دنیا میں رچتے بستے جاتے ہیں ارادے کھوٹے ہوتے جاتے ہیں۔ نیتیں فاسد ہو رہی ہیں اور عقلیں دنیا کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اصلی پیر وہ ہوتا ہے جب مرید اس کے پاس جاتا ہے وہ اس کی اس حالت سے آگاہ ہو جاتا ہے پھر وہ اسے تنہائی میں ذکر کرنے کا حکم دیتا ہے اور کھانا کم کرنے کو کہتا ہے۔ تنہائی کا حکم اس لئے دیتا ہے کہ باطل لوگوں سے تعلق ختم ہو جائے۔ ذکر کا حکم اس لئے دیتا ہے لغو باتوں سے ہٹ جائے۔ اور کم کھانے کو اس لئے کہتا ہے تاکہ شہوات نفسانی کا زور ٹوٹ جائے۔ نتیجتاً عقل کا تعلق اللہ و رسولؐ سے ہو جاتا ہے۔ اللہ و رسول سے تعلق مضبوط کرنے کے لئے پیر پکڑا جاتا ہے مگر آج کل اخلاقی و روحانی تربیت کے لئے پیر نہیں پکڑا جاتا بلکہ کاروبار بن گیا ہے پیر زیادہ مرید بنا کر خوش ہوتے ہیں یہ نہیں سوچتے کل قیامت کو اللہ

تعالیٰ پوچھے گا۔ اگر ان کو صحیح راستے پر چلا نہ سکتے تھے تو بیعت کیوں لی؟

پرانے زمانے میں لوگ کسی کو مرید بناتے ہوئے ڈرتے تھے اور کم بناتے تھے اور جسے مرید بنا لیتے پھر باپ کی طرح تربیت کرتے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ خود بھی عالم دین ہوتے تھے اور مریدوں کو مجاہدہ کرواتے ریاضتیں کرواتے تاکہ روحانی طور پر طاقتور ہوں۔

وہ مرید بھی کتنے عظیم تھے پیر اس لئے نہ پکڑتے تھے کہ بچہ نہ ہو گا تو یہ دعا کرے گا بچہ ہو جائے گا۔ نوکری نہ ملے گی تو نوکری کے لئے دعا کروائیں گے پیر صاحب سے دولت کے لئے دعا کروائیں گے بلکہ وہ عمل سیکھنے جاتے تھے۔

پیر کی نشانی

چہرہ نورانی، اعمال قرآنی، جب ایسا شخص مل جائے تو پھر اس کا دامن پکڑو۔

شیخ احمد ملثمؒ فرماتے ہیں

لم یکن الاقطاب اقطابا والا وتاد

اوتادا والاولیاء اولیاء الا بتعظیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعرفتہم واجلالہم

لشریعتہ وقیامہم بادابہم (لواقح الانوار جلد اول صفحہ ۱۲۶)

نہ کوئی قطب، قطب بن سکتا ہے۔ نہ اوتاد، اوتاد بن سکتا ہے نہ ولی، ولی بن سکتا ہے جب تک اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت نہ کی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل نہ ہوئی۔ اور جب تک اس نے آپؐ کی شریعت کی تعظیم نہ کی اور اس کے آداب بجا نہیں لائے۔

امام عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانیؒ فرماتے ہیں

واعلم ان طریق القوم علی وفق

الکتاب والسنتہ فمن خالفھا

خرج عن الصراط المستقیم

یاد رکھو صوفیا کا طریقہ کتاب وسنت کے عین مطابق ہے۔ جس نے کتاب وسنت کے خلاف کیا وہ راہ مستقیم سے بھٹک گیا۔

مرید کی پیر سے محبت

شیخ عارف ابو الفوارس شاہ ابن شجاع کرمانیؒ فرماتے ہیں اولیاء اللہ کی محبت سے زیادہ کوئی محبت نہیں کیونکہ ان کی محبت اللہ عزوجل کی محبت کی علامت ہے۔

مرید کو اپنے پیر سے جو محبت ہو وہ بے غرض ہونی چاہیے جیسے دو معصوم بچوں کی آپس میں ہوتی ہے۔ اگر مرید کی نظر پیر کی ولایت کرامت پر ہوگی اسے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ کب معلوم ہو گا کہ مرید کو اپنے پیر سے سچی محبت ہے۔ دو علامتیں ہیں پہلی علامت یہ ہے کہ مرید کو اپنے پیر کی قربت سے راحت محسوس ہو۔ اس کی خوشی و غمی کا تعلق اپنے پیر کی ذات کے ساتھ ہو۔

دوسری علامت ادب۔

سچے مرید کی علامت جس کا پیر بھی سچا تھا۔

پیر صاحب نے ایک دن مرید سے پوچھا کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے؟ اس نے عرض کی جی ہاں۔ پھر پوچھا تمہیں کس سے زیادہ محبت ہے۔ مجھ سے یا اپنے باپ سے؟ عرض کی آپ سے زیادہ محبت ہے۔ آپ نے فرمایا اگر میں تمہیں کہوں کہ اپنے باپ کا سر کاٹ کے لے آؤ۔ تو کیا تم تعمیل کرو گے؟ مرید نے کہا ضرور، ضرور۔ پیر صاحب نے فرمایا جاؤ پھر کاٹ کے لاؤ۔ وہ اسی وقت گھر گیا سب سو چکے تھے دیوار پھلانگی

والدین کے کمرے میں گیا۔ باپ والدہ سے ہم بستری کر رہا تھا اس نے فارغ ہونے کا موقع بھی نہ دیا تلوار کا وار کیا اور سر کاٹ کے واپس۔ سر لاکر پیر کے قدموں میں پھینک دیا پیر صاحب نے پوچھا باپ کا سر لے آئے ہو؟ جی حضور لے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا غور سے دیکھ تو باپ ہی کا سر لایا ہے۔ جب غور سے دیکھا تو وہ باپ کا سر نہ تھا۔ پیر صاحب نے پوچھا کس کا سر ہے؟ کہا فلاں عجمی کا ہے۔ حقیقت میں یہ ان کا غلام تھا اس دن مرید کا باپ کہیں گیا ہوا تھا اور اس کی ماں نے خاوند سے خیانت کی۔ شیخ کو کشف کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا تو اس نے مرید کا امتحان لینے کے لئے قتل کرنے کو بھیجا تو اسے چٹان کی طرح مضبوط پایا۔ یہی مرید پیر کا وارث بنا۔ ۱۰۱

حضرت منصور قطبؒ فرماتے ہیں جب تجھے پیر کامل کی صحبت نصیب ہو جائے تو تجھے اپنی مرضی کو اس کی مرضی میں فنا کر دینا چاہیے۔ اور تمہاری یہی خواہش ہو کہ ان کی زندگی میں مر جاؤں۔

جب تک مرید کا یہ عقیدہ نہ ہو کہ پیر مربی ہے اور یہ کہ زمانہ بھر میں اس سے بہتر تربیت کرنے والا موجود نہیں اس وقت تک وہ پیر کی طرف قدم نہ بڑھائے اس لئے کہ اگر پیر کو پتہ چل جائے کہ مرید کی توجہ کسی اور طرف ہے تو وہ فیض کو منقطع کر لے گا۔

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہیؒ کو اپنے پیر حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے اتنی محبت تھی فرماتے تھے میری جان نکلے گی! تو میرے منہ پہ فرید فرید ہو گا۔ ایک مرتبہ گھوڑے پر جا رہے تھے۔ سخت گرمی اور ویرانہ ہی ویرانہ پیاس کی وجہ سے گھوڑے کو درخت کے ساتھ باندھا اور خود لیٹے ہی تھے کہ غشی طاری ہو گئی۔ بیہوشی میں بھی زبان پر پیر کا نام تھا فرید فرید۔ پیر کی محبت۔ محبت حقیقی ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ کا راستہ بتاتا ہے۔

(۱۰)۔ اللہ و بندہ

سچ پوچھیں تو پوری کتاب میں یہ اصل کالم ہے۔ باقی تو صرف الفاظوں سے کھیلا ہوں۔ یہ مقصد کتاب ہے۔ مقصد زندگی ہے۔ مقصد کائنات ہے۔ اگر کوئی دنیا میں محبت کے لائق ہے تو وہ صرف اللہ ہے۔ آدمی دوسرے کے ساتھ تعلق دو وجہ سے قائم کرتا ہے شوق سے یا خوف سے۔ دونوں کے پیچھے محرک ہے۔ شوق سے محبت کرتے ہو تو کسی نہ کسی قسم کا مفاد ہوتا ہے۔ وہ اخروی ہو یا دنیوی۔ خوف سے تعلق اس لئے رکھتے ہو کہ آپ سمجھتے ہیں وہ کسی نہ کسی طرح مجھ سے سخت ہے۔ آپ بچنے کے لئے اس سے پیار جتلاتے ہیں۔ دونوں لحاظ سے اللہ ہی سے محبت کی جانی چاہیے۔

اللہ سے بڑھ کر کوئی طاقتور نہیں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام تنہا تھے ۷۱ سال کی عمر کوئی ساتھی نہیں سوائے اللہ کے۔ تن تنہا۔ وقت کے بادشاہ سے ٹکر لے لی۔ اللہ تعالیٰ نے اتنے طاقتور بادشاہ کو اور اس کے لشکر کو مچھروں کی سی حقیر مخلوق سے مروا دیا۔

ابرھہ ہاتھیوں کا لشکر لے کر آیا رب کا گھر گرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں سے کنکریاں پھنکوا کر مروا دیا۔

نوح علیہ السلام کی قوم نے انکار کیا تو ساری دنیا کو ڈبو دیا۔ لوط علیہ السلام کی قوم کو پتھروں سے مار دیا

یعنی کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو حکم نہ مانے سوائے جن و انس کے اسے اختیار دیا ہوا ہے۔ اگر آپ ڈر کر کسی کی طرف متوجہ ہیں تعلق جوڑتے ہیں تو پھر بھی اللہ کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا یقین نہیں آتا تو کر کے دیکھ لیں۔ اور اگر شوق سے محبت کرنا چاہتے ہو پھر بھی محبت کے لائق اللہ ہی ہے۔

مٹی پیدا کی۔ مٹی میں دانہ ڈالا۔ دانے سے پودا بنا۔ پودا جوان ہوا۔ اس پر سٹہ لگا۔ سٹے میں دانے پیدا ہوئے۔ تم نے دانے چکی میں پسوائے۔۔ آٹا بنایا۔ آٹا گوندھا پھر روٹی بنائی۔ روٹی کھائی گلوکوز بنا۔ وہ معدے میں گئی۔ خون بنا۔ خون سے مادہ منویہ بنا۔ نطفہ ماں کے رحم میں گیا۔ نطفے سے لوتھڑا بنایا۔ پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی۔ پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ پھر ایک صورت عطا کی۔ پھر ماں کے پیٹ سے باہر آیا۔ اس کے لئے گودھی کے قریب غذا پیدا کر دی۔ جب بڑا ہوا پھر دانت دیئے وہ کھا سکے۔ زمین کا فرش بنایا وہ چل سکے۔ اور فرش کے اندر تمام ضروریات زندگی رکھ دیں۔ ضرورت کے مطابق نکالتا رہے۔ اور فرش کو مضبوط کرنے کے لئے پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں۔ آسمان کا چھت بنایا۔۔ آسمانی برقی ذرات اور شعاعوں سے بچانے کے لئے سات تہوں والی چھت بنائی۔۔ روزی کمانے کے لئے دن بنا دیا۔ جب کما کر تھک جائے تو سونے کے لئے رات بنا دی۔ اور جب کام کر کر کے ہمت جواب دے گئی۔ تو موت عطا کر دی تاکہ یہ تکلیف میں نہ رہے۔

اب بولیے جس نے اتنے احسان کئے ہوں وہ محبت کے قابل ہے کہ نہیں؟ چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ طاقتور بھی ہے مالک بھی ہے محسن بھی ہے۔ کوئی پیار کرتا تو ٹھیک نہ کرتا تو مطلقاً توجہ نہ فرماتا۔ فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ستر ماؤں جتنی محبت کرتا ہے۔ اور ایک ماں اپنے بچے سے کتنا پیار کرتی ہے یہ آپ کو اندازہ ہے ہی۔ تو اس کو ستر گنا کر کے دیکھ لیجئے اللہ اس سے بھی زیادہ اپنے بندے سے پیار کرتا ہے۔

میں تو اس بات پر حیران ہوں کافر ہو یا مسلمان نیک ہو یا بد، مشرک ہو یا موحد، وہ کسی کا رزق بند نہیں کرتا۔ ہوا سب کے لئے، پانی سب کے لئے، زمین سب کے لئے

، آسمان سب کے لئے، سورج سب کے لئے،، چاند سب کے لئے، وہ مادی نوازشات میں تخصیص نہیں کرتا۔

محبت کا یہ عالم ہے کہ پہلے ارواح سے وعدہ لیا الست بربکم سب نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے۔ یعنی تمام وہاں مان کر آئے کہ اللہ رب ہے۔۔ اسی لئے روح جسم میں آکر جسم کو کہتی ہے اسے ڈھونڈو۔ جسے میں مان کر آئی ہوں۔ اب عقل تلاش کرنے لگتی ہے۔ عقل محدود ہے لامحدود کو کہاں ڈھونڈے گی۔ عقل ناقص ہے وہ کامل کو کیسے ڈھونڈے گی۔ اسی لئے جب عقل اللہ کو ڈھونڈنے کے لئے نکلی تو کبھی سورج پر رک گئی کہ یہ خدا ہے۔ کبھی چاند پر۔ کبھی آگ پر۔ کبھی درختوں پر ۔ کبھی پتھروں پر۔ اللہ کی محبت نے جوش مارا ایک دو نہیں پورے ایک لاکھ چوبیس ہزار اپنے خاص بندے بھیجے کہ ان کو بتاؤ جن کو تم پوج رہے ہو وہ اللہ نہیں اللہ وہ ہے جو ان کا خالق ہے۔

روزانہ رات کو اللہ تعالیٰ کی تجلیات پہلے آسمان پر آجاتی ہیں اور آواز آتی ہے آؤ مانگو ۔ ہم قبول کریں گے۔ واہ کیا محبت ہے؟ بلا بلا کر عطا کیا جارہا ہے۔ آؤ میں تمہیں دوں۔ جب کوئی نہیں ہوتا تو آواز آتی ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی راہ رو منزل ہی نہیں

اللہ کی محبت پر قربان جاؤں۔ خود ہی نعمت دیتا ہے۔ خود ہی شکر کی توفیق دیتا ہے۔ اور پھر خود نعمتیں بڑھا دیتا ہے۔ اس قدر بندوں سے پیار ہے کوئی نہ مانگے تو ناراض ہو جاتا ہے۔ کوئی ایک بار بلائے تو سو بار کہتا ہے بول میرے بندے تجھے کیا ہے۔

ایک مرتبہ ایک مشرک بت خانے میں یا صنم یا صنم کی صدائیں لگا رہا تھا رات گزر گئی۔

سحری کے وقت نیند کا غلبہ ہوا تو منہ سے نکل گیا یا صمد اور صمد اللہ کا نام ہے اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا جاؤ میرے بندے سے پوچھو کیا ہے؟

جبرائیل آئے اور کہا اللہ کہہ رہا ہے مجھے کیوں پکارا کیا کام ہے؟ وہ کہنے لگا میں نے تو اللہ کو نہیں پکارا۔ جبرائیل نے کہا تم نے غلبہ نیند میں ایک مرتبہ صمد پکارا اللہ نے مجھے بھیجا جاؤ میرے بندے سے پوچھو کیا تکلیف ہے کیونکہ اگر ہم نے بھی جواب نہ دیا تو ہم میں اور بت میں کیا فرق رہ جائے گا۔

آخری بات عرض کرتا ہوں۔ کہ اللہ سے محبت کرنا کیوں ضروری ہے۔

آپ نے کبھی آٹا پیسنے والی چکی دیکھی ہوگی اس کے دو پاٹ ہوتے ہیں۔ اور بیچ میں ایک کلی ہوتی ہے جو پاٹ کو چلاتی ہے۔ چکی والا کبھی چکی صاف کرتا ہے پاٹ ہٹاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ چند دانے آٹا بننے سے بچ گئے ہیں وہ صحیح سالم ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ وہ دانے کون سے تھے جو پسنے سے بچ گئے؟ وہ دانے جو کلی کے ساتھ لگ گئے جو دونوں پاٹوں کو چلاتی ہے جو کلی سے دور ہو گئے وہ پس گئے۔ بلا تشبیہ عرض کرتا ہوں۔

زمین و آسمان چکی کے دو پاٹ ہیں اور ان کو چلانے والا اللہ ہے۔ جو بھی زمین و آسمان کی چیزوں سے پیار کرے گا پس جائے گا مر جائے گا ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے ساتھ لگ گیا وہ بچ جائے گا زندہ رہے گا۔ اللہ سے محبت کرنے والوں سے ساری دنیا محبت کرتی ہے۔

ایرک فرام نے آرٹ آف لونگ میں کہا ہے کہ اللہ اور بندے کے درمیان محبت نہیں ہوتی اطاعت ہوتی ہے۔ میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اطاعت محبت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ آپ کے دل میں جس کی دشمنی ہے یا نفرت ہے اس کا حکم آپ کس طرح مانتے ہیں۔ محبوب آگ کے پار بیٹھا ہو محبت اس کو مجبور کرے گی کہ وہ آگ

لیے گزر جاتے اور محبوب سے ملے۔ دشمن آگ کے پار بیٹھا ہو تو آپ کبھی اس سے ملنے آگ پھلانگ کر نہیں جائیں گے۔

اللہ ایسا محبوب ہے جس کے بہت سے عاشق ہیں۔ وہ سب سے کہتا ہے مجھے محبوب بناؤ۔ مگر آپ اسے ہرجائی نہیں کہہ سکتے۔ اس کے چاہنے والے بڑے ہیں مگر ان کے اندر رقیبوں والی عادات نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ ایک دوسرے سے دل و جان سے پیار کرتے ہیں۔

لڑکی سے پیار کرنے والا جب تک لڑکی سے شادی نہ ہو جاتے اس کے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے پیار کرتا ہے شادی کے بعد وہ کسی کو پوچھتا بھی نہیں ہے لیکن اللہ سے پیار کرنے والے سب انسانوں سے پیار کرتے ہیں انسان کی بات اور ہے اللہ کے پریمی تو جانوروں تک سے بھی محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔

لڑکی سے آدمی پیار کرتا ہے صرف چند منٹ کے تشنج کو دور کرنے کے لئے تھوڑے سکون کے لئے۔۔ صرف ایک سکون کے لئے، تم اس سے پیار کیوں نہیں کرتے جس نے تمہارے لئے سارے سکون پیدا کیے۔

یا اللہ ہمیں اپنی محبت عطا فرما۔ آمین

محبت علم نجوم کی روشنی میں

آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کہ شادی تو ہو جاتی ہے دل نہیں ملتے۔ مجبوری کے تحت زندگی گزارتے ہیں۔ کھچے کھچے رہتے ہیں علم نجوم نے ۔بہترین جوڑوں کی نشاندہی کی ہے۔میں نے صرف ۔بہترین لکھے ہیں۔بہتر چھوڑ دیے ہیں۔۔بہر حال یہ حتمی نہیں محبت پیدا کرنے والا تو اللہ ہے۔

۱۔ وہ لڑکے اور لڑکیاں جو 22 دسمبر سے لے کر 20 جنوری تک کسی تاریخ کو پیدا ہوتے ہیں وہ اُن سے شادی کریں جن کی تاریخ پیدائش 21 اپریل تا 20 مئی یا 23 اگست تا 23 ستمبر ہے۔ یہ ہفتہ کے دن شادی کریں۔

۲۔ وہ لڑکے اور لڑکیاں جو 20 جنوری سے لے کر 19 فروری تک کسی بھی دن پیدا ہوتے ہوں ان کی ۔بہترین جوڑی ان کے ساتھ رہے گی جن کی تاریخ پیدائش 21 مئی تا 20 جون یا 23 ستمبر تا 23 اکتوبر ہو۔

۳۔ وہ مرد عورت جن کی تاریخ پیدائش 19 فروری سے لے کر 20 مارچ تک کے درمیان ہے ان کے لئے ۔بہترین محبوب وہ ثابت ہو گا جو 21 جون تا 23 جولائی یا 23 اکتوبر تا 22 نومبر کے درمیان کسی تاریخ کو پیدا ہوا ہو۔

۴۔ وہ نوجوان جن کی ڈیٹ آف برتھ 20 مارچ سے لے کر 20 اپریل میں سے کوئی دن ہو وہ اس سے پیار کرے جو 22 جولائی تا 23 اگست یا 23 نومبر تا 20 دسمبر کے دوران پیدا ہوا ہے۔

۵۔ وہ افراد جن کی تاریخ ولادت 21 اپریل سے لے کر 20 مئی کے دوران ہوئی

ان کی ہر طرح سے کامیاب محبت ان لوگوں کے ساتھ ہوگی جو دنیا میں آتے تو 22 دسمبر سے 20 جنوری کے دوران کوئی تاریخ تھی۔ یا 23 اگست سے 23 دسمبر کے دوران کی کوئی تاریخ تھی۔

۶۔ وہ لڑکا اور لڑکی جن کا جنم دن 21 مئی سے 20 جون تک کوئی دن بنتا ہے وہ اس کے ساتھ بہت خوش رہے گا جس کی تاریخ پیدائش 20 جنوری تا 19 فروری یا 23 ستمبر تا 23 اکتوبر ہو۔ یہ دوستی کا آغاز بدھ کے روز کریں۔

۷۔ جو 21 جون تا 22 جولائی تک کسی روز پیدا ہوا اس کی دوستی ان افراد سے بہت ہی اچھے رہے گی جو 19 فروری سے لے کر 20 مارچ تک یا 23 اکتوبر تا 22 نومبر کے دوران پیدا ہوتے۔ اور یہ دوستی کا آغاز جمعہ کے روز کریں۔

۸۔ 22 جولائی سے لے کر 23 اگست تک کسی روز دنیا میں آنے والے کے لئے بہترین دوست وہ ثابت ہو گا جو 23 نومبر سے لے کر 20 دسمبر تک یا 20 مارچ سے 20 اپریل تک ان میں سے کسی تاریخ کو دنیا میں آیا ہو۔ اور یہ محبت کا آغاز اتوار کو کریں۔

۹۔ وہ Y-B اور Y-G جو پیدا ہوتے تو 23 اگست تا 23 ستمبر کے درمیان کوئی تاریخ تھی ایک خوشگوار دوستی قائم کرنا چاہتے ہیں تو ان سے کریں جو 22 دسمبر تا 20 جنوری یا 21 اپریل تا 20 مئی کے دوران پیدا ہوتے یہ دوستی، شادی، محبت بدھ کے روز کریں۔

۱۰۔ 23 ستمبر تا 23 اکتوبر کے دوران پیدا ہونے والوں کے لئے۔ بہترین دوست وہ لوگ ثابت ہوں گے جو مندرجہ ذیل تواریخ کے درمیان پیدا ہوتے۔

20 جنوری تا 19 فروری

21 مئی تا 20 جون

23 اگست تا 23 ستمبر

۱۱۔ 23 اکتوبر تا 23 نومبر کے دوران پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکیاں ان کو دوست بنائیں جو 19 فروری تا 20 مارچ یا 21 جون تا 22 جولائی کے درمیان پیدا ہوتے ہوں۔

۱۲۔ 23 نومبر تا 20 دسمبر جن کی تاریخ پیدائش ہے ان کی دوستی ان کے ساتھ بہترین رہے گی جو 20 مارچ سے لے کر 20 اپریل تک یا 22 جولائی سے 23 اگست تک کسی دن پیدا ہوتے ہوں۔

یہ علم نجوم کی روشنی میں آپ کے ساتھی میں نے بتاتے ہیں۔ ان کے ساتھ آپ کا تعلق انشاء اللہ العزیز خوشگوار رہے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے علاوہ کے ساتھ تعلق اچھے نہیں ہو سکتے۔ ہوں گے اگر اللہ چاہے۔ محبت کا خالق اللہ ہے۔ جب وہ محبت پیدا کرنا چاہے پھر ستارے کچھ نہیں کر سکتے۔

محبت کب شروع ہوتی ہے؟

جب بچہ پیدا ہوتا ہے محبت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔۔۔۔ بچہ پیدا ہوتے ہی پہلا مضبوط تعلق وہ اپنے منہ سے پیدا کرتا ہے۔۔ جو چیز ملتی ہے منہ میں ڈال لیتا ہے۔ انگوٹھا چوسنے میں اسے لطف آتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ ماں کے پستانوں سے تعلق رکھتا ہے اور اس قدر مضبوط تعلق جوڑ لیتا ہے کہ ماں کو زبردستی چھڑانا پڑتا ہے وہ کڑوی کڑوی چیزیں لگا کر نفرت دلاتی ہے۔ پھر جب وہ بڑا ہوتا ہے تو ہم عمر سے تعلق جوڑتا ہے۔ جوں جوں بڑا ہوتا ہے محبت ترقی کرتی جاتی ہے۔ وہ نئی نئی محبتیں دریافت کرتا ہے جب وہ بچہ تھا تو سب سے پیار کرتا تھا سرعام کرتا تھا۔ جونہی بالغ ہوا اب وہ ایک سے پیار کرنا چاہتا ہے اور چھپ کے کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جسمانی تبدیلیاں اسے صنف مخالف سے تعلق جوڑنے پر مجبور کرتی ہیں۔

بچہ ماں سے پیار کرتا ہے صرف اس لئے کہ وہ لاشعوری طور پر جانتا ہے یہ میری روزی رساں ہے۔ جوں جوں وہ بڑا ہوگا ضروریات بڑھتی جائیں گی ان کو پورا کرنے کے لئے تعلقات بھی بڑھتے جائیں گے جتنی ضرورت اہم ہوگی وہ جہاں سے پوری ہوتی ہے اس کے ساتھ تعلق بھی اتنا ہی مضبوط ہوگا۔

آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ محبت ایک آدمی کے ساتھ کافی عرصہ رہنے کی وجہ ہی سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اکثر دیکھا ہے کہ میاں بیوی میں محبت نہیں ہوتی حالانکہ وہ اکٹھے رہتے ہیں بھائی بھائی جان کے دیری ہوتے ہیں کیا یہ اکٹھے نہیں رہے؟ بھائی بہنوں کی خبر تک نہیں لیتے ایک ہی گھر کے باسی نہ تھے؟ ہوسٹل کے طلبا اکٹھے رہتے ہوئے ایک نہیں

ہوتے ہزاروں کی تعداد سکول کے اندر اکٹھی پڑھتی ہے مگر پیار نہیں ہوتا۔

محبت کا آغاز دیدار سے ہوتا ہے۔ پھر دیکھنے کی آرزو۔ ایک بار دیکھنے کے بعد دوبارہ دیکھنے کی آرزو کا پیدا ہونا محبت کی شروعات ہے۔ سب سے زیادہ اور سب سے پہلے انسان پیار اپنے جسم سے کرتا ہے۔ انسان نقصان دہ چیز سے کبھی پیار نہ کرے گا۔

To Love and Be loved this is,or should be every one's goal.

جگہ کے لحاظ سے محبت کی اقسام۔ مجھے ان کا تجربہ نہیں ہے بس سنی ہوئی باتوں کو اپنے الفاظ میں آپ کی طرف منتقل کر رہا ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو دروغ بر گردن راوی۔ اگر ہوتا ہے تو میرا مقصد ان سے پیدا ہونے والے نقصانات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرنا ہے۔

1. Villiage Love

2. Travelling Love

3. School Love

4. Street Love

5. Office Love

6. Phonic Love

7. Domastic Love

(i) Parental Love

(ii) Brotherly Affaction

عشق جو تھا اک معرکہ دار و رسن
اب حدیث لب و رخسار تک آ پہنچا

Village Love

حسن و محبت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اور گاؤں حسن سے خالی نہیں ہیں۔ گاؤں میں محبت کرنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک گاؤں ایک گھر کی مانند ہوتا ہے اور گھر کی بات گھر والوں سے نہاں نہیں رہتی۔ شہر کے اندر ہمسایہ کے گھر چوری ہو جانے تو کچھ خبر نہیں ہوتی مگر گاؤں کے اندر تمام لڑکیوں کو لڑکوں کی خبر ہوتی ہے اور سب لڑکوں کو لڑکیوں کا علم ہوتا ہے۔ گاؤں کے اندر شہر کی نسبت حسن کم ہوتا ہے۔ ایک وہ دور تھا کہ گاؤں میں کوئی "چیٹی" لڑکی ہوتی تو سارے گاؤں میں اسی کے چرچے ہوتے۔ مگر اب وہاں بھی حسن عام ہوتا جا رہا ہے۔ لڑکی کو گاؤں میں دیکھنا تو آسان ہوتا ہے لیکن ملاقات کرنا مشکل ہوتی ہے۔۔ شہر میں دیکھنا بھی آسان ہوتا ہے اور ملاقات کرنی بھی آسان ہوتی ہے۔ گاؤں کے اندر آغاز محبت کے کئی طریقے ہیں

۱۔ گاؤں کے اندر آمدورفت پر خال خال ہی پابندی ہوتی ہے ورنہ اوپن ایئر تھیٹر ہی ہے۔ لسی لینے گئے اور بس۔۔۔۔۔۔ شروع۔۔۔۔۔۔

۲۔ یا گھر کے سامنے سے کئی بار گزرے خصوصاً اس وقت جب وہ چھت پہ ہو یا صحن میں دھوپ سینک رہی ہو۔

۳۔ آج کل گاؤں میں بجلی آ گئی ہے۔ ہر دوسرے گھر میں ٹیپ ہے لڑکا یا لڑکی کیسٹ کے بہانے گئے اور کمند پھینک دی۔

۴۔ آغاز محبت کا ایک سبب مویشی چرانا بھی ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ وہ گاؤں جو شہروں سے بہت دور ہیں۔ جہاں اخبار پڑی یا لفافے کی شکل میں نظر آتی ہے۔ اور ریڈیو کو ایک قیمتی تحفہ تصور کیا جاتا ہے۔ وہیں لڑکیاں مویشی چرانے کے لئے جاتی ہیں مظفر آباد کے دیہاتوں میں اب بھی لڑکیاں مویشی چراتی ہیں۔ وہ مویشی چرانے گئی پیچھے

سے لڑکے نے بھی اپنے مویشی کھولے اور چل پڑے۔ اور تنہائی میسر آتے ہی نظریں چار ہو جاتی ہیں۔ اب مویشی چرتے رہتے ہیں اور یہ درخت کے نیچے بیٹھ کر من بھرتے رہتے ہیں۔ ہیر رانجھا کی طرح باتیں ہوتی ہیں گاؤں میں جب دونوں کو یقین ہو جانے کہ ہم ایک دوسرے کی محبت میں قید ہو گئے ہیں تو وہ سوچتے ہیں کہ جیل میں ہمارے علاوہ کوئی نہ ہو یعنی وہ تنہائی میں ملاقات کے متمنی ہوتے ہیں۔ اب وہ تنہائی میں ملنے کے بہانے ڈھونڈتے ہیں گاؤں میں سر عام تو وہ مل نہیں سکتے۔ پھر وہ گفتگو کرنے کے لئے درمیان میں ایک واسطہ ڈھونڈتے ہیں۔ یہ لڑکی کی سہیلی بھی ہو سکتی ہے۔ اکثر وہ کوئی بچہ ڈھونڈتے ہیں۔ اسے ایک دو روپیہ پکڑایا اور کہا کہ یہ رقعہ فلاں کو پہنچا آؤ۔ لڑکا لالچ میں یہ کام کر دیتا ہے۔ شہروں کے اندر بھی ایسا ہوتا ہے۔ یہ لڑکا آہستہ آہستہ انتہائی درجہ کا کمینہ ہو جاتا ہے۔ اور خراب بھی، جان جاتا ہے کہ یہ چوری ہے اور برائی ہے۔ اس لئے وہ منہ مانگے پیسے بھی مانگنے شروع کر دیتا ہے دینے پڑتے ہیں کیونکہ وہ رازداں ہے۔ اگر وہ سہیلی ہے تو دونوں اسے تحفہ تحائف کی صورت میں کچھ نہ کچھ دیتے رہتے ہیں۔

عموماً گاؤں کے اندر پریمیوں کی ملاقات رات کے وقت ہوتی ہے دن کو ہو تو پتہ چل جاتا ہے شہروں کے اندر دن کو ہوتی ہے رات کو ہو تو پتہ چل جاتا ہے۔ جگہ کا تعین دونوں میں سے کوئی ایک کر دیتا ہے اکثر لڑکی ہی جگہ بتاتی ہے۔ اگر دیہات میں باغوں کی کثرت ہے تو پھر لڑکی اسے بتائے گی کہ تم فلاں باغ کی فلاں لائن کے فلاں نمبر درخت کے نیچے آ جانا۔

وہ دونوں وقت مقررہ پر اس جگہ پہنچ جاتے ہیں گھر والوں سے لڑکی یہ ہی کہہ کر جاتی ہے کہ میں اپنی سہیلی کے ساتھ پیشاب کرنے جا رہی ہوں۔ وہ دونوں درخت کے نیچے

ملاقات کرتے ہیں۔ اگر سہیلی ساتھ ہے یعنی تھوڑا دور ہے تو وہ صرف ہاتھ پکڑنا یا زیادہ سے زیادہ بوسہ لینے تک ہی رہتے ہیں اور آگ سلگتی چھوڑ کر جدا ہو جاتے ہیں۔

اگر باغ نہیں ہیں تو کسی فصل میں سردیوں میں گنے کی فصل میں اور گرمیوں میں گندم کی فصل میں ملنے کا پروگرام بناتے ہیں کھیت کے درمیان فصل کاٹ کر مخصوص جگہ بنائی ہوتی ہے۔ وہاں "اچھے" طریقے سے ملاقات ہوتی ہے۔

میرے دیہاتی نوجوان بھائیو! آپ کو معلوم ہے اس Love کے کیا نقصانات ہیں؟ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ اگر تم پکڑے گئے۔ تم یقیناً پکڑے جاؤ گے کیونکہ کھانسی، عشق، مشک، اشک، خارش، قتل اور پان کی پیک چھپانے نہیں چھپتی۔۔ تو تمہارے ماں باپ اور لڑکی کے ماں باپ کی رسوائی ہوگی۔۔ تمہارے ماں باپ کی کم اور لڑکی کے ماں باپ کی زیادہ ہوگی یہ احساس رسوائی اُن کو تمہارا دشمن بنادے گا۔ اگر آپ اس سے شادی کرنا چاہیں گے تو وہ ہونے نہ دیں گے اور اگر باہر سے رشتہ آیا تو "شریک" مرچ مسالا لگا کر بیان کریں گے اور یوں اس بچی کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

مجھے بتاؤ یہ محبت کی کہ عداوت؟

اگر محبت ہوتی ہے تو چھپ چھپ کے مت ملا کرو۔ اس کے دو نقصان ہوتے ہیں

۱۔ تمہارا جی بھر جائے گا۔

۲۔ ماں باپ کی رسوائی ہوگی۔

اور یہ دونوں صورتیں شادی کی راہ میں رکاوٹ ہیں اگر واقعی تم کو محبت ہے تو لڑکی کو نہ چھیڑو اپنے والدین کو چھیڑو اور نہ چھوڑو جب تک وہ خود جا کر لڑکی کے والدین سے تمہاری محبوبہ کو مانگ نہ لائیں۔

Street Love

لڑکا اور لڑکی دونوں ایک ہی گلی میں رہتے ہیں۔ لڑکوں کا گلی میں کھڑے ہونا عادت ہے۔ سودا سلف لینے بھی یہی جاتے ہیں اور فارغ اوقات میں جوانی کے تمام لوازمات بھی لے کر یہی کھڑے ہوتے ہیں۔ لڑکا گلی سے گزر رہا تھا کہ لڑکی کسی کام سے چھت پہ تھی اچانک نظر پڑ گئی۔ لڑکے اور لڑکی کے دل میں یہ نظر چبھی تو اب وہ اسی بہانے میں رہیں گے کہ پھر کب دیکھیں؟ اب وہ دونوں تلاش میں رہیں گے۔ لڑکا بار بار اس کے مکان کے سامنے سے گزرے گا وہ بھی دروازہ بند کرنے کے بہانے آئے گی۔ پہلے دروازہ کھولے گی پھر ادھر اُدھر دیکھے گی ذرا مسکرائے گی اور دروازہ بند کر دے گی۔ اگر اس کا کوئی چھوٹا بھائی ہے تو اسے آواز دینے کے لئے آئے گی۔ تلاش کرے گی مسکرا کر دروازہ بند کر لے گی۔ بس اسی طرح کھولتے کھولتے اور بند کرتے کرتے کام شروع ہو جاتا ہے۔ اب مزید ملاقات کے لئے اگر وہ سکول پڑھتے ہیں تو راستے میں صبح و دوپہر ملاقات کر لیتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک سکول نہیں پڑھتا یا دونوں نہیں پڑھتے۔ تو پھر لڑکا اس کے بھائی کو دوست بنائے گا اکٹھے پھریں گے خوب دوستی بنے گی یہ دوستی گھر والوں کو بھی معلوم ہو جاتی ہے پھر وہ اپنے دوست کو بلانے آتا ہے آگے سے محبوبہ دروازہ کھولتی ہے۔ بس یہی وہ چاہتا تھا۔

سٹریٹ لو یوں بھی ہو جاتا ہے کہ لڑکے کی بہن اور وہ لڑکی ایک ہی سکول میں پڑھتی ہیں ایک دن وہ کتاب لینے آئی اور بس دل میں سمائی اور سبق شروع پھر اس کو اکثر کتاب کی ضرورت پڑتی ہی رہتی ہے۔

اگر لڑکے کی بہن سے کوئی واقفیت نہ ہو تو پھر واقفیت پیدا کی جاتی ہے۔ وہ یوں ہوتا ہے کہ محلے داری کے ناطے سے لڑکی پہلی دفعہ لڑکے کی ماں کو دعوت دیتی ہے

ہمارے گھر فنکشن ہے آپ نے ضرور آنا ہے آنٹی دیکھ لیں آپ نے ضرور آنا ہے اور ساتھ میری سہیلی کو بھی لانا ہے۔ آپ نہ آتے تو میری امی بول رہی تھیں کہ ناراض ہو جاؤں گی۔ بس یہاں سے دوستی شروع۔ اب وہ بھی بہانے بہانے سے آتی ہے آج کھیر پکائی تھی امی نے کہا ان کو دے آؤ۔ یا یہ کام لڑکے کی بہن کرتی ہے وہ اسے اعتماد میں لیتا ہے اور کسی بہانے سے بلوانے کے لئے کہتا ہے اس بھائی نے کتنا برا کیا کہ برے کام میں بہن کو شامل کر لیا یہ بھی تو عورت ہے کیا اس کے جذبات نہیں ہیں؟ بعض اوقات یہی لڑکی محبوبہ کے بھائی سے سیٹ ہو جاتی ہے۔ بہرحال متعدد طریقے ڈھونڈے جاتے ہیں۔ بعض یوں کرتے ہیں کہ لڑکی کے باپ سے راہ و رسم بڑھانا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کو زیادہ وقت دیتے ہیں اور بوڑھے کو تو خوشی ہوتی ہے کہ کوئی اسے توجہ کا مرکز بناتے پھر وہ بعض دفعہ کام کہہ دیتے ہیں اور لڑکا یہ کام خوشی خوشی کرتا ہے۔ چیز لانے اور دینے میں بھی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی رہتی ہیں۔

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ لڑکے کے گھر والے کسی کام سے چلے جاتے ہیں اسے بھی جانے کو کہتے ہیں مگر وہ کام کا بہانہ کر کے رک جاتا ہے۔ لڑکی کو معلوم ہوتا ہے کہ آج مجنوں اکیلے ہیں وہ کتاب کے بہانے یا کوئی چیز دینے کر جاتی ہے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ مجنوں صاحب نے کھولا۔ نبضیں تیز ہوتیں۔ "خالہ کدھر ہیں؟" لڑکی پوچھتی ہے۔ "خالہ تو کوئی نہیں خالہ کا بیٹا ہے کوئی حکم؟" نظریں نیچی رکھتے ہوتے امی نے کھیر پکائی تھی اور کہا آنٹی کو دے آؤ۔ گفتگو یہیں پہ ختم ہو جاتی ہے۔ ایک دم سے نظریں ٹکراتی ہیں اور لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آتی ہے چند لمحے خاموش رہتے ہیں پھر لڑکا ہی گفتگو کرتا ہے ۔ اب یہ لڑکے کی تعلیم ا خاندانی شرافت ہے کہ وہ کیا باتیں کرتا ہے وہ آگے بڑھ کر ہاتھ چھوتا ہے اور سانس تیز ہو جاتی ہے۔ اب میں چلتی ہوں یہ وہ رسماً ہی کہتی ہے دل

سے یہی چاہتی ہے یہ مجھے روکے بھی اور رومانٹک باتیں بھی کرے اب وہ باتیں کیا کرے گا۔ یہی میں تیرے بغیر نہیں رہ سکتا۔ رات بھر تجھے یاد کرتا ہوں۔ عام گھسے پٹے جملوں کا بار اس کے کان پر ڈالتا ہے اور وہ انہی جملوں کو حرزِ جاں بنا لیتی ہے۔۔

ایک دم اسے خیال آتا ہے کوئی دیکھ لے گا اور تیزی سے دل میں خوشی کا طوفان لئے نکل جاتی ہے بعد میں لڑکا بھی کمرے میں بیٹھ کر ان جملوں کے اثر کو محسوس کرنے لگ جاتا ہے۔

سٹریٹ لو کے اندر یوں بھی دیدار ہوتا ہے اگر ان کے گھر قریب قریب ہیں اور وہ سکول میں بھی پڑتی ہے تو ۱۲ بجے وہ چھت پر آ جاتی ہے اور یہ بھی سبق یاد کرنے چھت پہ آ جاتا ہے پھر وہ خوب دیکھتا ہے کتاب نہیں کتابی چہرہ۔ اور اشاروں میں ساری گفتگو بھی ہو جاتی ہے۔۔ یا لڑکا گڈی اڑانے کے لئے چھت پہ چڑھا اور وہ پڑھنے کے لئے آگئی لڑکی کے والدین بھی چھت پر ہوں تو اب وہ اس کی طرف دیکھ تو نہیں سکتی پھر وہ بار بار نیچے جاتی گی کبھی پانی کے لئے کبھی روٹی کے لئے اور اس طرح اپنی موجودگی کا احساس دلاتی گی۔

سٹریٹ لو پورے محلے میں دھوم جاتا ہے۔ لڑکوں کے اندر یہ خرابی ہے کہ وہ دوستوں کو بتا دیتے ہیں۔ اگر اس نے کوئی رقعہ لکھ مارا تو وہ سب کو دکھاتے گا سناتے گا۔ ویسے بھی لڑکی کے بار بار چھت پہ آنے سے محلے والوں کو بھی شک ہو جاتا ہے۔ تو آپ نے لڑکوں کو بتا کر بہت برا کیا اگر وہ مکان ان کا ذاتی ہے تو محلے میں تمام لڑکوں کے سامنے ان کی بے عزتی ہو گی اس کا بھائی باہر نکلے گا تو اگر کبھی لڑائی ہو گی تو لڑکے طعنہ ماریں گے کہ تیری تو بہن فلاں کے ساتھ پھنسی ہوئی ہے۔ فساد ہو گیا۔ اب بہن یہیں یا لڑکا نہیں آپ کے ساتھ شادی ہو جاتے تو بہتر اگر نہ ہو تو شادی کرتے ہوتے ہی

جانچ پڑتال ہوتی ہے کسی نے تذکرہ کر دیا تو لڑکی کی زندگی تو آپ نے خراب کر دی۔
یہ کوئی محبت ہے یہ تو سراسر عداوت ہے۔ سیدھا طریقہ لڑکی پسند ہے تو والدین کو اس کے والدین کے پاس بھیجو۔

School Love

یہ لو عموماً Co-Education اداروں میں پروان چڑھتا ہے۔ جہاں پر B-Y اور G-Y اکٹھے پڑھتے ہیں۔ آپ مجھے ایک بات بتائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ

آگ کے قریب گھی رکھو اور کہو کہ گھی پگھلے گا نہیں
آگ کے نزدیک پٹرول رکھ دو اور کہو کہ پٹرول آگ پکڑے گا نہیں
بارش میں کسی کو دھکیل دو اور کہو کہ یہ بھیگے گا نہیں
کسی کے زور سے چاقو گھونپو اور کہو کہ خون نکلے گا نہیں
نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو آزادانہ گھومنے پھرنے دو اور کہو کہ کوئی پھنسے گا نہیں

!!! بیرون ممالک میں School Love حدود پھلانگ چکا ہے۔

Ben-Lindsey اپنی کتاب "Revolt of Modern Youth" میں لکھتے ہیں کہ
" ہائی سکول کی کم از کم ۴۵ فیصد لڑکیاں سکول چھوڑنے سے پہلے خراب ہو چکی ہوتی ہیں -------- ہائی سکول کا لڑکا بمقابلہ ہائی سکول کی لڑکی کے جذبات کی شدت میں بہت پیچھے رہ جاتا ہے۔ عموماً لڑکی ہی کسی طرح پیش قدمی کرتی ہے اور لڑکا اس کے اشاروں پہ ناچتا ہے ----- ہائی سکول کی کم عمر والی ۴۹۵ لڑکیاں جنہوں نے خود مجھ سے اقرار کیا ہے کہ ان کو لڑکوں کے ساتھ جنسی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے۔ ان میں سے ۱۲۵ کو حمل ٹھہر گیا تھا"

۔ پاکستان ٹائمز ۱۵ ستمبر ۱۹۶۸ء کو چھپنے والے ایک مضمون کی چند سطریں ملاحظہ ہوں " ۱۹۶۲ء میں امریکہ کے چند ہائی سکولز کا معائنہ کیا گیا تو چھیاسی فیصد لڑکیاں حاملہ نکلیں .... مغربی جرمنی میں ان طالبات کی تعداد جن کی عمر ۱۳-۱۸ سال کے درمیان ہے اور جو نکاح سے قبل مائیں بن چکی ہیں ۱۹۵۰ء میں ۱۴۴۷۵ تھی اور آج ۳۰۰۰۰ ہے"

جوانی جب آ جاتی ہے تو جنسی ہیجان اور جذبات کا سیل تند ساتھ لاتی ہے۔ اس سیل کے آگے مذہب کا بند باندھو ورنہ یہ سب کچھ بہا کرلے جائے گا اور مذہب اختلاط سے منع کرتا ہے۔

اے لوگو! تم کو اپنی حیادار، پردہ دار، باعصمت پاکیزہ بچیاں اچھی نہیں لگتیں؟ آج کل لڑکے ان سکولز میں داخلہ لیتے ہیں جہاں لڑکیاں پڑھتی ہوں.... کیوں؟ اور کچھ ماڈرن مجنوں یوں کرتے ہیں۔ پڑھتے گورنمنٹ سکول میں ہیں مگر مختلف اداروں میں داخلہ لیں گے صرف صنف نازک کی نزاکت دیکھنے کے لئے۔

آج کل کے دور میں فلموں کی وجہ سے بچی جلد جنسی طور پر جوان ہو جاتی ہے۔ ساتویں آٹھویں کی بچی ان احساسات کو محسوس کرنا شروع کر دیتی ہے۔ کیونکہ انڈین فلموں کے لوسین وہ بارہا دیکھ چکی ہوتی ہے۔ اب ہوتا یوں ہے کہ وہ اسکولز جہاں میٹرک یا مڈل تک تعلیم مخلوط ہے جونہی Recess ہوتی ہے کمروں میں بیٹھ جاتے ہیں اور خوب گپیں لگاتے ہیں۔ کئی قسموں اور کئی وعدوں کا تبادلہ ہوتا ہے۔

مڈل کلاس میں زیادہ تر یہ لو شروع ہوتا ہے۔ جو بھی لڑکی پٹانا چاہے گا کوئی بہانہ تلاش کرے گا۔ اگر ایک ہی کلاس میں پڑھتے ہیں تو پھر کتاب مانگیں گے۔ اگر اس نے کتاب دے دی تو آدھی رضامندی تو ہو گئی۔ پھر وہ کتاب پر کوئی شعر لکھے گا یا وہی

پرانی بات مکمل جاسم سم یعنی "I Love You" پھر وہ کتاب واپس کر دی جانے گی پھر ایک دن لڑکی کتاب مانگنے گی اور یہی عمل دہرانے گی۔ پھر شروع اب وہ اگلی منازل طے کرنے کے متعلق سوچنا شروع کریں گے اور تعلیم نمبر ۲ پہ ہو جانے گی۔ ماڈرن اور امیر لڑکے کو لڑکی پھسانے میں آسانی ہوتی ہے۔

اکثر مڈل کلاس کے بچے یا جہاں میٹرک کلاس بھی مخلوط ہے اور پڑھانے والی استانیاں ہیں وہ لڑکے استانی کو بھی نہیں چھوڑتے۔ ایک استانی نے مجھے بتایا کہ ایک آٹھویں کے لڑکے کو چھٹی کا لڑکا پوچھ رہا تھا "پھسالی کہ نہیں؟" اور اس کا یہ جملہ استانی صاحبہ کے لئے تھا پھر استانی نے اسے خوب مارا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے میں علمی قابلیت کم اور فلمی قابلیت زیادہ ہوتی ہے۔

ایک آدمی مجھ سے کہنے لگے یونیورسٹیز میں مخلوط تعلیم کا کوئی ڈر نہیں۔ کیونکہ اس سٹیج تک پہنچتے پہنچتے میچور ہو جاتے ہیں۔ یہ آدمی اتنا نہیں سمجھتا۔ کہ یونیورسٹیز تک پہنچتے پہنچتے جنسی طوفان تیز ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ دلیل دینے والے سے میں نے پوچھا کہ یہ قاتل، چور، ڈاکو، سمگلر بھی تو میچور ہوتے ہیں اچھے برے کی ان کو تمیز ہوتی ہے۔۔ وہ اپنے کاموں کو بھی برا سمجھتے ہیں پھر کیوں یہ برے کام کرتے ہیں۔

فارن ممالک کی یونیورسٹیز کا حال چھپا ہوا نہیں ہے۔ اور آپ لوگ ان کو ترقی یافتہ مہذب نہ جانے کن کن القابات سے نوازتے ہیں۔ وہاں لڑکیاں خود خواہش کرتی ہیں کہ کوئی لڑکا ان کو "ڈیٹ" کے لئے بولے۔ ڈیٹ پر تنہا لڑکا اور لڑکی جاتے ہیں تو کیا وہ اسباق پر گفتگو کرتے ہیں؟ یہ ترقی یافتہ۔۔۔۔۔ آبرو باختہ۔۔۔۔۔ ہو جاتی ہے۔ اور پھر ان یونیورسٹیز کی لڑکیاں ایک ہی لڑکے کے ساتھ نہیں بلکہ ہر ویک اینڈ پر ڈیٹ پر جاتے کی دوسرے لڑکے کتنے ساتھ اور پھر جو ہوا مرچ مسالا لگا کر دوسری سہیلیوں کو

بتانے کی۔ جنسی طور پر زیادہ سے زیادہ سکون پہنچانے والی لڑکی لڑکوں میں مشہور ہو جاتی ہے پھر ہر لڑکے کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اسے ڈیٹ دے بعض لڑکیاں نمبر بڑھوانے کے لئے استاد کے ساتھ تعلقات "خاصہ" بنا لیتی ہیں۔ ہمارے پاکستان کے اندر لڑکے اور لڑکیوں کا اکٹھا مطالعاتی دورے پہ تفریحی مقامات پر جانا "ڈیٹ" کی ریہرسل ہے۔ میں نے لاہور کے تاریخی مقامات پر کئی طالبات و طلباء کو اکٹھے آتے دیکھا ہے۔

۱۸ نومبر ۱۹۹۵ء کو شاہی مسجد کے گیٹ کے سامنے ایک اسکول کے طلباء طالبات اور استانیاں تعجب یہ ہے کہ تمام تقریباً ہم عمر۔۔۔ !!! ۔ ایک دوسرے سے آزادانہ، عامیانہ گفتگو ہو رہی ہے۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کے آنے کا کیا "تک" ہے۔ یہ کس کا مطالعہ ہے؟ چلو پانچویں کی حد تک تو بجا ہے۔ یہ مڈل و میٹرک ؟؟؟؟ !!! بچوں کو آزاد فضا میں آزاد کرنے اور ہونے کا موقعہ۔ بچوں نے سیر کرنا ہے تو والدین بھائیوں کے ساتھ جائیں۔ مطالعاتی دورہ ہے تو صرف لڑکے جائیں یا صرف لڑکیاں ۔ ماں باپ نصیحت کرتے ہیں بیٹا "دل لگا کر پڑھنا" چنانچہ یہ پہلے دل "لگاتے" ہیں پھر پڑھتے ہیں۔

کرو شوق سے محبت مگر ایک بات سن لو
کسی اور کام کے نہ رہو گے دل لگا کر

Travelling Love

یہ لَو دو قسم کا ہوتا ہے۔ عارضی اور طویل

(ا)۔ عارضی

آپ کسی کام کے لئے جا رہے ہیں۔ گاڑی میں کوئی خوبصورت چہرہ نظر آ گیا۔ آپ کی کوشش ہوگی اس کے قریب ہی جگہ ملے۔ بعض لوگ بس، ویگن، کوچ میں بیٹھنے سے پہلے جائزہ لیتے ہیں کوئی اچھی سی سواری ہے؟ اگر قریب سیٹ نہ ملے تو وہاں بیٹھیں گے جہاں سے اس کا چہرہ "رینج" میں ہو۔ اگر آگے تشریف فرما ہوں تو پھر مکمل طور پر تو اس کے چہرے کو پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ سکتے یوں باہر دیکھنے کے بہانے کنکھیوں سے دیکھتے ہیں۔ اور بعض لوگ لڑکیوں کی موجودگی میں اپنا احساس دلانے کے لئے اونچی اونچی گفتگو شروع کر دیتے ہیں۔ اگر لڑکے میں کوئی دم خم ہو تو نظروں کا تصادم بھی ہو جاتا ہے۔

مگر اس عارضی سفری لو کا فائدہ؟ ابھی سٹاپ آ جائے گا آپ اپنی طرف روانہ ہو جائیں گے اور وہ اپنی منزل کی جانب۔۔۔۔ خود کو مصیبت میں ڈالنے کا فائدہ؟ کچھ لڑکیاں بہت "چالو" ہوتی ہیں۔ دوران سفر لائن دے دیتی ہیں تاکہ انجوائے رہے۔ یہ اکثر ریل گاڑی میں ہوتا ہے۔ ایسے احمقوں کو لڑکیاں پہچان لیتی ہیں۔ وہ اپنی لگاتار "تاڑ" سے پہچانے جاتے ہیں۔

"ایک لڑکا مسلسل ایک لڑکی کو تاڑے جا رہا تھا۔ اور سفر بھی جاری تھا۔ ایسے لڑکے اسٹیشن پر گاڑی رکے تو فوراً پلیٹ فارم پہ کھڑکی کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں بال سنواریں گے۔ یا دوسروں کے ساتھ چھیڑ خانی کریں گے۔ اور دوران کار دیکھتے بھی

رہیں گے۔ جب یہ لڑکا اسٹیشن پر گاڑی کھڑی ہوئی اترا اور گھورنا شروع کیا تو لڑکی نے بلالیا اور کہا پلیز بوتل لا دیجئے۔ وہ دوڑا دوڑا گیا اور بوتل لے آیا پینے کے بعد پیسے دینے لگی تو بولا آپ رہنے دیں تو وہ اونچی آواز سے بولی بھائی جان بہت بہت شکریہ۔ یہ عارضی نو ہے۔

بھائی جان ! لفظ بھائی جان سے بات یاد آئی کہ یہ لفظ تو بڑا متبرک ہے۔ متبرک تھا۔ مگر اب لڑکیاں بھائی جان نہیں کہتیں۔ "پائن" یا پائی جان" یا" پائی ین" بولتی ہیں۔ سننے والا سمجھتا ہے کہ یہ اسے بھائی ہی سمجھتی ہے۔ یہ الفاظ کزنز کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ آج کل تو لفظ "بہن" بھی احترام کھو بیٹھا ہے ایک لڑکے کو دیکھا وہ بہن بہن کہہ رہا ہے اور نظریات" اور" ہیں میں نے کہا ظالم یہ کیا کر رہے ہو تم تو اسے بہن کہتے ہو بولا کوئی فرق نہیں پڑتا بندے کو اندر سے بے غیرت ہونا چاہیے۔۔۔۔ !!! میں "ہکابکا" رہ گیا۔

(۲) طویل لو

یہ ان لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان ہوتا ہے۔ جو روزانہ ایک ہی گاڑی کے ذریعے سفر کرتے ہیں۔ وہ چونکہ روز جاتے ہیں یا تو سٹاپ ایک ہوتا ہے یا وقت ایک ہوتا ہے اس وجہ سے وہ ایک ہی گاڑی میں سوار ہوتے ہیں۔ کچھ تو ویسے ہی پھنس جاتے ہیں اور کچھ کو بڑے جتن کرنا پڑتے ہیں۔ مثلاً اس لڑکی کی طرف روز گھورنا۔ اپنی نظروں کی تپش سے اس کی سنگدلی اور اجنبیت کو پگھلانا۔ یہ ان لڑکوں کا طریقہ ہوتا ہے جن میں کچھ شرم ہے اور کچھ تو مرزا صاحبان والا فلسفہ محبت رکھتے ہیں وہ بس میں وہیں بیٹھیں گے جہاں لڑکی بیٹھتی ہے۔ اور پیچھے سے چھیڑیں گے۔ کوئی جملہ بولیں گے یا "ٹہوکا" لگائیں گے وہ پیچھے مڑ کر دیکھے گی تو آنکھ ماریں گے وہ ہنس گئی تو پھنس گئی۔

وہ لڑکی جو جنسی حرکت کی وجہ سے آپ کی دوست بنی ہے یعنی کوئی جملہ بولا۔ آپ نے یا اس نے کسی عضو کو مس کیا اور آپ کے تعلقات بڑھ گئے ایسی محبت بالکل پائیدار نہیں ہوتی۔ شادی کے بعد دونوں مطمئن نہیں رہتے۔ عورت کسی اور سے تعلق جوڑ لیتی ہے اور مرد کو شک رہتا ہے۔

اچھے خاندان کی لڑکی کو آپ نے چھوا یا کوئی "جنسی جملہ" بولا بس شامت شروع...... طالب علم اچھے وہی ہوتے ہیں جو دوران تعلیم علم سے محبت کرتے ہیں۔ دوران تعلیم "پونڈی" میں طاقتور ...... تعلیم میں کمزور رہ جاتے ہیں۔ تعلیم کے دوران آپ جس کے پیچھے لگے وہ بہت آگے نکل گئی۔ اتنا آگے نکل جاتی ہے کہ آپ دوڑ کر بھی اسے پکڑ نہیں سکتے۔۔ اگر آپ دلجمعی کے ساتھ پڑھتے رہتے تو اچھی نوکری ملتی۔ پھر من پسند چھوکری ملتی۔ اب نہ نوکری ہے۔ نہ چھوکری ہے۔ تم تنہا ہو...... اور سر پر ٹوکری ہے۔

آپ نے اپنے ساتھ کتنا ظلم کیا۔ اور معاشرے پہ یہ ظلم کیا کہ آپ کے اس عمل نے شریف لڑکیوں کا سفر کرنا دوبھر کر دیا۔ ماں باپ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ لڑکی سکول سفر کر کے کس طرح جائے گی۔؟ بڑے بڑے بھیڑیے دندناتے پھرتے ہیں۔ نتیجتاً وہ بچی کو سکول سے چھڑا لیتے ہیں۔ مجھے بتاؤ یہ محبت ہے؟ یہ تو ظلم ہے۔

بعض حرامیوں نے تو حد کر دی ہے۔ میں ایک دفعہ داتا صاحب سے حسن آباد جا رہا تھا کہ چوبرجی سٹاپ پر ویگن رکی اگلی سیٹ پر ایک طالبہ بیٹھی تھی۔ سٹاپ سے ایک لڑکا آگے بڑھا اس نے سرعام اس بچی کے گال پہ چٹکی کاٹی اس بچی کی اس ناگہانی آفت پہ چیخ نکل گئی۔ اور وہ بے ایمان بھاگ گیا اور کچھ لڑکے سپیشل چھٹی کے وقت بن سنور کر موٹر سائیکل لے کر لڑکیوں کو چھیڑنے کے لئے نکلتے ہیں۔ اس کو عرف عام

میں "پونڈی" کرنا کہتے ہیں۔ اور فخریہ انداز میں دوست سے کہیں گے آؤ "پونڈی" کر آئیں۔ گرلز کالج کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے جونہی لڑکیاں نکلیں گی پیچھا کرنا شروع کر دیں گے۔ Hellow بولیں گے۔ یا سیٹی ماریں گے۔ جب وہ مڑ کر دیکھے گی تو آنکھ ماریں گے۔ اگر لڑکیاں تانگے پر سوار ہیں تو موٹر سائیکل پر بیٹھ کر پیچھا کریں گے۔ اور اونچی آواز سے کہیں گے "واہ کیا بات ہے" اگر اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ہاتھ سے "ٹاٹا" کریں گے۔ محلے کی لڑکی ہو تو کچھ فائدہ ہو جاتا ہے۔ ورنہ ضیاع وقت کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ بعض منچلوں کو لڑکی کے محلے والوں سے پیٹتے ہوئے بھی دیکھا۔

یہ "پونڈ" چھٹی کے وقت سکولز اور کالجز کے علاوہ بھرے بازار میں بھی آپ کو نظر آئیں گے۔ یہ بازار میں جاتے ہیں اور چونکہ رش ہوتا ہے اس لئے یہ اپنے ہاتھوں کے ساتھ عورتوں کے اعضاء کو بھی چھوتے ہیں اور اپنی اس گندی حرکت پر لطف اندوز بھی ہوتے ہیں۔ مجھے اتنا پوچھنا ہے کیا آپ کی بہنیں جب بازار جاتی ہیں تو کوئی یہی کام کر رہا ہو تو پھر.....؟؟

تم دوسرے کی ماں بہن سے پونڈی کرو گے کوئی آپ کی عورتوں سے بھی پونڈی کرے گا چاند رات کو یہ کام عروج پر ہوتا ہے۔ لڑکے کامن پن لے کر نکلتے ہیں اور بچیوں کی پشت پر بازو پر چبھوتے ہیں چونکہ رش ہوتا ہے کھسک جاتے ہیں اس بیچاری کی چیخ نکل جاتی ہے۔ اللہ کی قسم رونے کو جی چاہتا ہے یہ مسلمانوں کے کام ہیں۔ اے نوجوانو! تم عصمتوں کی حفاظت کے رکھوالے ہو صرف اپنے ملک کی بچیاں نہیں بلکہ ساری دنیا کی بچیوں کی عصمت کی حفاظت تمہارے ذمہ ہے۔

اے نوجوانو! نبی کے بیٹو! اپنا مقام سمجھو اور دیکھو

Office Love

یہ صنعتی دور میں پروان چڑھا۔ جوں جوں صنعت ترقی کرتی گئی۔۔ وہاں شہر بنتے گئے۔ سرمایہ داروں کو لیبر کی ضرورت پڑی لوگ گاؤں چھوڑ کر شہروں کی طرف آتے۔ جب خاندان شہر آتے ضروریات شہر میں بڑھ جاتی ہیں۔ خرچے گاؤں کی نسبت زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ضروریات بڑھیں۔ مہنگائی ہوئی تو گھر کے خرچے کو ٹھیک کرنے کے لئے لڑکیاں بھی گھر سے باہر نکلیں۔ یا گھر کا سربراہ مرد نہ تھا تو اسے کہیں کام کرنا پڑا۔ لڑکی جب باہر نکلی تو مجبوریوں کا سودا ہوا۔ نوجوانی میں عورت ہو یا مرد جب باہر نکلتے ہیں تو پوشاک کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہیں عورتیں مردوں سے زیادہ توجہ دیتی ہیں۔ ڈاکٹر سے دوائی لینے جائیں گی تو میک اپ کر کے جائیں گی۔ ڈاکٹر بیچارہ خود بیمار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فطری مجبوری کے تحت وہ آفس تھوڑا سا بہتر ہو کر جاتی ہے۔ باہر کے ممالک میں شوقیہ نوکری کرتی ہیں پاکستان یا تھرڈ ورلڈ میں عورت کو مجبوراً نوکری کرنا پڑتی ہے باپ بیمار ہے یا خاوند مر گیا ہے۔ باپ ہی نہیں تو ان حالات میں وہ نوکری کرنے نکلتی ہے۔ کون سا ملازم ہے جو ترقی نہیں کرنا چاہتا اور ترقی کے لئے منظور نظر ہونا ضروری ہے۔ اور عورت کے جسم پر ایسی گوند لگی ہے کہ نظر چپک جاتی ہے۔ آفس میں عورت کو منظور نظر ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ جس دفتر میں لڑکی کام کرتی ہو گی اس کے افسر کو اس سے زیادہ ہی کام پڑ جاتے ہیں اس کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ بار بار مجھے "چہرہ کراتے" بس نہیں چلتا خوف لیبر ہوتا ہے ورنہ پاس ہی بٹھا لے۔ لڑکی افسر کو سمجھ تو جاتی ہے۔ لیکن کرے کیا؟ چھوٹے چھوٹے۔ بہن بھائی ہیں۔ گھر کا خرچہ چلانا ہے۔ ماں باپ بیمار ہیں وہ اگنور کرتی رہتی ہے مگر مرد، مرد ہے ---- وہ فطری طور پر یہ چاہتا ہے کہ میں جس عورت کو دیکھوں وہ میری محبوبہ بن جاتے۔ اور ہر ایک سے میرا "تعلق" ہو۔

ظالم اتنا نہیں جانتا" اندھیرے میں تمام عورتیں ایک جیسی ہوتی ہیں" اور میں حیران اس بات پر ہوں کہ جس افسر کے ماتحت کوئی دوشیزہ ہو اسے اپنی بیوی بری کیوں لگنے لگ جاتی ہے۔؟ وہ افسر صاحب پھر رفتہ رفتہ گھریلو گفتگو شروع کر دیتے ہیں۔ عورت مرد کے اشاروں کو بڑی جلدی سمجھ جاتی ہے۔ بیچاری غریب ہوتی ہے اور سوچتی ہے کہ شاید دولت کی چمک دمک میری زندگی کے اندھیرے کو اجالے میں بدل دے گی۔ پھر وہ لاغر آدمی کی طرح بوجھ ڈال دیتی ہے۔ مجھے نہیں معلوم یہ Love ہے یا سمجھوتا؟

اگر لڑکی چالاک ہو تو کام نکالتی رہتی ہے۔ مگر "فاصلہ" برقرار رکھتی ہے۔ لیکن جو پیسے کھلا رہا ہے۔ شاپنگ کروا رہا ہے۔ ثواب کی خاطر نہیں کسی "شے" کی قیمت دے رہا ہے اور جب اس کے خیال میں قیمت پوری ہو جاتی پھر وہ "شے" لے ہی لیتا ہے۔ کچھ سادہ لوح۔۔۔۔ لوح محفوظ کو محفوظ نہیں رکھ پاتیں اور لوح کے اوپر لکیریں ہی لکیریں پڑ جاتی ہیں۔

اور جو افسر لڑکی سے شادی کر لیتے ہیں وہ شادیاں بھی بے سکونی کا شکار ہو جاتی ہیں کیونکہ دونوں کو "پانی" اتر جانے کے بعد "گہرائی" نظر آنا شروع ہو جاتی ہے۔ افسر امیر، لڑکی غریب۔۔۔۔ افسر کی عمر زیادہ لڑکی کی عمر کم۔۔۔۔ یا خاندان ہی اس لڑکی کو قبول نہیں کرتا۔

بعض اوقات افسر خاندانی ہوتا ہے کام کرنے والیوں کو اپنی اولاد کے ہی موافق سمجھتا ہے۔ لڑکی اپنے کولیگ سے پیچ لڑا لیتی ہے۔ بعض اوقات "گڑبڑ" ہو جاتی ہے اور بعض اوقات پیچ لمبا ہو جاتا ہے۔

عورت جب کام کے لئے پہلی دفعہ گھر سے نکلتی ہے تو خوف سا ہوتا ہے۔ زیادہ میل، جول نہیں رکھتی ہے۔ لیکن یہ مرد اسے بولڈ کر دیتے ہیں۔ پھر وہ ان کی کمزوریوں کو

جان کر خود طاقتور ہو جاتی ہے۔

صرف تیسری دنیا ہی نہیں بلکہ پہلی دنیا یعنی امریکہ، برطانیہ، جرمن وغیرہ میں بھی عورت کو افسر کو "خوش" رکھنا پڑھتا ہے۔ شروع شروع میں عورت کو جھجک محسوس ہوئی مگر اب وہ عادی ہو چکی ہے۔ افسر اسے چھوڑنے بھی بعض اوقات چلا جاتا ہے۔ ہوٹل پر ڈنر بھی..... اور آہستہ آہستہ..... بات تو یورپ میں اگر باس چھیڑ چھاڑ نہ کرے تو وہ نوکری چھوڑ دیتی ہے۔ بور ہو جاتی ہے۔ میرا ایک دوست بلغاریہ میں الیکٹریشن کی دوکان کرتا تھا درویش تھا۔ اس کے بھائی نے بتایا کہ وہاں عورت سیلز مینجر ہوتی ہے اس کی دوکان پر کوئی لڑکی ٹھہرتی نہیں۔ میں نے پوچھا "کیوں؟" یہ ان کے ساتھ کچھ کرتا ہے؟ کہنے لگا اسی لئے تو جاتی ہیں کہ یہ کچھ کرتا نہیں۔

آہ! حوا کی بیٹی! تیرے سپرد تو Home کی سلطنت تھی۔ تجھے سربراہ بتایا تھا۔ سارے ڈومیسٹک معاملات تجھے سونپے تھے۔ تو بادشاہی چھوڑ کر باہر نوکر بننے کے لئے نکل آئی؟ !!! گھر میں ایک کی محبت کو چھوڑ کر دفتر میں متعدد کی محبت کو قبول کیا !! مجھے ایک بات بتا..... جب تو کام کرنے کے لئے آفس یا دفتر جاتی ہے۔ تو کتنے بھیڑیے تجھے گھور رہے ہوتے ہیں؟ اے حوا کی بیٹی! تو جسے قید کہتی ہے اس "قید" میں تو ایک مرد کی مرضی کو مانتی ہے (یا بقول تیرے ایک کا غلام بننا پڑتا ہے)، مگر آزاد معاشرے میں نکل کر تو اپنی مرضی سے کئی مردوں کے اشارے پہ چلتی ہے۔

ایک بات اور بتاتا جاؤں یہ جتنے تیری آزادی کی گفتگو کرتے ہیں۔ یہ عورت کی آزادی نہیں چاہتے۔ آزاد عورت چاہتے ہیں ان کی ہوسناک نظریں سیر نہیں ہوتیں۔ یہ عیاش آدمی تبھی عیاشی کر سکتے ہیں جب عورتیں کھلے عام پھریں۔

یہ مقابلہ حسن کیا ہے؟ نظروں کی بھوک مٹانے کا ذریعہ۔ اے حوا کی بیٹی تو نے

مقابلہ حسن میں اپنے اک اک اعضا کی نمائش کی اور سب لوگوں نے ہوس کی نظر سے تیرے اعضا کو دیکھا۔ چیک کیا۔۔ پھر اعلان کیا کہ اس لڑکی کے پوری دنیا میں اعضا خوبصورت ہیں۔

ہائے اللہ۔ حوا کی بیٹی جب سب لوگ تیرے جسم کو دیکھ رہے تھے تو تُو مر کیوں نہ گئی۔ میں ان والدین اور بھائیوں کو کس نام سے پکاروں جو مقابلہ حسن میں شریک ہوتے ہیں۔ اور جیتنے پہ وہ بھی مبارک باد دے رہے ہوتے ہیں۔

یہ مینا بازار کیا ہیں؟ آج کل تیری دنیا میں مینا بازار ہی "منی مقابلہ حسن" ہے یہ فیشن شو کیا ہیں؟ تیری دنیا میں فحاشی پھیلانے کی ابتدائی سٹیج خوبصورت لڑکیوں کو خوبصورت لباس پہنا کر یہ لوگ دیکھ لیتے ہیں۔

"عورت گھر میں رہے تو قوم کو اچھے پر وقار۔ نیک افراد ملتے ہیں جب عورت گھر چھوڑ کر باہر آ جائے پھر قوم کو آوارہ، عیاش، کاہل افراد ملتے ہیں"

ہر ایک سے ملنا تیرے وقار، تیری عظمت اور عزت کو کم کرتا ہے۔

Phonic Love

جوانی دیوانی، اندازے سے ہی نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف سے سریلی سی آواز آئی Hellow ۔ پھر نازک سی آواز آتی ہے ہیلو۔ کون؟۔ لڑکا پوچھتا ہے۔ آپ کو کس سے ملنا ہے؟ لڑکی پوچھتی ہے لڑکا کہتا ہے آپ ہی سے ملنا ہے۔ اگر بڑی عمر کی ہو شادی شدہ ہو یا شریف گھرانے کی ہو تو بنا بات بڑھائے فون بند کر دے گی۔ اگر کوئی تیز طرار لڑکی ہو تو بولے گی۔ گھر میں ماں بہن نہیں ہیں۔ وہ غصے میں فون بند کر دیتی ہے۔ دوسرے دن ٹھیک اسی وقت وہ پھر فون کرتا ہے وہی اٹھاتی ہے۔ Hellow کون؟ آپ کا خادم دیکھئے پلیز فون بند مت کیجئے گا۔ تم فون کیوں کرتے ہو آئندہ فون نہ کرنا۔

اور فون بند۔ لڑکا کب چھوڑنے والا ہے اب لڑکی کو یاد ہو جاتا ہے کہ اس وقت وہ فون کرتا ہے وہ بھی ٹائم پر فون کے پاس منڈلاتی رہتی ہے۔ ٹھیک اسی وقت بیل بجتی ہے۔ وہ جان بوجھ کر چار پانچ بیل بجنے دیتی ہے چھٹی ساتویں پہ اٹھا لیتی ہے۔ ھیلو۔ جی سنائیں کیسے مزاج ہیں؟ لڑکا پوچھتا ہے۔ اب لڑکی بناوٹی غصے سے پوچھتی ہے آپ کیوں تنگ کرتے ہیں؟

لڑکا کہتا ہے میں آپ کو تنگ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کیسی دوستی نہ تم نے مجھے دیکھا نہ میں نے تمہیں دیکھا۔ بنا دیکھے تو رب ہی سے محبت ہو سکتی ہے۔ انسان سے نہیں۔ لڑکا کہتا ہے۔ جب آپ کی آواز سریلی ہے تو آپ کا چہرہ بھی اتنا ہی حسین ہو گا۔ لڑکی کہتی ہے لتا کی آواز دنیا کی خوبصورت ترین آواز ہے مگر وہ خود خوبصورت نہیں۔ اب لڑکا ذرا چپ ہوتا ہے یہ کیا؟ تعریف فیل ہو گئی!!! کوئی بات نہیں محبت ایک روحانی جذبہ ہے آپ نہ بھی خوبصورت ہوں تو کیا ہوا۔ لیلیٰ کون سی خوبصورت تھی۔ یقین کریں میں واقعی آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ اتنی لمبی بات کرنا بتا دیتا ہے کہ وہ کچھ کچھ لائن پہ آ گئی ہے۔ اب لڑکا پھر فون کرتا ہے ادھر ادھر کی باتیں ہوتی ہیں۔ ایک دم سے وہ بولتی ہے کوئی آ گیا ہے۔ بس جب وہ یہ کہہ کر فون بند کرے کہ کوئی آ گیا ہے یہ نشانی ہوتی ہے کہ وہ مکمل طور پر "لائن حاضر ہے" آہستہ آہستہ نام پتہ پوچھتے ہیں پھر چہرے بھی ہو جاتے ہیں۔ آنکھیں چار ہو جاتی ہیں۔ اجنبیوں سے فون پر بات کرنے کی کئی وجوہ ہوتی ہیں۔ لڑکی گھر میں عدم توجہی کا شکار ہے۔ تنہا تنہا رہتی ہے کوئی پاس نہیں وہ بوریت کو دور کرنے کے لئے اندازے سے نمبر ڈائل کرے گی تو میل نے اٹھایا تو طویل گفتگو کرے گی خوب باتیں کرے گی اور دوستی گانٹھ کر روزانہ فون کیا کرے گی۔

اگر وہ آزاد خیال لڑکی ہے تو پھر وہ مرد سے بھی گفتگو کرتے ہوتے ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتی خوب دل کھول کر وقت گزاری کے لئے گفتگو کرے گی۔ بعض تو فحش ترین گفتگو بھی کرتی ہیں۔

فون پر دوستی ہم جنس کے ساتھ تو دور دراز علاقے میں رہتے ہوئے بھی ہو جاتی ہے البتہ لو قریب ہی ہوں تو ہوتا ہے۔ فونک لو بہت کم ہوتا ہے ہزاروں سے چار پانچ، محلے کے اندر ایک دوسرے کا فون آسانی سے مل جاتا ہے۔ ڈائل کریں گے مرد نے اٹھایا تو بند کر دیں گے عورت نے اٹھایا تو تعریفی کلمات شروع۔ آپ کیسی ہیں؟ Love You اچھا میں کل اپ کو فون کروں گا۔

وہ کل فون کرے گا۔ اگر وہ فون کے پاس کھڑی ہوتی تو کچھ کچھ "کچھ" ہے۔ پھر بہت کچھ۔

وہ لڑکیاں جو پریشان ہیں پریشانی دور کرنے کے لئے یا ویسے ہی وقت گزاری کے لئے ڈائریکٹری سے کوئی فون ملایا۔ بیل بجی Hellow ۔ آپ کون؟ آپ کو کس سے ملنا ہے؟ آپ ہی سے ملنا ہے فرمایئے؟ بس بور ہو رہی تھی۔ فون کر لیا آپ کا نام؟ بے بی۔ بے بی؟ وہ گانا سنا ہے؟ کون سا؟ بے بیا، بے بیا۔ نہیں تو سنو۔ وہ ٹیپ آن کر دے گی اور مکمل گانا سنائے گی۔ گانے کے بعد گفتگو میں شناسائی شروع۔ یوں دونوں سہیلیاں بن جاتی ہیں۔

فون نے Lovers کی بہت مدد کی ہے۔ پہلے لڑکی نے ملنا ہوتا تھا تو باغ وغیرہ میں جاتے اور بات ہوتی۔ اس میں پکڑے جانے اور رسوائی کا زیادہ خطرہ ہوتا تھا۔ مگر جب سے فون لگا ہے آسانیاں ہو گئی ہیں۔ اگر دونوں کے گھر فون ہے تو پھر اللہ دے اور بندہ لے۔ یا تو وہ ٹائم فکس کر لیتے ہیں۔ اس وقت مرد جا چکے ہوتے ہیں اسی کام میں مصروف

ہوتی ہے اور یہ ادھر مصروف ہوتی ہے اگر ماں پوچھ بیٹھے کسے فون کر رہی ہو؟ کوئی شناسا سہیلی کا نام لے دے گی۔ اور یہ کہہ کر فون بند کر دے گی؟ " تو آئے گی نا؟" یاد رکھنا بھول نہ جانا" "ہاں ہاں امی کو سلام دے دوں گی" اللہ حافظ

ایک اور طریقہ بھی یہ لورز استعمال کرتے ہیں فون ڈائل کریں گے۔ بیل ہوگی ایک بیل کے بعد بند کر دیں گے۔ پھر دوسری بار ری ڈائل کا بٹن دبایا۔ ایک بیل بجی اور بند کر دیا لڑکی کو معلوم ہو جاتا ہے مجنوں میاں بے قرار ہو رہے ہیں۔ گھر میں کوئی مرد نہ ہو تو وہ بھی اسی طرح کرے گی اور گفتگو شروع۔ اگر ماحول ناساز ہو تو وہ جواب نہ دے گی۔

اگر دونوں میں سے ایک کے گھر فون ہو تو پھر ٹائم فکس کر لیتے ہیں۔ اور آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ مگر اس میں خطرہ ہوتا ہے۔ آپ کھل کے گفتگو نہیں کر سکتے۔ دوکان والا ہوتا ہے اور بھی لوگ ہوتے ہیں۔ آپ روزانہ فون کریں گے تو مرد کے لئے تو کم مگر عورت کے لئے زیادہ مشکل ہوگی وہ کہیں گے یہ روز کس کو فون کرتی ہے؟ ظاہر ہے اپنے عاشق کو ایسے ایسے دیوانے بھی دیکھے ہیں جو روزانہ رات کو چار چار گھنٹے فون پہ ملاقات کرتے ہیں۔ فون پر ہی پیار جپھیاں پاندے نیں۔ منگیتر سے آپ کیا گفتگو کرتے ہیں میرا یہ موضوع نہیں مگر۔ ان آوارہ لوگوں سے صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے فون کو دلال بنا لیا ہے۔ شریف گھرانے کی بہو بیٹیوں کو فون پر تنگ کرتے ہیں اور صرف ذہنی عیاشی کے لئے فحش گفتگو کرتے ہیں خواہ آگے ماں کی عمر کی ہی سن رہی ہو۔ نتیجہ کیا نکلتا ہے وہ تنگ آ کر فون کٹوا دیتے ہیں یا بیل بند کر دیتے ہیں فون تو لگوایا تھا کہ دور کوئی مرگ یا خوشی ہوئی ہے تو اطلاع کے لئے آنے والے کا ٹائم بچ جائے۔ ایک منٹ میں اطلاع دو اور صرف جانے والے کا وقت صرف ہو۔ مگر تمہاری اس گندی حرکت کی وجہ سے کئی ضروری فونز جو موت و زندگی کے تھے مس ہو گئے۔ پہنچ نہ پاتے

ماں باپ کی محبت (Parental Love) *

Parental love is only one of the loves in our lives. Parental love has been called tragic love. It is a love that demands the most from us and gives the least return

محبت کی تمام شکلوں میں آپ کچھ نہ کچھ ضرور وصول کرتے ہیں۔ رومانس۔۔۔ Kiss کا چانس۔۔۔۔ آپ دوستی کرتے ہیں کوئی نہ کوئی مفاد ہوتا ہے۔ لیکن یہ محبت عجیب محبت ہے۔ اس میں ہم اپنا نقصان کرتے ہیں۔ تن من دھن بچے کی ترقی کامیابی فلاح کے لئے خرچ کرتے ہیں اپنی ضروریات بھول جاتے ہیں بلکہ اس کی ضروریات ہی کو اپنی ضروریات بنا لیتے ہیں تاکہ پورا کرنے میں آسانی ہو۔ اپنا پیٹ کاٹ کر اس کا پیٹ بھرتے ہیں۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو محبت کے اظہار کا طریقہ ایک ہی ہے " مکمل حفاظت اور خوراک " نہ ڈنر، نہ فلم، نہ پھول، نہ کتاب، نہ کیسٹ، نہ گیم، کسی طریقے سے آپ اظہار محبت نہیں کر سکتے ہیں۔ صرف ایک طریقہ اس کی " مکمل حفاظت اور خوراک۔"

One of the first acts of love that we perform for us baby is to feed him. To the baby, feed is the closest thing there is to love. From our earliest hours of life food and love are equated.

Allan Fromme نے صحیح کہا ہے کہ محبت کا پہلا عمل ہماری طرف سے بچے

کو خوراک دینا ہی ہے بلکہ خوراک اور محبت ابتدائی ایام میں برابر ہی ہوتے ہیں۔ ماں کے متعلق میرا کلام ملاحظہ ہو جو میں نے 30-5-93 کو لکھا۔

"ماں"

اپنا نوالہ منہ میں تیرے ڈالا
خود گیلے پہ لیٹی تجھے سوکھے پہ ڈالا۔۔۔ تھا جب پالا
آئی ہے جوانی بھولی ہے تجھے ہر بات پرانی
چھوڑا تو نے ماں کو بنا بیوی کا متوالہ
اپنا نوالہ منہ میں تیرے ڈالا

کرتا ہے ادب جو ماں اپنی کا یارو
رب کرتا ہے شان اس کی اس دنیا میں دوبالا
کہتے ہیں فرشتے آسماں سے لڑتا ہے تو جب ماں سے
اے بے ادب ماں مر جائے تو شالا
مختار جو چومیں ماں اپنی کے پاؤں
پھر ہوتا ہے رب، ان کا ہر کام پر رکھوالا

اللہ تعالیٰ کی محبت کی جھلک ماں میں نظر آتی ہے۔ میں سوچا کرتا تھا کہ اصولی طور پر ماں کو بچے سے نفرت کرنی چاہیے۔ کیونکہ فطرت یہ ہے کہ جس کی وجہ سے آدمی کو تکلیف پہنچے وہ اس سے نفرت کرتا ہے۔ آپ مجھے بتائیں کوئی بندہ آپ کو اتنا مارے کہ خون نکل آئے، زخم ہو جائیں اور درد کی وجہ سے جان لبوں تک آ جاتے ہوش میں آنے کے بعد آپ اس سے پیار کریں گے؟ ہرگز نہیں اگر اتنی تکلیف نہ پہنچا سکے تو کم از کم آئندہ منہ نہ لگائیں گے۔

مگر بچہ کی ولادت کے وقت تکلیف اور درد تو معمولی سے الفاظ ہیں ماں موت کے کنارے تک پہنچ چکی ہوتی ہے۔ چاہیے تھا نفرت کرتی مگر وہ تو اب اپنے اور اپنے خاوند سے بھی بڑھ کر بچے سے پیار کر رہی ہے۔ یہ کیا ہے؟ دنیا والو! یہ ہی تو محبت ہے۔ اصلی محبت خالص محبت۔ "دکھ کے بدلے سکھ"

حقیقت میں وہ بچے سے اس لئے پیار کرتی ہے کہ یہ اسے اپنی تخلیق تصور کرتی ہے۔ کہ اگر اللہ خالق ہے تو کچھ نہ کچھ میرا بھی حصہ ہے۔

ہڈیاں اور پٹھے باپ کے نطفے سے بنتے ہیں بال خون چمڑہ ماں کے نطفے سے۔ مشکل سے حاصل کی ہوئی چیز کو بندہ بڑا سنبھال کے رکھتا ہے

بچہ ولادت کے بعد کافی عرصہ تک مردے کی مانند ہی ہوتا ہے۔ خود کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر اس کی ماں توجہ نہ دے۔ وہ مرجائے۔ ماں اتنا پیار کرتی ہے اپنا آپ بھول جاتی ہے۔ صرف ایک یاد رہتی ہے "بچہ" رب تعالیٰ بھی اسے چھٹی دے دیتا ہے۔ ہماری نماز چھوڑ دو۔ اس حالت میں تمہارا دھیان بچہ کی طرف رہے گا۔ جاؤ اسے ہی سنبھالو۔ ہم اپنا فرض معاف کرتے ہیں۔ تم نے ہمہ وقت توجہ نہ دی تو وہ مرجائے گا انسان کو بچانا نماز سے زیادہ ضروری ہے۔ بلکہ ہمارا نماز فرض کرنے کا مقصد بھی انسان کو بچانا ہی ہے۔ بیوی بار بار خاوند کے پاس کیوں جاتی ہے؟ صرف اس لئے کہ مجھے بچہ چاہیے۔ اگر بچہ نہ ہو تو عورت غمگین رہتی ہے۔ وہ سوچتی ہے میں خالق کیوں نہ بنی؟ اتنے جذبے کے عوض اولاد کے لئے والدین کا خیال رکھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی بڑی سختی سے آرڈر فرمایا کہ تم ماں باپ کا احترام کرو۔

وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا "اور تیرے رب نے فیصلہ کیا کہ عبادت اس کی کرو اور خدمت ماں باپ کی

کرو" (سورہ اسرائیلایت۔ ۲۳)	لاتعبدون الا اللہ وبالوالدین احسانا
تم صرف اللہ کی عبادت کرو اور ماں باپ سے بھلائی کرو۔ (سورہ بقرہ۔ ۸۳)	واعبدواللہ و لا تشرکوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا
اللہ کی عبادت کرو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اور ماں باپ سے بھلائی کرو (سورہ نساء۔ ۳۶)	

آپ نے غور فرمایا کہ توحید کے بعد احترام والدین کا تذکرہ ہے آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا کتنا اہم کام ہے۔ اور اہم کام کو چھوڑنے سے نقصان کتنا ہوتا ہے۔ یہ آپ بخوبی جانتے ہیں۔

سورۃ عنکبوت کی آیت ۸ پر اور سورۃ احقاف کی آیت ۱۵ پر اللہ نے فرمایا

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا	"ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ ماں باپ سے بھلائی کرے۔"

اور یہاں تک فرمادیا

اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الكبر احدهما او کلهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما و قل لهما قولا کریما	"ماں باپ میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہنا اور نہ جھڑکنا اور بات ادب سے کرنا

ماں باپ کی گستاخی کرنے والا خود نہیں بچ پاتا اس کی اولاد اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتی ہے۔ ایک آدمی نے اپنی ماں کو سر پر اٹھا کے پیدل دس حج کرائے۔ ضعیف ماں

نکو سر پر اٹھائے کعبہ کا طواف کرا رہا تھا کہ حسن بصریؒ سے ملاقات ہو گئی۔ باتوں باتوں میں اس نے پوچھا کیا میں نے ماں کا حق ادا کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ساری زندگی ماں کو پیدل چل کر حج کراتا رہے گا پھر بھی تیرے پیدا ہوتے سے جو اسے تکلیف ہوئی تھی اس کا بدلہ بھی نہیں بنے گا۔

ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے اور یہ جنت باپ ہی سپلائی کرتا ہے۔ سگمنڈ فرائڈ کہتا ہے بچہ ماں سے زیادہ پیار کرتا ہے اور بچی باپ سے اس کی وجہ وہ Sex بتاتا ہے۔ اس کی وجہ Sex نہیں کچھ مفاد اور کچھ نفسیاتی اثر ہے۔

مفاد

بچہ ماں سے اس لئے زیادہ پیار کرتا ہے ماں اس کا بچی سے زیادہ خیال رکھتی ہے۔ کھانے میں، توجہ میں، پیار میں ہر عمل میں وہ اسے بچی پر ترجیح دیتی ہے۔ وہ غلطی کر بیٹھے تو درگزر کرے گی لڑکی غلطی کرے تو مار سے بھی گریز نہ کرے گی۔ بیٹے کی غلطی کا باپ کو پتہ چل جائے وہ مارے تو یہ بچائے گی۔ ماں کا یہ عمل اتنا بھرپور ہوتا ہے کہ بچی واضح طور پر محسوس کر لیتی ہے۔ ماں کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ میرے بڑھاپے کا سہارا بنے گا۔ ہمیں کما کر دے گا۔ اور لڑکی ہم سے لے کر جائے گی لڑکا باہر سے لائے گا اور لڑکی نہ صرف اپنا بلکہ اپنے خاوند کا حصہ بھی لے کر جائے گی۔ چنانچہ وہ لڑکی کی طرف داری کم کرتی ہے اور لڑکے کی زیادہ اور یہ نفسیاتی مسئلہ ہے جو زیادہ فائدہ پہنچائے اسی سے پیار ہوتا ہے۔ باپ ماں کی نسبت کرخت ہوتا ہے۔ لڑکے کو مارتا بھی ہے ڈانٹتا بھی ہے اس لئے وہ باپ سے زیادہ پیار نہیں کرتا۔

بچی باپ سے پیار اس لئے کرتی ہے کہ وہ سارا دن ماں کے ساتھ کام کرتی ہے۔ کام کے دوران ماں ٹوکتی رہتی ہے کیونکہ جتنا زیادہ آپ کسی کے پاس رہیں گے

اہمیت کم ہوتی جائے گی۔ باپ سارا دن باہر ہوتا ہے زیادہ وقت بچی کے ساتھ نہیں بتاتا۔ شام کو تھوڑے سے وقت میں وہ بچی سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔ بچی باپ کا انتظار کرتی ہے کیونکہ وہ آتے ہی پیار کے دو بول بولے گا اس لئے اس کی خدمت کرتی ہے۔ اور لڑکی کے لیے شادی کا خرچہ تو باپ ہی نے کرنا ہوتا ہے۔

بہرحال کچھ بھی ہو۔ ماں باپ کا نرم و گرخت ہونا بھی حکمت سے خالی نہیں ہے۔ آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ ایک باپ دس بچوں کو پالتا ہے مگر دس بچے ایک ماں یا ایک باپ کو نہیں پال سکتے۔ ماں باپ کی محبت کیا ہے؟ ان سے پوچھو جن کے ماں باپ نہیں ہیں۔

"اللہ اگر زمین پہ کسی روپ میں آیا تو ماں کے روپ میں آئے گا"

برادرانہ محبت Brotherly Love

تاریخ کے اندر زبردست محبت صرف مرد و عورت کے درمیان ہی پائی گئی ہے لیکن برادرانہ محبت ہم جنس کے درمیان رہی ہے۔ برادرانہ محبت، محبت کی سب سے زیادہ عمومی قسم ہے۔ یہ ایسی محبت ہے جو دنیا کے ہر شخص سے بیک وقت کی جا سکتی ہے۔

برادرانہ محبت کی اصل شکل گھر کے اندر نظر آئے گی۔ بھائی بھائی کے درمیان بہن بھائی کے درمیان بھائیوں کی محبت اتنی پختہ نہیں ہوتی۔ خصوصاً شادی کے بعد۔ لیکن اتنا ہے شادی سے قبل آپس میں لڑائی جھگڑا تو ہو جاتا ہے مگر پھر صلح ہو جاتی ہے۔ چھوٹی موٹی غلطیاں نظر انداز کر دیتے ہیں ایک دوسرے کا خیال بھی رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کو مانگنے پر یہ اپنی استعمال کی چیزیں بھی دے دیتے ہیں۔ بھائی نے کھانا نہ کھایا ہو تو پوچھتے ہیں تجھے کیا ہے۔ اسے تکلیف ہو جائے تو تمام بہن بھائی اس کی تیمارداری میں لگ جاتے ہیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو سب مقابل پہ آ جاتے ہیں۔ میں پوچھ سکتا ہوں ایسا کیوں ہے؟ آپ صرف یہ جواب دیں گے ہم ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ اس تصور نے بھائی کو بھائی سے اور بھائی کو بہن سے محبت کرنے پر اکسایا ہے۔ اگر اس تصور کو تھوڑا سا وسیع کر دیا جائے تو جس طرح گھر پر سکون ہوتا ہے اس طرح ملک بھی پر امن ہو جائے یعنی ہم اپنے دماغ میں بٹھا لیں کہ ہم سب ایک کنبہ ہیں اور اللہ ہمارا مالک ہے۔ خالق ہے جس طرح کا سلوک ہم اپنے بھائی سے کرتے ہیں اسی طرح کا ہر مسلمان سے کرنے لگ جائیں۔

بھائی کی بھائی کے ساتھ محبت میں شدت ہوتی ہے مگر شادی کے بعد کم پڑ جاتی ہے پھر وہ بھائی کم بیوی کا شوہر زیادہ ہوتا ہے۔ اگر بڑا بھائی ہے اور عمر کا فرق ۳ چار سال

بڑے اور شادی ہوتی ہے تو چھوٹے بہن بھائی اس سے کھچے کھچے رہیں گے۔ طعنے ماریں گے اس کی بیوی کو طنز کریں گے یہ لاشعور میں چھپی ہوتی دشمنی ہوتی ہے۔ جو ظاہر ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ سوچتے ہیں اس کی شادی ہو گئی ہے ہماری کیوں نہیں ہوتی۔ ہاں اگر ان کو یقین ہے کہ ہماری ہونے والی ہے پھر تو رویے میں شدت کم ہو گی پھر وہ بھابی سے بڑا پیار کریں گے بڑے بھائی پر جتنا زیادہ خرچے کا بوجھ ہو گا چھوٹے اس کی شادی پر اتنا ہی نفرت کا اظہار کریں گے۔ کیونکہ ان کی اپنی خواہشات کا جنازہ نکلتا ہوا نظر آ رہا ہوتا ہے وجہ یہی ہوتی ہے وجوہ کوئی اور تیار ہے ہوتے ہیں۔

شادی کے بعد بھائیوں میں محبت کی کمی کی وجہ شادی شدہ بھائی بھی ہوتا ہے۔ اب وہ پوری کی پوری توجہ بیوی کو دیتا ہے۔۔ پہلے وہ فروٹ لاتا تھا سیدھا ماں کو دیتا تھا مگر شادی کے بعد وہ سلوکے میں چھپا کر سیدھا بیوی کے پاس لے جاتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے جس سے زیادہ مفاد ہو وہ اسی کی طرف زیادہ توجہ دیتا ہے۔ بہن اور ماں اس کو صرف توجہ دیتے ہیں اور چند الفاظ محبت کے بول دیتے ہیں مگر بیوی توجہ دیتی ہے اور پیار کے بول بھی بولتی ہے اور۔۔۔۔۔۔ اب آپ ہی بتائیں وہ توجہ کس طرف دے گا؟ اس حقیقت کو ماں اور بہنوں کو بھی سمجھ لینا چاہیے اب وہ جو آپ چاہتے ہیں کر تو نہیں سکتا۔ الٹا آپ کو نقصان ہو گا۔۔ کیونکہ آپ کا بھائی جس سے پیار کرتا ہے آپ اس سے نفرت کریں اور بھائی سے پیار جتلائیں اس کا بھی فائدہ نہ ہو گا۔ آپ بھی دونوں سے پیار کریں وہ بھی بدلے میں آپ سے پیار کرے گا۔

مگر بعض اوقات بھائی شادی کے بعد بھی پیار میں شدت رکھتے ہیں لیکن بیوی "کپتی" ہوتی ہے وہ ایسی باتیں اور حرکتیں کرتی ہے کہ لڑائی پیدا ہوتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے وہ ایسا کیوں کرتی ہے؟ ہر عورت کی خواہش ہوتی ہے اس کا آشیانہ ہو وہ اکیلی

ہو۔ اس کا خاوند جب آتے وہ اٹھ کر ویلکم کرے۔ پیار کے مختلف طریقے اپنائے۔ ناراض ہو وہ مناتے۔ بار بار بلاتے ستاتے۔۔ کبھی خاوند مذاق کرے وہ ہنسے۔ کبھی بیوی کوئی چٹکلہ سنائے تو خاوند مسکرائے یعنی کچھ کرنے اور کہنے پر کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ یہ سب کچھ جوائنٹ فیملی میں نہیں ہو سکتا اس لئے وہ لڑتی ہے۔ اور لڑاتی ہے۔ جب خاوند کے ساتھ تنہائی میں ہوتی ہے تو مرچ مسالا لگا کر باتیں بناتی ہے۔

جس طرح ایک بیوی جسے میں ایک "عظیم مفاد" کہتا ہوں بھائیوں کے درمیان محبت ختم کرتی ہے اسی طرح معاشرے کے اندر بھی کئی مفاد ہوتے ہیں جن کو اہمیت دے کر آدمی معاشرے کے افراد سے بگاڑ پیدا کر لیتا ہے۔ ہمیں ہر ایک سے ہمدردی اور پیار سے پیش آنا چاہیے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انساں کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

برادرانہ محبت کی بہترین مثالیں ہجرت کے بعد مدینہ میں ملتی ہیں۔ وہ صحابہؓ جو سب کچھ چھوڑ کر مدینہ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مکی کو مدنی کا بھائی بنا دیا۔ انہوں نے بھی حق ادا کیا جس کے دو مکان تھے ایک دوسرے بھائی کو دے دیا۔ جس کی دو بیویاں تھیں طلاق دے کر دوسرے کے عقد میں دے دی۔ زمین آدھی خود رکھی آدھی کاشت کے لئے اسلامی بھائی کو دے دی۔ اللہ برادرانہ محبت کی اس سے بڑھیہ مثال تاریخ کے اندر نہیں ہے۔

مدینہ کے اندر مسلمانوں کی دو کانیں تھی اور بازار کے اندر ایک ہی جنس کی کئی دو کانیں ہوتی ہیں اگر ایک کا کچھ سودا بک جاتا اور دوسرے کا نہ بکتا تو پہلی دو کان پر کوئی گاہک آتا وہ کہتا جاؤ میں نے دہاڑی بنا لی ہے اس دوکان سے خریدو وہاں صبح سے

کوئی گاہک نہیں آیا۔ اللہ اللہ یہ ہے برادرانہ محبت۔

۱۶

بہن بھائی کی محبت بھی جاندار محبت ہے۔

میں ایک مرتبہ عالم تخیل میں جنت میں چلا گیا وہاں خوب سیر کی۔ ہر چیز وافر مقدار میں تھی۔ کوئی دکھ نہیں کوئی رنج نہیں۔ خالص غذا ہے۔ عمدہ فضا ہے۔ ہوائیں نشہ ہی نشہ۔ خوشیوں کی پھوار ہے۔ کوئی مجبور نہیں۔ ہر اک مختار ہے۔ نفرت کا نشان تک نہیں۔ پیار ہی پیار ہے۔ میں جب واپس آنے لگا تو کیا دیکھتا ہوں ایک حور رو رہی ہے۔ میں بڑا حیران ہوا آنسو تو اس وقت باہر آتے ہیں جب غم اندر جاتے۔ جنت میں بھی کوئی غم ہے؟؟؟ میں اس کے قریب گیا اور پوچھا کس چیز کی کمی ہے؟ کیوں آنکھوں میں نمی ہے؟ کہنے لگی جنت میں سب کچھ ہے مگر ہمارا بھائی کوئی نہیں۔ اس جنت میں بھائی کی کمی ہے۔ تم کتنے خوش نصیب ہو تمہاری بہنیں ہیں اور بہنیں کتنی بھاگیہ شالی ہیں کہ ان کے بھائی ہیں جب کوئی بہن "ویر" کہہ کر اپنے بھائی کو بلاتی ہیں تو ہم رشک کی آگ میں جل جاتی ہیں کاش کہ ہمارا بھی کوئی بھائی ہوتا۔

موسیٰؑ مریم

موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا نام بھی مریم تھا۔ وہ آپؑ سے کافی بڑی تھیں۔ فرعون نے اعلان کر دیا بچے مار ڈالو۔ فرعون نے ایک لاکھ بچہ قتل کروا دیا۔ کیونکہ نجومیوں نے کہا تھا ایک بچہ ہو گا اسرائیلیوں میں وہ تیری سلطنت کو تباہ کرے گا موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے اب خطرہ تھا کہ فرعون کو کوئی مخبری نہ کر دے اور بچہ قتل نہ کر دیا جاتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کی ماں کو الہام کیا۔

جب ہم نے تمہاری والدہ کو الہام کیا جو

تمہیں بتایا جاتا ہے وہ یہ تھا کہ اسے (موسیٰؑ
کی) صندوق میں رکھو پھر اس صندوق کو
دریا میں ڈال دو تو دریا اس کو کنارے پر ڈال
دے گا میرا اور اس کا دشمن اسے اٹھا لے
گا۔ (سورہ طٰہٰ۔۔ ۳۸)

جب دریا میں ڈال دیا تو ماں نے موسیٰؑ کی بہن سے کہا

ماں نے موسیٰؑ کی بہن (مریم) سے کہا اس
کے پیچھے پیچھے چلی جا۔ اور اسے دور سے
دیکھتی رہ۔ (سورہ قصص۔ ۱۱)

اور سورہ طٰہٰ میں ہے اذ تمشی اختک کہ جب تیری بہن چلی۔

صندوق بھی دریا تے نیل میں تیرتا جا رہا ہے۔ بہن بھی کنارے کے ساتھ ساتھ چلتی جا رہی ہے جب صندوق بھائی کا ذرا دور ہوتا ہے۔ بہن رو پڑتی ہے۔ جب کنارے لگتا ہے چہرے پر خوشی کی لہر واپس آ جاتی ہے گویا کہ بہن کا دل اپنے جسم میں نہیں بلکہ صندوق کے اندر ہے۔

جب موسیٰؑ کو فرعون کی بیوی آسیہ نے پکڑ لیا اور گھر لے گئی دودھ پلانے کا وقت آیا تو موسیٰؑ دودھ پیتے ہی نہیں۔ اور بہن دیکھ رہی ہے اس سے بھائی کا رونا دیکھا نہ گیا تیزی سے آگے بڑھی اور فرعون سے کہنے لگی میں بھی ایک دائی نہ لے آؤں۔ جو اس بچے کو دودھ پلائے؟ فرعون بھی یہی چاہتا تھا۔ اس نے کہا جاؤ جلدی سے لے کر آؤ۔ بہن بھاگتی ہوئی گئی امی امی چلو بھائی بھوکا ہے اسے فوراً چل کے دودھ پلاؤ۔ آج کل کا پتہ نہیں پرانے زمانے کی بات ہے عدالت کے اندر قتل کا مقدمہ دائر ہوا۔

تین پہ الزام لگا خاوند بھائی اور بیٹا عورت نے آ کر جج کے سامنے التجا کی یہ مقدمہ جھوٹا ہے ان میں سے کسی نے قتل نہیں کیا یہ الزام غلط ہے۔ بڑا روئی جج نے کہا میں اتنا کر سکتا ہوں تو ان تینوں میں سے کسی ایک پر ہاتھ رکھ دے میں اسے بری کر دوں گا۔ عورت اٹھی اور اس نے بھائی کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ ساری عدالت حیران رہ گئی۔ جج نے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا؟ عورت نے جواب دیا خاوند مر گیا اور کر لوں گی۔

لڑکا سولی چڑھ گیا اور پیدا ہو جاتے گا۔ لیکن بھائی نہیں ملے گا کیونکہ نہ ماں ہے نہ باپ ہے بھائی کدھر سے آئے گا؟ جج اتنا متاثر ہوا اس نے دوسرے دو بھی بری کر دیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن تھی شیماؓ دونوں نے مل کر حلیمہ سعدیہؓ کا دودھ پیا تھا جنگ حنین میں حضرت شیماؓ کے قبیلے کے کچھ لوگ قیدی بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔ قبیلے کے معزز لوگ جب قیدیوں کو رہا کروانے چلے تو شیماؓ کو پتہ چلا کہنے لگیں میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ لوگوں نے پوچھا تو کیوں چلتی ہے کہنے لگی۔

"میں مسلماناں دے نبی نوں جانی آں بڑا رحم تے کرم کمان والا
آپؐ بہندا کھجور دی صف اتے تے چادر دشمناں تھلے وچھان والا
خالی آتے سوالی نوں موڑدا نیئں، تھیں آپؐ خزانے لٹان والا
گنہگاراں دی لج اے ہتھ اوہدے روز حشر دے امت بخشان والا

یہ قبیلہ مدینہ پہنچا والی دو جہاںؐ حجرہ اقدس میں آرام فرما رہے تھے دروازے پر غلام پہرہ دے رہے تھے شیماؓ اندر داخل ہونے لگی تو لوگوں نے روکا آپؓ نے بڑے فخر سے کہا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں تمہارے نبیؐ کی بہن ہوں۔

غلاموں نے سنا تو دروازہ کھول دیا شیماؓ اندر گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا۔ اپنی چادر مبارک بچھادی اور آنکھوں سے آنسو نکل آتے سارا بچپن پھر سے آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ پوچھا بہن کیسے آئی ہو؟ عرض کی بچپن کے بچھڑے تھے سوچا ملاقات ہو جائے گی اور چند بندے ہمارے قبیلے کے آپ کی قید میں ہیں وہ چھڑوانے آئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کہا میری بہن میرے دروازے پر آئی یہ خالی نہ جاتے قیدی رہا کر دو۔ تمام قیدی رہا کر دیے پھر یہ مسلمان ہو گئیں تھیں۔

بہن بھائی کی محبت میں بھی
ایثار و خلوص کا جذبہ نظر آتا ہے

سفر العشق المعروف سیف الملوک

محبت نے میاں محمد بخشؒ صاحب کو زندہ جاوید کر دیا آج جہلم کے قرب و جوار میں ان کے وہ الفاظ جو انہوں نے محبت میں ڈوب کر لکھے تھے پہاڑوں اور وادیوں میں گونجتے ہیں۔

آپ نے جس طرح محبت کے کٹھن راستوں کو بیان کیا ہے سچے اور سُچے پریمیوں کے حالات قلمبند کئے ہیں یہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔

"آئیے سیف الملوک سے آپ کی ملاقات کرواؤں
محبوب گلاب کا پھول ہے تو پھر کانٹے تو پھول کے ساتھ ضرور ہونگے
کانٹوں کو برداشت کیجئے یہی محبت ہے"

کردار

عاصم بن صفوان :-	مصر کا بادشاہ
سیف الملوک :-	عاصم بن صفوان کا بیٹا
صالح ابن حمید	وزیر
شاہ پری بدیع الجمال :-	سیف الملوک کی محبوبہ پری
شاہپال بن شاہ رخ :-	بدیع الجمال پری کا باپ
شارستان :-	جگہ کا نام جہاں بدیع الجمال رہتی تھی
صاعد :-	وزیر کا بیٹا سیف الملوک کا دوست

سخاوت کا بادشاہ۔ عاصم بن صفوان مصر کا بادشاہ تھا۔ لوگ اسے سلیمان ثانی ... کہتے تھے۔ سب سے سلوک ایک۔ عادل، دشمن پہ گرم۔ دشمن سر اٹھا نہ سکے۔ اٹھائے تو بچا نہ سکے۔ خامی ایک تھی کہ اولاد نرینہ نہ تھی۔ وہ اولاد کو ترستا تھا۔ ہر وقت چشم سے پانی برستا تھا۔ زندگی کی پاسٹھ بہاریں گزر گئیں۔ مگر کوئی پھول نہ کھلا۔ قسمت پہ راضی نہ شکوہ نہ گلا اور سلطنت میں دلچسپی لینی چھوڑ دی۔ گوشہ توحید میں بیٹھ گیا۔ وزراء امراء شرفاء۔ سوچنے لگے کریں کیا؟ ہم بادشاہ کی تکلیف کو سمجھتے ہیں۔ کسی نے کہا تم نجومیوں سے پوچھو کہ بادشاہ کی مشکل کا کچھ اپائے ہے؟ نجومیوں نے حساب لگایا اور بتایا کہ اگر بادشاہ شاہ بدخشاں کی بیٹی سے شادی کرے تو بچہ ہو سکتا ہے۔ جب بادشاہ کے کانوں میں یہ بات

پہنچی تو وہ گوشہ تنہائی کو چھوڑ کر باہر آ گیا۔ اپنے وزیر صالح ابن حمید کو مع چالیس وزرار کے شاہ بدخشاں کے پاس بھیجا۔ وزیر باتدبیر نے اپنی فہم و فراست سے بات پکی کروا دی۔ چٹ منگنی پٹ بیاہ۔ آٹھ روز کے اندر اندر شادی ہو گئی۔ بارات، ملن کی رات تن سے تن ملے بدن سے بدن۔ ماں کے سینے سے اور باپ کے صلب سے دو قطرے چلے جو سیپ میں محفوظ ہو گئے۔ نو ماہ نو دن نو گھنٹوں کے بعد وہ قطرہ موتی بن گیا۔ جیتا جاگتا چمکتا موتی بادشاہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ وہ بھی صاحب اولاد ہو گیا۔ خزانوں کے منہ کھول دیے۔ عوام نے پایا انعام و اکرام کسی کے ہاتھ میں اشرفیاں کسی کے ہاتھ میں جام۔ یمن کے بادشاہ نے شاہ عاصم کو جمشید کی سیف (تلوار) تحفے میں بھیجی۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے کا نام اسی سیف الملوک (بادشاہوں کی تلوار) رکھا۔ جس گھڑی سیف الملوک پیدا ہوا۔ اسی دن صالح ابن حمید وزیر کا بیٹا پیدا ہوا۔ چار ماہ چار دن چار گھنٹے گزر جانے کے بعد نجومیوں کو بلایا گیا کہ مستقبل کا پتہ لگاؤ کیسا ہے؟ نجومیوں نے برج ستارے دیکھے نتیجہ نکلا تو چہروں پہ پژمردگی چھا گئی۔ خوشی پہ پریشانی کا قبضہ ہو گیا۔ اس پریشانی کو بادشاہ نے بڑی جلدی محسوس کیا اور کہا تم پریشان کیوں ہو؟ جو کچھ تقدیر کے قلم نے لکھ دیا ہے وہ کب محو ہو سکتا ہے۔ بولو وہ کہنے لگے شہزادے کا اقبال بلند ہو۔ بہادر ایسا کہ کچھ نہ پوچھو سخاوت ایسی کرے گا کہ بادل شرما جائے۔ حاتم منہ چھپائے چاند کی طرح چاندنی بخشے گا۔ سورج کی طرح زر بخشے گا۔ مگر ایک بیماری جو اسے اوائل عمری میں لگے گی وہ ہے محبت

یہ محبت اسے جنگل جنگل پھرائے گی۔ تڑپائے گی۔ گھر بار چھڑائے گی۔ کئی سال تک اکیلا سمندروں اور ویرانوں میں پھرتا رہے گا۔ ۱۵۱

(اے جویائے محبت اب غور فرمایئے گا یہ شہزادہ محبت کے ہاتھوں کس قدر تنگ ہوتا ہے اور محبت اس پر مصیبتوں کے کتنے پہاڑ توڑتی ہے)

بادشاہ نے جب یہ سنا کہ میرے اکلوتے بچے کو محبت کا روگ لگ جائے گا۔ اسے پریشانیوں اور اندیشوں نے اپنا دوست بنا لیا۔ ہمہ وقت ہمدم ہو گئیں۔ صبر آگے بڑھا اور بادشاہ کے دماغ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ بادشاہ سب کچھ بھلا کر بچے کی تربیت میں مشغول ہو گیا۔ دنیا کے تمام علوم کے ماہرین کو دعوت دی انہیں شہزادے کی تعلیم و تربیت کے لیے متعین کر دیا۔ اور حکم دیا کہ شہزادے کو تمام علوم میں نابغۃ العصر بنا دیا جائے۔ شہزادے نے اپنی عقل فہم و فراست کی تیزی کے باعث تمام علوم کو ذہن میں بند کر لیا۔ لکھائی ایسی لکھے کہ الفاظ ستارے معلوم ہوں۔ کلام ایسا بولے موتی گرائے۔ ۱۴ سال گزر گئے۔ جوانی و حسن سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر شہزادے کے پاس آ گئے۔ آفتاب کی چمک دمک شہزادے کے چہرے پہ گلاب کی ساری لالی ہونٹوں پہ یوں سمجھ لیجیئے کہ حسن اپنے سارے لوازمات اکٹھے

کر کے اس کے انگ انگ میں سما گیا۔ جب وہ نظر بھر کے ستاروں کو دیکھتا تو شرما جاتے۔ کبھی سرو کے ساتھ باغ میں کھڑا ہوتا وہ خجالت سے جھک جاتا۔ کبھی گلاب کو ہونٹوں سے لگاتا وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ صبح کے وقت نرگس کو دیکھتا وہ شرم سے پانی پانی ہو جاتا۔ کوئل سے گفتگو کرتا تو وہ خاموش ہو جاتی۔ مور کے سامنے چلتا تو وہ اپنی چال بھول کر اسے دیکھتا۔ ایک مرتبہ برف اٹھائی اسے منہ کے قریب لایا وہ دانتوں کی سفیدی دیکھ کر پگھل گئی۔ جس نے بھی شہزادے کو دیکھا اک نشہ سا چھا گیا۔ عاصم اپنے بیٹے کو دیکھ دیکھ کر جیتا تھا۔ دید کی شراب پیتا تھا۔ شہزادہ جوں جوں باپ کی سیٹ سنبھالنے کے قابل ہوتا جاتا باپ بیٹے کو وراثت کی اشیاء تھوڑی تھوڑی کر کے سونپتا جاتا۔

ایک دن باپ نے سب سے قدیم اور عظیم شے بھی بیٹے کو دے دی۔ یہ تھی شاہ مہرہ ایک ریشم کے کپڑے پہ بنی ہوئی مرد و عورت کی تصویر۔

"شاہ مہرہ" شہزادے نے کھولا دیکھا بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس قدر حسین تصاویر کہ دانا دیکھے تو دیوانہ ہو جائے۔ زاہد دیکھے تو اس کا پجاری ہو جائے۔ شہزادہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔ محبت کی چنگاری اٹھی جوں جوں اس پری پیکر کو دیکھتا گیا یہ شعلہ بنتی گئی۔ سوچنے لگا یہ عورت کون ہے؟ یہ انسان تو نہیں حور ہے۔ اللہ کا نور ہے۔ مرد کی تصویر کو غور سے دیکھا تو پہچان گیا یہ تو میری ہی تصویر ہے۔ مگر یہ عورت کون ہے؟ کس دیس کی شہزادی ہے؟ تصویر نے اصل کا کام کیا ہوش و عقل فہم و فراست محبت کے دریا میں ڈوب گئے۔ دیوانگی طاری ہو گئی کپڑے پھاڑ دیے۔ دیوانہ وار کمرے سے باہر نکل گیا۔ اندھیرے کا راج تھا۔ وہ اجالے سے انتقام لے چکا تھا۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ شہزادہ کو ٹھوکر لگی وہ گر گیا سر پہ چوٹ آئی اور ساری رات بے ہوش پڑا رہا۔ صبح صبح کسی کی نظر پڑی کہ شہزادہ تو اوندھے منہ پڑا ہے شور برپا ہو گیا۔ حکیم طبیب نجومی اکٹھے ہو گئے۔ حکیموں نے نبض پہ ہاتھ رکھا۔

اچھا ہو جاؤں طبیب یہ امکان ہی نہیں
تم نبض دیکھتے ہو یہاں جان ہی نہیں

حکیموں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا نجومی آگے بڑھے ستاروں کی چال دیکھی اور عرض کی حضور محبت کا جادو چل گیا۔ محبت کی بجلی گری ہے اور خرمن عقل کو آگ لگ گئی ہے۔ ہم نے پیدائش پہ جو واقعات بتائے تھے ان کی شروعات ہو چکی ہیں۔ یہ پہلی کڑی ہے۔ نجومیوں نے کہا بادشاہ سلامت شہزادے کی زندگی کی فکر نہ کیجئے وہ تو شب فرقت سے کروڑوں ہاتھ بڑی ہے۔ مگر اس میں مشکلات بہت ہیں۔ تین دن اور تین راتیں شہزادہ بے ہوش رہا۔ بڑے علاج کئے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ محبت کی بیماری کا ایک ہی علاج ہے۔ "وصال یار" اس کے علاوہ اگر کوئی کوئی اور علاج تجویز کرے تو وہ دیوانہ ہے۔ چوتھے دن

وزیر زادے نے کہا آپ سب لوگ دور ہٹ جائیں مجھے اور شہزادے کو تنہا چھوڑ دیں۔

یہ شہزادے کا جگری یار تھا ایک ہی دن ایک ہی گھڑی پیدا ہوئے تھے۔ سب انکو اکیلے چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ وزیر زادہ سر کی طرف بیٹھا اور ایک داستان محبت چھیڑ دی۔ ہندوستان کے اندر ایک ریاست تھی۔ مسلمان اور ہندو اکٹھے رہتے تھے۔ اس ریاست کا راجہ ہندو تھا۔ ریاست کا ایک امیر مسلمان تاجر تھا اس کا ایک بیٹا تھا خضر بڑا خوبصورت جوان ایک مرتبہ وہ سیر کرتے کرتے راجہ کے محل کی طرف نکل گیا۔ وہاں باغ میں راجہ کی سندر بیٹی آشا کو باغ میں سہیلیوں کے ساتھ پھرتے ہوئے دیکھا۔ یوں لگ رہا تھا۔ تتلیاں باغ میں پھر رہی ہیں۔ وہ اس منظر کو چھپ کر دیکھتا رہا۔ حسن نے جسم کے اندر چھپے ہوئے عشق کو ظاہر کر دیا۔ گویا کہ حسن عشق کا خالق مجازی ہے عشق نوکر حسن مالک عشق مخلوق حسن خالق وہ جب تک باغ میں کھیلتی رہی یہ دیکھتا رہا۔

آنکھوں کی تشنگی کا تمھیں نہیں تجربہ

تم دیکھتے رہو گے تو بڑھتی رہے گی پیاس

جب وہ محل کی طرف بڑھی تو یہ بھی پیچھے چل پڑا۔ ابھی دروازے کے قریب ہی پہنچی تھی کہ یہ پہنچ گیا۔ وہ اس کی طرف تکنے لگی پوچھتی ہے کیا کام ہے؟ خضر آشا سے کہنے لگا میں تم سے پیار کرتا ہوں۔ محبوب اور ناز عاشق اور آفت آپ ان کے ہندسے یعنی عدد نکالیں تو بالترتیب ۵۸۔ ۵۸۔ ۱۴۸۱۔ ۱۴۸۱ بنتے ہیں۔

وہ سن کر آگ بگولہ ہو گئی۔ تیری یہ جرأت کہ مسلمان ہو کر ہندو راجہ کی بیٹی سے پیار جتائے۔ جا دفع ہو جا۔ وہ نہیں سن کر مڑا اور دیوانوں کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ ہوش و حواس محبت نے گروی رکھ لئے۔ ایک سال اسی کیفیت میں گزر گیا۔ سال بعد ریاست میں میلہ ہوا اس میلے میں بن ٹھن کر راجہ کی بیٹی بھی آئی۔ خضر نے اپنی محبوبہ کو دور سے دیکھ لیا اور دوڑتا ہوا گیا قدموں میں گر گیا۔ التجا کی صرف ایک بار بول دو تم مجھ سے پیار کرتی ہو صرف ایک بار ورنہ میں مر جاؤنگا۔ آشا بولی مر جاؤ۔ اتنا کہہ کر وہ واپس چلی گئی۔ خضر کی روح پرواز کر گئی۔ بیمار مر گیا۔ تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ قبرستان کی طرف لے جانے لگے تو سر توڑ کوشش کر بیٹھے مگر جنازہ ادھر نہیں جاتا۔ یہ تھک ہار کے بیٹھ گئے تو کیا دیکھتے ہیں جنازہ خود بخود راجہ کے محل کی طرف جا رہا ہے۔ لوگ پیچھے پیچھے چل پڑے وہ جنازہ محل کے دروازے پہ رک گیا۔ لڑکے کے باپ نے راجہ سے منت سماجت کی کچھ کیجئے خدارا کچھ کیجئے ورنہ یہ لاش ادھر ہی پڑی رہے گی۔

راجہ نے بیٹی سے کہا بیٹی تم ہی کر سکتی ہو۔ بولی ٹھیک ہے آپ جنازے کو ہال میں لائیں۔

سب باہر چلے جائیں اور ایک عالم دین بھیج دیجیے۔ اس کی پر عمل ہوا عالم دین آیا تو آشا نے کہا مجھے کلمہ پڑھواؤ کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئی خضر کے ساتھ ہی لیٹ گئی۔ لیٹتے ہی اسکی روح بھی پرواز کر گئی۔ اور جنازہ خود بخود قبرستان کی طرف چل پڑا۔ جب قبر میں اتارنے لگے تو لوگ دیکھ کر حیران رہ گئے خضر اور آشا دونوں ایک کفن میں ہیں علیحدہ علیحدہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکام ہوئے دونوں کو ایک ہی قبر میں دفنادیا اور یوں دونوں پریمی مل گئے۔ پریم کی ہر داستان پریمی کو اپنی ہی محسوس ہوتی ہے۔

مجنوں نہ سہی فرہاد سہی دیوانے بدلتے رہتے ہیں
عنوان محبت ایک ہی ہے افسانے بدلتے رہتے ہیں

ساری داستان گزر گئی۔ جب آخری جملہ بولا کہ "پریمی مل گئے"۔ اس جملے پہ شہزادے کی آنکھ کھل گئی۔ اور کہا پھر سے سناؤ۔ وزیر زادہ نے متعدد بار سنائی۔ شہزادہ نے تسکین پائی۔ جب سیف الملوک کی حالت بہتر ہوئی تو صاعد نے کہا کہ تمھیں اللہ کی قسم بتاؤ کیا ہوا؟ سیف الملوک نے کہا میرے باپ نے جو سلیمانی شاہ مہرہ بھیجا تھا اس میں ایک تصویر عورت کی تھی ایسی حسین کہ حسن بیان سے باہر کوئی صورت کرو جب تک اس کی صورت نہ دیکھ لوں میرے بچنے کو کوئی صورت نہیں صاعد نے فوراجا کر بادشاہ سلامت سے بات کی یہ شاہ مہرہ میں جس عورت کی تصویر ہے یہ کہاں کی ہے؟ کون ہے؟ اس کا پتہ نہ چلا تو شہزادے کا صحت یاب ہونا محال ہے۔ بادشاہ غمگین ہوا یہ میرا ہی قصور ہے۔ میں نے ہی شاہ مہرہ دیا تھا۔ بادشاہ پریشان ہو گیا۔ سوچ میں یوں ڈوب گیا جس طرح لوہا پانی میں ڈوب جاتا ہے۔ عقل کی کشتی فکر کے بھنور میں پھنس گئی۔ اب کیا کروں۔ جیئوں کے مروں۔

وزراء نے کہا بادشاہ سلامت پریشان کیوں ہوتے ہو؟ شہزادے کو تسلی دیجیے۔ کہ فکر کی ضرورت نہیں میں یہ تصویر دے کر چار دانگ عالم میں بھیجتا ہوں وہ اس پری کو ڈھونڈ نکالیں گے۔ یہ باتیں بادشاہ کے دل لگیں۔ جا کر بیٹے سے یوں ہی کہا بیٹے نے روتے ہوئے پوچھا۔ ابو میرا محبوب نہ ملا تو ہوش و عقل دیوانگی میں بدل جائیں گے۔ اور قلب و جگر آنسوؤں میں میں محبت کی آگ میں اس طرح جل رہا ہوں۔

جیسے آگ میں سوکھے پتے۔ باپ نے بیٹے سے کہا چند دن کی مہلت دو ہم ضرور تلاش کر لیں گے۔ سیف الملوک نے پوچھا اباجان آپ کچھ بھی نہیں جانتے؟ باپ نے کہا اتنا جانتا ہوں ایک دن میرا باپ شاہ صفوان بڑے موڈ میں تھا میں بھی پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ آندھی چلی دو لمبے تڑنگے کالے سیاہ بھینگ شکل کے دو شخص اور چند پریاں ظاہر ہوئیں۔ کورنش بجالانے کے بعد عرض کی بادشاہ سلامت اقبال بلند ہو۔ ہم آپ کو وہ تحائف دینے آئے ہیں جو سلیمان علیہ اسلام نے آپ کے لئے بھیجے تھے۔

صندوقچہ آگے کیا صندوقچہ کھولا تو بیچ سے دوسرے تحائف کے علاوہ یہ شاہ مہرہ بھی نکلا۔ تصویر دیکھی تو میرے باپ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ پوچھا اے پری! یہ مورت کس کی ہے اور بنانے والا کون ہے؟ ہم نے آج تک ایسی حسین صورت نہیں دیکھی۔ ایک پری نے بتایا کہ ایک روز سلیمان علیہ اسلام کا دربار لگا ہوا تھا۔ اور قصہ یوسف سنایا جا رہا تھا۔ سلیمانؑ بڑے محظوظ ہو رہے تھے۔ پوچھنے لگے درباریو! کیا ایسا حسین اور ہو گا؟ تو دربار میں موجود ایک پری عجائز جو زبور کی حافظہ تھی بولی اللہ کے پیامبر میں نے پڑھا ہے کہ آپ کی نسل سے ایک لڑکی ہو گی۔ چاند چہرے سے چمک لے گا۔ کلی دیکھے تو گریبان چاک کرے۔ گل نرگس آنکھ کی تاب نہ لا سکے۔ غزالہ آنکھ نہ ملا سکے۔ وہ حسن میں یوسف ثانی کہلائے گی۔ شاہپال بن شاہ رخ کی بیٹی ہو گی۔ نام بدیع الجمال ہو گا۔ شارستان میں باغ ارم میں اس کا مسکن ہو گا۔ اس کے جوبن کی دھوم انسانوں کی دنیا تک جائے گی۔ آدم زادوں میں سے سیف الملوک اس کا پریمی ہو گا۔ سلیمانؑ نے کہا اے عجائز تو قلم پکڑ جو تو نے پڑھا ہے تصویر کی شکل میں ڈھال دے ایسی تصویر بنانا بال برابر فرق نہ ہو۔ اس نے تصویر بنائی اور یہ ہمارے خاندان میں چلتی آئی۔ اب میں نے تمھیں سونپ دی۔ سیف الملوک اتنا کچھ سن کر بہت خوش ہوا چلو محبوب کا کچھ اتا پتہ تو معلوم ہوا۔ بادشاہ نے سات ہزار کشل بہادر جوانوں کو بدیع الجمال کی کھوج میں بھیجا مگر بے سود وہ ناکام لوٹ آئے۔ جال تو ملتا تھا۔ مگر بدیع الجمال نہیں۔ شہزادے کو جب معلوم ہوا کہ ناکامی ہوئی ہے تو فوراً محبت کے پیامبر آ گئے۔

آنسو، آہ سرد اور بے ہوشی باپ نے رو رو کے کہا بیٹے تو اس کا خیال چھوڑ دے جس بادشاہ کی لڑکی کہے طوعاً کرھاً ہم لائیں گے۔ شہزادہ بولا ابا حضور میں صرف د صرف بدیع الجمال چاہتا ہوں۔ اگر آپ کو نہیں ملتی تو مجھے اجازت دیجئے میں خود ڈھونڈتا ہوں۔ باپ بولا میں تجھے کیسے اجازت دوں۔ میں ڈوبتا سورج ہوں تو چڑھتا آفتاب میں بوڑھا تو سہارا میرا جگر میری آنکھوں کا تارا بادشاہت کون سنبھالے گا؟ باپ کے آنسوؤں نے شہزادے کی آگ کو کچھ سرد کیا مگر تھوڑی دیر کے لئے ابا جی میں کیا کروں۔ یہ محبت بڑے آرام اور چپکے سے داخل ہوئی تھی۔ کمزور بن کر داخل ہوئی تھی اندر جا کر شیر بن گئی ہے۔ نہ میری مانتی ہے نہ کسی اور کی سمجھانے والے سے نفرت کرتی ہے۔ کچھ سنائی نہیں دیتا۔ آپ نے جو کچھ پڑھایا تھا بھول گیا ہوں محبت اپنے ہی علوم سکھا رہی ہے۔ میرے دل و دماغ پر محبت کا راج ہے۔ دماغ میں کسی اور خیال کو گھسنے نہیں دیتی۔ دل میں کسی اور کو داخل نہیں ہونے دیتی۔ حتیٰ کہ میں خود کو بھول گیا ہوں ابو جی میں کیا کروں۔ آپ کا غمگین ہونا میرے لئے موت ہے۔ مگر میں تو پہلے ہی محبت کے ہاتھوں مر چکا ہوں۔ مجھے معذور سمجھ کر معاف کر دیجئے۔ بھول جایئے۔

باپ اٹھ کر چلا گیا محبت نے پھر اپنا کام شروع کر دیا۔ شہزادے نے کپڑے پھاڑ دیئے۔ اٹھ کر

گلیوں میں بھاگنا شروع کر دیا۔ کئی دن یہی حالت رہی۔ نہ طعام یاد نہ آرام بس اک کام "یاد محبوب"
بادشاہ نے داناؤں سے مشورہ کیا کیا جائے؟ کچھ بتاؤ الجھاؤ کو سلجھاؤ انہوں نے کہا گستاخی معاف ایک تجویز ہے۔ بولو! بولو! وہ کہنے لگے آپ شہزادہ کو پابہ زنجیر کر کے قید کر دیں۔

(ہائے محبت! تیرے ستم! تم نے کتنے گلاب جیسے چہروں کو سورج مکھیا بنا دیا تم نے کتنے سرو قدوں کو ڈھایا ہے دیکھو محبت کیا کر رہی ہے باپ کے ہاتھوں بیٹے کو قید کروا رہی ہے۔ وہ باپ جو بیٹے کے پاؤں کے نیچے پھولوں کی سیج رکھتا ہے اب لوہے کی زنجیریں باندھنے پہ مجبور ہے

شہزادے کو قید کر دیا گیا۔ وہ قید میں گڑگڑایا۔ اے میرے اللہ میری تقصیر معاف فرما۔ میرا محبوب مجھے ملا اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ میرے محبوب تو میرے ہوش و حواس چھین کر لے گیا۔ میری عیش و عشرت اور جوانی تباہ کر دی۔

تم نے غم دیا حالانکہ غمخوار بننا چاہیے تھا۔ اب میری حالت دیکھ کر میرے ماں باپ بھی پچھتا رہے ہیں کہ یہ ہمارے گھر کیوں پیدا ہوا۔ آ جا اپنی سانسوں سے جدائی کی آگ بجھا جا باتیں کرتے کرتے غشی طاری ہو گئی۔ عالم مدہوشی میں وہی مورت نظر آتی ہے۔ سیف الملوک آگے بڑھا اس کا دامن پکڑ لیا اور رو رو کے کہنے لگا تجھے خالق جن و انس کی قسم بتا تیرا ٹھکانا کس جگہ ہے؟ تیرے شہر کو کون سا راستہ جاتا ہے.؟ پری نے اشارے سے کچھ سمجھایا اتنے میں شہزادے کو ہوش آ گیا۔ داروغہ کو بلایا میری زنجیریں کھول دو۔ دیوانگی دور ہو گئی ہے۔ بادشاہ نے بڑے پیار سے قریب بٹھایا بات چیت شروع ہوئی لیکن ہر بات ختم بدیع الجمال پہ ہوئی یہ حقیقت ہے محب کو اپنا پتہ ہوتا ہے نہ زمانے کی خبر ہوتی ہے اسے دو چیزیں یاد ہوتی ہیں۔

(الف)۔ محبوب (ب)۔ اور اس کے منسوب

شہزادے کی دیوانگی تو دور ہو گئی مگر کام وہ کوئی نہ کرتا تھا۔ بس تصویر سے باتیں کرتا رہتا۔ لوگوں نے بڑا سمجھایا مگر وہ محب ہی کیا جو محبوب کے سوا بھی کچھ اور سمجھے آخر تنگ آ کر عاصم بن صفوان نے اجازت دے دی۔ تیری مرضی جو چاہے کر سیف الملوک نے کہا مجھے جانے کی اجازت دیجئے۔

بادشاہ نے اجازت دے دی۔ حکم دیا کہ رخت سفر تیار کیا جائے یہ سن کر شہزادہ باغ باغ ہو گیا۔ بادشاہ نے پندرہ جہاز تیار کروائے۔ ۷ میں زندگی کے استعمال کی چیزیں اور ۷ میں غلام لونڈیاں اور سپاہی ایک جہاز ۷۰ گز چوڑا صرف شہزادے کے لئے تیار کروایا۔ سب کچھ تیار ہو گیا تو شہزادہ ماں باپ کو سلام کرنے آیا باپ کو سلام کرنے کے بعد جب ماں کی قدم بوسی کے لئے بڑھا تو عرض کی ماں جی

خوشی خوشی اجازت دیجیے۔ ماں نے چہرہ اٹھایا نظر بھر کے بیٹے کو دیکھا۔ کمزور جسم ترچشم زرد رنگ د
پرانے کپڑے محبت کی آگ میں جلی ہوئی جلد ماں کی آنکھیں تو چھت کا پرنالہ بن گئیں۔ چھم چھم آنسو
برسنے لگے۔ دیوانہ وار بیٹے کے ہاتھ ماتھا آنکھیں چومتی جاتی ہے اور کہتی ہے بیٹا نہ جا۔ یہ کیسی محبت ہے
جو سب سے جدا کر رہی ہے۔ تمھیں ہم سے چھین رہی ہے۔ تو بھی مصائب کا شکار ہو گا اور ہمیں بھی
مبتلائے آلام کرے گا۔ سیف الملوک نے عرض کی ماں تیری باتیں بجا۔ مگر مجھے بتائیں کیا کروں؟ محبت
بڑی ظالم شے ہے۔ یہ مجھے آرام سے جینے نہ دے گی۔ اگر میں نہ جاؤں یہ مجھے روزانہ مارے گی اور جلائے
گی۔ اور یہ بہت مشکل ہو گا۔ ماں مجھے سفر پہ جانے دے تجھے یہ تو امید ہو گی کہ ایک دن میرا بچہ لوٹ
آئے گا۔ ماں چپ ہو گئی۔ بیٹا روانہ ہو گیا۔ دریائے نیل کے اندر جہازوں کے لنگر اٹھا دیے گئے۔
دریائے نیل کے سینے کو چیرتے ہوئے یہ قافلہ روانہ ہوا۔

آٹھ ماہ تک یہ قافلہ دریائے نیل کے سینے پہ چلتا رہا۔ ایک دن کنارہ نظر آیا۔ ملاحوں نے جہاز روک لئے۔ کنارے پہ اترے تو شہزادے کو یہ جگہ بڑی پسند آئی تاحد نظر زمین نے سبز پوشاک پہنی ہوئی تھی۔ ہر پھل دار درخت عاجزی کا اظہار کر رہا تھا۔ یعنی پھلوں کے بوجھ کی وجہ سے جھکا ہوا تھا۔ منظر ہی ایسا تھا کہ ہر پرندہ مستی میں گا رہا تھا۔ شہزادے نے یہیں ڈیرہ لگا لیا۔ کافی دن گزارے کبھی رو کے تو کبھی سو کے۔ روزانہ دربار اور ذکر یار ایک دن شہزادہ اپنے ساتھیوں سے محو گفتگو تھا کہ چار خوبصورت جوان حاضر کئے گئے۔ شہزادہ سلامت یہ ادھر پھر رہے تھے ہم پکڑ کر لے آئے " چھوڑ دو " جوانو! یہ تو بتاؤ ادھر کوئی آبادی ہے؟ ٹھاٹ باٹھ دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا یہ کوئی بادشاہ ہے۔ بولے بادشاہ سلامت یہ چین الارض ہے اس میں کئی شہر ہیں سب سے بڑا شہر چین ہے اور آپ چین کے بہت قریب ہیں اس وقت اس کا حاکم فغفور ہے۔ ابھی گفتگو جاری تھی کہ تین آدمی پیش کئے گئے۔ شہزادہ حضور! یہ کہتے ہیں کہ ہم حاکم چین کی طرف سے آئے ہیں۔ سیف الملوک نے کہا کہو کیسے آنا ہوا؟ جناب حاکم چین نے یہ خط بھیجا ہے۔

اے شہزادہ گلفام!

ہماری جاسوسی کے مطابق آپ کسی ملک کے شہزادے ہیں آپ یہ بتائیں کہ کہاں سے آئے ہیں، کہاں جانا ہے؟ آپ سوداگر ہیں تو کون سی جنس بیچنے آئے ہیں اور یہ اس قدر لشکر آپ کے ساتھ کیوں ہے؟ اور اگر سیاح ہو تو پھر چین کا شہر دیکھے بنا تمھاری سیاحت ناکام ہے۔ ہم تمھیں سیر کی دعوت دیتے ہیں۔ اور اگر ہم سے ملنا چاہتے ہو تو مرحبا۔ خوش آمدید

از سیف الملوک
سلطان معظم!
اقبال بلند ہو

میرا نام سیف الملوک ہے۔ میرا باپ عاصم بن صفوان مصر کا بادشاہ ہے۔ وہ چالیس ملکوں کا بادشاہ ہے۔ میں حملہ کی غرض سے آتا تو اتنی فوج نہ لاتا۔ میں تو محبت کا مارا ہوں۔ تلاش محبوب میں نکلا ہوں۔ اگر اجازت دو تو رک جاتے ہیں ورنہ صبح انشاء اللہ کوچ کر جائیں گے۔

"سیف الملوک"

تین آدمی جواب لے کر گئے۔ فغفور نے جونہی پڑھا بہت سے تحائف لے کر سیف الملوک کے پاس آیا۔ تحائف پیش کئے اور شہر چلنے کی دعوت دی۔ سیف الملوک حاکم چین کے ساتھ روانہ ہوا۔ حاکم نے خوب آؤ بھگت کی اور کہا آپ ہمیں کچھ بتائیں شاید ہم کچھ رہنمائی کر سکیں۔ شہزادے نے ساری روئداد سنائی۔ تو حاکم نے پورے چین میں اعلان کروایا کہ تمام سیاح کل ہمارے دربار حاضر ہوں۔ سب سیاح جب حاضر ہوئے تو ان سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی شارستان کے علاقے کو جانتا ہے؟ شاہپال کا نام سنا ہے؟ سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ ایک بوڑھے نے آگے بڑھ کر کہا اس طرح معلوم نہ ہوگا۔ آپ یوں کریں استنبول چلے جائیں وہاں آپ کو بھانت بھانت کے سیاح ملیں گے۔ شاید ان میں سے کسی کو خبر ہو۔ شہزادہ نے بوڑھے کو خلعت عطا کی اور شاہ چین سے اجازت مانگی۔ کوچ کا اعلان کر دیا۔ شاہ چین نے بڑے اعزاز سے رخصت کیا۔ چھ ماہ تک پھر پانیوں کی سنگت بنا رکے یہ سفر جاری رہا۔ ایک روز ایک جزیرہ نظر پڑا شہزادہ نے کہا یہاں رکو۔ سب جہاز روک دیے گئے۔ شہزاد نیچے اترا پھل افراط، انسان تفریط شہزادہ اس علاقے کو کنارے پہ کھڑے ہو کر دیکھ رہا ہے۔ اس کے دیکھتے دیکھتے ایک بھیڑیا آیا اور ایک گھوڑا شکار کر کے لے گیا۔ اور پرندے اتنے بڑے کہ آدمی کو پنجے میں پکڑ لیتے اور دور جا کر نوچ نوچ کر کھاتے۔ شام ہوتے ہی پانی سے مگرمچھوں نے حملہ کر دیا۔ سیف الملوک کے کتنے ہی ساتھی ان کی غذا بن گئے۔ شہزادے نے فوراً کوچ کا حکم دیا۔ تیزی سے لوگ جہازوں پہ سوار ہوئے۔ جلدی جلدی لنگر اٹھائے کچھ رہ گئے۔ کچھ بہہ گئے۔ ۲۱ دن مسلسل سفر کرتے گزر گئے۔ بائیسویں دن طوفان آ گیا۔ آسمان نے بھی منہ کھول دیا۔ نیچے بھی پانی اوپر بھی پانی۔ سمندر کی لہریں اس قدر بلند ہوئیں یوں لگتا آسمان سے جا لگیں گی۔ بادبان لنگر ٹوٹ گئے۔ جہاز تباہ ہو گئے۔ شہزادے کے کچھ ساتھی جانوروں کا کھاجہ بن گئے۔ کچھ پھٹوں پہ بیٹھ کر نامعلوم سمت روانہ ہو گئے۔ صرف شہزادے کا جہاز سلامت رہا۔

۹۹ دن تک یہ جہاز لہروں کے رحم و کرم پر ادھر ادھر پھرتا رہا۔ اس جہاز میں ستر آدمی اور ایک شہزادہ خود ہی یہ جہاز کنارے پہ جالگا۔ سورج کی گرمی لگی تو کچھ کچھ ہوش آیا۔ شہزادے نے ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے اپنے دوست صاعد کا پوچھا مگر اس کی کچھ خبر نہ تھی۔ سیف الملوک سمجھ گیا کہ وہ بھی طوفان کی نذر ہو گیا ہے۔ اونچی اونچی آواز سے رونے لگا۔

یا اللہ میرا یار ہمدرد غمخوار چھین لیا۔ ہائے محبت تو کیا گل کھلا
رہی ہے نہ محبوب ملا ہے اور یار بھی کھو بیٹھا ہوں۔ ایک کی جدائی ناقابل برداشت
تھی اب یار کی جدائی !!! عجیب شامت آئی۔

ہر چیز طوفان کی نذر ہو گئی۔ خزانہ ختم فوج غرق چھ ماہ پھر گزر گئے۔ ایک روز ایک جزیرے کے قریب سے گزرے تو پھلوں کی بہتات دیکھی تو جہاز رکوایا۔ اور اپنے بندوں سے کہا کہ پھل بھر لو۔ اپنی بھوک مٹالو کچھ سستالو۔ پھر روانہ ہو جائیں گے۔ شہزادے کو وہ جگہ اتنی پسند آئی کہ شہزادے نے وہاں قیام طویل کر لیا۔ ایک روز تو سیف الملوک کی انتہا نہ رہی۔ کیا دیکھتا ہے ایک پرندہ آیا اس نے چار آدمی ایک پنجے میں اور چار آدمی دوسرے پنجے میں اٹھائے اور بڑی آسانی کے ساتھ اڑ گیا۔ شہزادہ تو ڈر گیا۔ فوراً حکم دیا۔ جتنے پھل رکھ سکتے ہو رکھ لو۔ پانی سے مشکیں بھر لو۔ اور فوراً روانگی۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ پھر جہاز اور پانی اکٹھے چل پڑے۔ دو ماہ تک سمندر کے ساتھ ساتھ، جمع شدہ ذخیرہ ختم ہو گیا۔ اب دعا کر رہے ہیں کوئی جزیرہ آئے تو ہم کو کھانے کو ملے پیٹ کی بھوک مٹے دعا قبول ہو گئی۔ جزیرہ آ گیا آرام کے احکام، پھل کھاتے سستاتے شام ہو گئی۔ سیف الملوک نے کہا ہم رات یہاں ہی آرام کرتے ہیں صبح روانہ ہونگے۔ لیکن نیچے نہیں ہونا۔ جہاز کو باندھ دو۔ اور رات درختوں پہ بسر کرو۔ ان جزیروں میں عجیب عجیب قسم کے پرندے اور درندے رہتے ہیں۔ وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ جب سب درختوں پہ بیٹھ گئے تو یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ پانی میں سے عجیب و غریب بلائیں نکل رہی ہیں۔ کسی کی شکل شیر جیسی کسی کی گردن گینڈے جیسی۔ کسی کی اونٹ کی طرح کئی ایسی تھیں جن کے جسم ہاتھی جیسے تھے۔ نکل کر پھرنے لگ گئیں۔ شہزادہ اور ساتھی رب سے دعا کرنے لگے یا اللہ ان سے بچا۔ صبح کوچ کر جائیں گے۔ ساری رات کنارے پہ پھرتے رہے صبح کو یوں غائب ہو گئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ علی الصبح سب ہی شہزادے کے کہنے پر روانہ ہو گئے۔ جتنا سامان کھانے پینے کا جمع کر سکتے تھے۔ جمع کیا اور چل پڑے۔ چار ماہ تک سفر کرتے رہے۔ ایک دن سمندری بلا نے جہاز کو ٹکر ماری جہاز آگے ہی طویل سفر اور طوفانوں کا مقابلہ کرتے کرتے کمزور پڑ چکا تھا۔ ٹوٹ گیا۔ شہزادہ اور چالیس آدمی ایک تختے پر باقی دوسرے تختے پر شہزادے کا تختہ تین روز کے بعد بڑی مشکلوں سے ایک جزیرہ

کے قریب لگا۔ بھوک کے ستائے ہوئے تھے۔ کہ اس کو ختم کرنے کے لئے درختوں کی طرف دوڑے۔ ابھی وہ پھل کھا رہے تھے کہ کتے کی شکل کے جانور آئے انہوں نے سیف الملوک کے چند ساتھی شکار کئے۔ اور چل دیئے۔

۱۷۰

شہزادہ جان بچا کر بھاگا۔

(ہائے محبت تو کیا کر رہی ہے۔ کبھی اس در کبھی اس در کبھی دربدر
واہ محبت تیری حکومت کتنی مضبوط ہے اور کون ہے جو تیرا حکم ٹالے)

تین دن مسلسل پیدل چلنے کے بعد محبت کا مارا شہزادہ بیچارہ تبت شہر پہنچ گیا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس شہر میں ضروریات زندگی تو موجود ہیں مگر زندگی نظر نہیں آرہی۔ یعنی انسان نظر نہیں آرہے۔ دکانیں کھلی ہیں مگر دکانوں پر بندروں کی شکل کی مخلوق بیٹھی ہے۔ جونہی بندروں کی نظر اس پر پڑی ایک گروہ آگے بڑھا اور اس کو گرفتار کر لیا اور چل پڑے۔ شہزادہ کیا کرے۔ یہ کم وہ زیادہ لڑنے کا فائدہ وہ بندر نما انسان اس کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گئے تخت سے اترا اور بغل گیر ہوا۔ قیدی سمجھنے کی بجائے انکو مہمان بنا لیا۔ بادشاہ نے حکم صادر کیا جاؤ ان کی شاہی مہمانوں جیسی آؤ بھگت کی جائے۔ رات کو ہم گفتگو کریں گے۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ رات کے وقت بادشاہ سیف الملوک سے ملنے کے لئے آیا۔ سیف الملوک نے اپنی ساری بپتا سنائی۔ اپنا تعارف کروایا۔ بادشاہ نے اور احترام کیا اور کہا آپ جب تک چاہیں رہ سکتے ہیں۔ چالیس دن سیف الملوک اس جزیرہ میں رہا۔ ایک دن محبوب کی یاد ستائی۔ بادشاہ سے اجازت چاہی۔ کہا مقصد، عیش و آرام نہیں ہے۔ یہ تو گھر میں بھی میسر تھا ہم تو اپنے محبوب کو تلاش کرنے نکلے ہیں۔ بادشاہ نے اجازت دے دی اور ایک سیانا بندر ساتھ کر دیا کہ اپنی سرحد تک ان کو چھوڑ کر آؤ تاکہ کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔ سرحد تک چھوڑ کر وہ بوزنا واپس آگیا۔ شہزادہ جنگل کے بیچ و بیچ سفر کرتا رہا۔ کئی میل سفر کرنے کے بعد راہ میں ایک دریا آگیا۔ کوئی پل نہیں کوئی کشتی نہیں۔ اکیلا ہوتا تو شاید چھلانگ لگا دیتا۔ دوستوں کی فکر دامن گیر ہوئی۔ سب سے کہا لکڑیاں اکٹھی کرو۔ گھاس کاٹ کر رسیاں بناؤ اور لکڑیاں جوڑ کر کشتی بناؤ۔ لکڑیاں باندھیں اور دریا میں کشتی ٹھیل دی چالیس دن ان لکڑیوں پر سفر کرتے رہے۔ ایک دن ان کو دور سے بہت سے بیڑے آتے ہوئے نظر آئے سیف الملوک خوش ہوا۔

چلو کسی آدمی کا چہرہ دیکھنے کو ملے گا۔ کوئی سوداگر ہو گا۔ جو ان بیڑوں پہ مال لے جا رہا ہو گا۔ بیڑے قریب آتے ہی خوشی پہ پانی پھر گیا۔ ان پر حبشی سوار تھے۔ آدم خور حبشی شہزادے نے حکم دیا لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ورنہ یہ تو کھا جائیں گے۔ تیر اندازی شروع ہوئی۔ دونوں طرف سے، حبشیوں نے ڈٹ

ہو کر مقابلہ کیا۔ پاؤں شہزادے کے بھی نہ اکھڑے۔ چالیس بندے حبشیوں کے مرے اور آٹھ بندے شہزادے کے وہ زیادہ تھے انہوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ شہزادے سمیت سب کو گرفتار کر لیا۔ اور اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ وہ ان گوروں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور اعلان کیا کہ بڑا عرصہ ہو گیا ہم نے گورے لوگوں کے گوشت کے کباب نہیں کھائے۔ ان کا گوشت لذیذ ہوتا ہے۔ انہیں ذبح کرد اور ہمیں کباب بنا کر کھلاؤ۔ درباری سیف الملوک کے حسن سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ بادشاہ سلامت سے عرض کی حضور انہیں جو گرفتار کر کے لائے ہیں ان کے بقول یہ بہت بہادر ہیں ذبح کرنے کا کیا فائدہ آپ ان کو اپنا غلام بنالیں اور ان سے کام لیں۔ اللہ نے بادشاہ کے دل میں رحم ڈال دیا اس نے کہا ٹھیک ہے۔ سیف الملوک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ ہمارہ ذاتی غلام۔ ان میں سے دس شہزادی کے غلام اور باقی تم بانٹ لو۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ دس ساتھی شہزادی کے پاس پہنچا دیے۔ (حبشیوں کی شہزادی کے حسن کا اندازہ آپ خود ہی لگا لیجئے۔) جب وہ شہزادی صاحبہ کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا۔ کون تسی؟ کی نام تساڈا؟ کس طرفوں تسی آئے؟ انہوں نے آغاز سے یہاں تک کے تمام حالات من وعن گوش گزار کر دیے۔ سیف الملوک کی بہادری اور خوبصورتی کا سن کر وہ "ملکہ کالیا" شہزادے کی محبت میں گرفتار ہو گئی اور محبت اپنے ساز و سامان سمیت اس کے پاس آ گئی۔ یعنی دن کو رونا۔ رات کو نہ سونا۔ دیدار یار کی طلب بے قرار قلب۔

سوچتی ہے ساری ساری رات کہ کس طرح کروں ملاقات دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر مختار کو پیام بھیجا۔ یعنی باپ سے کہا کہ ابا حضور آپ سے آج تک میں نے کچھ نہیں مانگا۔ اب ایک چیز مانگتی ہوں۔ آپ اپنا غلام مجھے عطا کر دیجئے۔ باپ نے بیٹی کی بات مان لی۔ سیف الملوک بیٹی کی طرف روانہ کر دیا۔ جونہی سیف الملوک حبشی کی بیٹی کے پاس پہنچا۔ محبت کی جو چنگاری اس کے سینے میں تھی۔ وہ شہزادے کے چہرے کو دیکھتے ہی شعلہ بن گی۔ سیف الملوک کو تخت پر اپنے ساتھ بیٹھایا۔ دونوں اکٹھے بیٹھے عجیب لگ رہے تھے۔ شہزادے کا رنگ دودھ سے سفید۔ اور شہزادی کا رنگ جیسے توے کی نچلی طرف۔ حبشیوں کے اندر جتنا کوئی کالا ہو گا۔ اتنا قسمت والا ہو گا۔ ہر ایک متوالا ہو گا۔ شہزادے سے پیار و محبت کا اظہار کرنے لگی۔ شہزادے نے اک نظر ڈالی کالا سیاہ رنگ موٹے موٹے ہونٹ چھوٹی چھوٹی آنکھیں ناک کے بڑے بڑے سوراخ ٹھوڑی جیسے چوہے کا منہ اور بدبو کا کچھ نہ پوچھیے۔

بس اتنا سمجھ لو بدصورتی کا جنرل سٹور تھی۔ سیف الملوک سے کہنے لگی۔ تو پردیسی بیچارہ پھرتا ہے مارا مارا مجھ سے شادی کر لے بن جا سہارا شہزادے نے آنکھیں بند کر لیں اور منہ نفرت سے پھیر لیا۔ عورت نفرت کرنے لگ جائے تو اللہ کی پناہ اور پھر اس کے پاس کوئی عہدہ بھی ہو اور نفرت اس سے

سے ہو کہ اس نے دعوت شہوت دی۔ اور اپنے انکار کیا پھر تو انتقام دیکھنے کے لائق ہوتا ہے۔ اس ملکہ کالیا نے حکم جاری کیا اس شہزادے کو ساتھیوں سمیت قید با مشقت محل سے جیل کی کوٹھری میں آ گئے مشقت شروع چکی پیستے پیستے شہزادے کے ہاتھوں پہ چھالے پڑ گئے۔ یہ چھالے بنتے ہیں بگڑتے ہیں ان کی اس توڑ پھوڑ میں ہاتھ رنگین ہو جاتے۔

(واہ محبت تو نے پریمیوں کو سکون سے نہیں رہنے دیا۔ ہر سکون چھوڑ کر ہر ظلم سہنے پہ مجبور ہو گیا۔ واہ محبوبو تم بھی کیا شے ہو) / ـــــ

چالیس دن اسی کیفیت میں گزر گئے۔ شہزادے نے ایک دن اپنے ساتھیوں سے کہا اگر اس طرح رہا تو ہم تو محبوب کو نہ پا سکیں گے۔ آؤ آج بھاگ نکلیں ایک ساتھی نے کہا شہزادہ سلامت پہرہ سخت ہے۔ بھاگنا ناممکن ہے۔ شہزادہ بولا ایک تجویز آئی ہے تم پہرہ دار کو بلاؤ۔ پہرہ دار قریب آیا شہزادے نے کہا شہزادی صاحبہ سے کہو آپ جو فرماتی ہیں اسی پر عمل ہو گا۔ جونہی یہ بات پہنچی رہائی کا حکم صادر ہو گیا۔ پھر سیف الملوک کی آؤ بھگت شروع جب اعتبار ہو گیا تو شہزادے نے کہا شہزادی صاحبہ آج شکار کو بہت جی چاہ رہا ہے۔ پھر شادی کی تیاریاں شروع ہو جائیں گی۔ کہاں وقت ملے گا۔ اجازت دیجئے۔ شہزادی نے شادی کی خوشی میں اجازت دے دی اور حبشیوں سے کہا یہ جہاں چاہیں انکو گھومنے پھرنے دیا جائے۔ شہزادے نے دیر نہ کی شکار کا سامان لیا اپنے ہی ساتھی لئے اور شکار کو چل پڑا۔ گھنے جنگل میں پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے کہا لکڑیاں اکٹھی کرو اور گھاس کاٹ کر رسیاں بناؤ۔ لکڑیوں کو باندھ کر چلو دریا کے کنارے اور بھاگ چلیں وقت کم ہے کام زیادہ تیزی جلدی فوراً کشتی تیار ہو گئی۔ دریا میں ڈالی اور چل پڑے تین دن تک سفر کرتے رہے۔ چوتھے روز عجیب آفت سے واسطہ پڑا۔ ایک بہت بڑا پرندہ ہاتھی جتنا جسم بڑے بڑے پر اس نے جس تختے پر وہ سوار تھے۔ پنجے میں لیا اور فضا میں بلند ہو گیا۔ کافی بلندی پہ گیا تو شہزادہ نیچے گر گیا۔ یہ تو شکر پانی میں گرا بچ گیا خشکی پہ گرتا تو ہر چیز برابر ہو جاتی۔ بڑی ہمت دکھائی بڑی بہادری کی۔ پانی کی لہروں سے لڑتا رہا۔ وہ ڈبونا چاہتی تھیں اور یہ زندہ رہنا چاہتا تھا۔ اللہ نے مدد کی ایک تختہ تیرتا ہوا آ رہا تھا سیف نے اسے پکڑا اور روانہ ہوا۔ اب ڈوبنے کا خطرہ قدرے کم ہوا۔

پریمی ایک مرتبہ مرتے ہیں پھر کوئی موت ان کو نہیں مار سکتی۔ دس دن اور دس راتوں کے بعد شہزادہ کنارے لگا۔ یہ علاقہ کوہ قاف کہلاتا تھا۔ کنارے پہ کثرت سے درخت تھے۔ جن کی شاخیں پانی کو چوم رہی تھیں۔ ایک شاخ کو پکڑ کر سیف الملوک درخت پہ چڑھ گیا۔ سیف الملوک دو دن درخت پہ چھپا رہا کیونکہ نیچے پانی تھا اور اوپر پہاڑ اور پہاڑ پر چڑھنا شہزادے کے بس کی بات نہ تھی۔ تیسرے دن

ایک اژدھا کوہ قاف سے اترا اور ندی کی طرف پانی پینے کے لئے آیا جونہی پانی پی کر وہ پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ تو سیف الملوک نے توکل علی اللہ اس کی دم پکڑلی وہ پہاڑ پر چڑھتا رہا۔ جب چوٹی آئی تو اس نے فورا دم چھوڑ دی اور خود درختوں کے جھنڈ میں چھپ گیا۔ اژدھا جب دور چلا گیا تو یہ بھی جھنڈ سے نکل کر ادھر ادھر پھرنے لگا پھل کھا کر سو گیا۔ جب تھکاوٹ اتری سکون ملا تو اوراق گذشتہ نظروں کے سامنے بکھر گئے۔ ان اوراق میں ماں باپ کی یادیں دوست صاعد کی باتیں ان کو دیکھ کر وہ رو پڑا۔ رو تا کیا نہ کرتا برداشت کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا۔ ہمت کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ ۲۴ گھنٹے آزادی سے گھوم پھر کر گزارے دوسرے دن علی الصبح جب اٹھا تو کیا دیکھتا ہے۔ ایک طرف سے کیڑے آ رہے ہیں جن کے قد کتے جتنے ہیں اور ان تمام کا رخ شہزادے کی طرف تھا۔ شہزادہ پہاڑ کی طرف دوڑا۔ اتنے میں ایک بہت بڑا پرندہ آیا۔ وہ ان سب کیڑوں کو کھا گیا۔ شہزادہ کے ذہن میں ایک ترکیب آئی جونہی وہ پرندہ اڑنے لگا سیف الملوک نے اس کی انگلی کو پکڑ لیا شہزادہ یوں لگ رہا تھا۔ جیسے ایک تنکا۔ یہ پرندہ کئی جنگلوں دریاؤں جزیروں کو پار کرتا رواں دواں رہا ایک بہت بڑے درخت کے نیچے بیٹھنے کے لئے جونہی وہ جھکا تو سیف الملوک نے انگلی چھوڑ دی اور دوڑ کر جھنڈ میں چھپ گیا سامنے درخت پہ اس پرندے کے دو بچے تھے وہ درخت پہ چڑھا بچوں کو پروں میں چھپا لیا۔ اسی اثنا میں شہزادہ دیکھتا ہے کہ ایک بہت بڑا ناگ کوہ قاف سے شوکتا ہوا آ رہا ہے۔ اور سیدھا بچوں کی طرف بڑھا کوہ پیکر پرندے نے اپنا اور بچوں کا دفاع کرنا شروع کیا مگر کب تک آخر کار وہ تینوں اژدھا کا شکار ہو گئے۔

پھر ناگ کی نظر چھپے ہوئے شہزادے پہ پڑی وہ شہزادے کے پیچھے بھاگا تو شہزادے نے جھنڈ کے اندر اندر دوڑ لگا دی۔ سامنے پہاڑ آیا سیف الملوک کے پاس طاقت کدھر سے آ گئی کہ پہاڑ پہ چڑھ گیا اور دوسری طرف اتر گیا۔ وہاں کوئی بشر نہ تھا ویرانہ ہی ویرانہ تھا۔ درندے پرندے چرندے خرندے بہت تھے۔ مگر شہزادہ شراب محبت پی کے مست جا رہا تھا۔ کئی دن کی مسافت کے بعد ایک دن صبح کے وقت دور سے ایک شہر کے چبارے نظر آئے۔ شہزادہ خوش ہوا کسی انسان کی شکل تو دیکھنے کو ملے گی۔ شہزادہ قریب پہنچا بہت بڑا شہر تھا۔ چاروں طرف باغات ہی باغات۔ نہروں کا جال بچھا ہوا تھا۔ باغات تو تھے باغبان نظر نہ آ رہے تھے سیف الملوک نے سفر جاری رکھا ایک بہت بڑا دروازہ نظر آیا اسی طرف چل پڑا۔ دروازے پہ چالیس افراد نظر آئے ان کے قریب گیا سلام کیا انہوں نے جواب دیا تو شہزادے کو محسوس ہوا آوازیں تو زنانہ ہیں اور مرد کوئی بھی نہیں ہے۔ وہ چالیس کی چالیس اس حسین نوجوان کو غور سے دیکھنے لگیں۔ پوچھنے لگیں تم کدھر سے آئے ہو؟ کوئی فرشتہ لگتے ہو۔ سیف الملوک نے اپنا تعارف کرایا۔ وہ اسے ملکہ عالیہ کے پاس لے گئیں۔ سیف الملوک ملکہ کے تخت اور حسن کو دیکھ

دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ چاروں طرف عورتیں تھیں۔ ملکہ اطلس میں ملبوس ہیرے جواہرات سے مرصع۔ چاند سا چہرہ۔ ابرو تلوار۔ نین کٹار۔ پلکیں تیروں کی قطار۔ سرو قد۔ چمبیلی کی شاخ سی نازک چاندی سا بدن ناگن زلفیں۔ سیف الملوک نے جھک کر سلام کیا وہ بھی تخت سے نیچے اتر آئی کشش تھی شہزادے میں کہ وہ سیدھی گلے آکر لگی۔ اپنے ساتھ تخت پہ بیٹھایا پہلی دفعہ ملاقات ہو تو آدمی دوسرے سے نام، کام، طعام، مقام کے بارے میں ضرور پوچھتا ہے۔ شہزادے نے مکمل تعارف کروایا۔ اور بتایا کہ میں پیاسا ہوں۔ محبت کا پیاسا اور کنوئیں کی تلاش میں نکلا ہوں۔ ملکہ نے محبت جتلائی۔ خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھائی ہر ضرورت بہم پہنچائی۔ شہزادے نے کہا ملکہ ایک سوال پوچھوں؟ پوچھو پوچھو۔ میں جب سے آیا ہوں کوئی مرد نظر نہیں آیا عورتیں ہی دیکھ رہا ہوں۔ ملکہ نے کہا شہزادے اسے شہر زنان کہتے ہیں یہاں عورتیں ہی ہیں مرد کوئی نہیں شہزادے نے پوچھا مرد نہیں تو نسل کیسے چلتی ہے؟ ملکہ نے کہا آؤ تمھیں بتاتی ہوں۔ ملکہ نے دو گھوڑے منگائے اور چل پڑے۔ سیف الملوک ہر شے کو بڑے انہماک سے دیکھ رہا ہے۔ دیکھتا ہے عورتیں ہی خریدار ہیں عورتیں ہی دکاندار بھرا پڑا ہے بازار۔ جونہی ہوا شہزادے کا دیدار ہر ایک ہوا بے قرار جب شہر سے ہوئے پار۔ ایک بلند و بالا گنبد دیکھا۔ سیف الملوک کو ملکہ اس کے اندر لے گئی۔ اندر ایک بڑا تالاب تھا۔ اس کا پانی نہ زیادہ گرم نہ ٹھنڈا۔ صاف و شفاف ملکہ شہزادے سے کہنے لگی جب کوئی عورت بالغ ہو جاتی ہے مرد کی حاجت محسوس کرتی ہے تو اس تالاب میں آجاتی یہاں نہاتی ہے تو وہی لذت محسوس کرتی ہے جو ایک عورت اپنے خاوند سے پھر وہ اسی تالاب کے اندر نہاتے ہوئے حاملہ ہو جاتی ہے اور اللہ کی قدرت ہے کہ صرف بچی ہی ہوتی ہے۔ شہزادہ یہ تمام سن کر بہت حیران ہوا۔ آٹھ روز شہر زنان میں گزارے ناویں دن ملکہ سے کہنے لگا آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے خوب مہمان نوازی کی اب اجازت دیجئے۔ میں جس کی خاطر بے گھر ہوا ہوں۔ اس کی خبر لوں۔ آپ میری راہنمائی کریں۔ اس کا نام بدیع الجمال ہے۔ باغ ارم میں رہتی ہے کچھ خبر ہو تو دو ملکہ نے کہا اس شہر کا نام ہم نے نہیں سنا۔ یہ سب کچھ میں تمھاری زبان سے سن رہی ہوں۔ پھر حسن کے اسلحے سے لیس ہو کر شہزادے کے دل پر حملہ کرنے کے لئے قریب آئی اور ناز و ادا سے کہنے لگی تم نامعلوم شے کے پیچھے جوانی زندگانی کیوں تباہ کر رہے ہو؟ یہاں میرے پاس رہو میں تیری داسی بن کے رہونگی۔ یہاں کی ہر ناری حور سے کم نہیں ہر طرح کی عیش ہے کوئی غم نہیں جیسے چاہو بلاؤ پیار جتاؤ سیف الملوک نے کہا

ملکہ تخت و تاج میں نے عورتوں کے ملاپ کے لئے نہیں چھوڑا۔ یہ میرے ملک میں کم نہ تھیں۔ میں تو بدیع الجمال کا دیوانہ ہوں۔ اس کے بنا خدا کی خدائی بھی قبول نہیں۔ ملکہ کا کوئی تیر نشانہ پہ نہ لگا

ملکہ ہی نے ہار مان لی اور جانے کی اجازت دے دی۔ اور ایک عورت ساتھ روانہ کر دی۔ کہ انہیں سرحد تک چھوڑ آؤ۔ سیف الملوک کو ملکہ نے ایک شیشہ اور خنجر دیا کہا راہ میں کوئی روکے تو شیشہ اور خنجر دکھا دینا۔ سرحد پر پہنچ کر آئینہ اور خنجر واپس کر دینا۔ سیف الملوک اور محافظ عورت روانہ ہوئے کئی ایام کا سفر کیا راہ میں فوجیں روکتیں تو یہ شیشہ دکھا دیتا سات دن کے بعد ایک جگہ پہ پہنچے اونچی قبر بنی ہوئی تھی۔ قبر پہ ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ وہ عورت بولی ہماری سرحد آ گئی ہے۔

اس سے آگے ہم نہیں جا سکتے اللہ حافظ سیف الملوک نے شیشہ اور خنجر واپس کر دیا۔ شکریہ ادا کیا اور کہا ملکہ سے میرا سلام عرض کرنا۔ وہ واپس چل دی اور یہ آگے بڑھ گیا۔ ۷۰ دن تک سفر کرتا رہا کبھی خشکی پہ کبھی پانی پہ خود شکار کرتا پکاتا اور جسم کو گرماتا۔ سفر کے دوران ایک نورانی چہرے والے بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ سیف الملوک بڑا متاثر ہوا۔ مصافحہ کیا ہاتھوں کو بوسہ دیا پوچھا آپ کون ہیں؟ نام کیا ہے؟ بزرگ نے کہا ہم تمہارے ادب سے متاثر ہوئے میرا نام عزرائیل ہے اور میں اللہ کا فرشتہ ہوں۔ تم ٹھیک راستے پہ جا رہے ہو اللہ تمہاری مدد کرے اور ایک روز تم منزل پہ پہنچ جاؤ گے۔ اور کہا پتا یہ اسم اعظم ہے یا حی یا قیوم جب مشکل آئے اسے پڑھنا مشکل آسان ہو جائے گی۔ یہ کہہ کر فرشتہ غائب ہو گیا۔ سیف الملوک نے سفر جاری رکھا۔ کئی روز کے بعد قلعہ نظر آیا۔ ویرانے میں انسان کو مکان نظر آئے تو اسے سکون نظر آتا ہے۔ قلعہ کی طرف چل پڑا۔ قلعہ کی قریب پہنچا تو دروازہ بند اسم اعظم پڑھ کر پھونک ماری۔ تالہ ٹوٹ گیا۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا یوں لگا جنت میں داخل ہو گیا۔ ہیروں کی چمک دمک آنکھوں کو چندھیا رہی تھی۔ سونے اور چاندی کا گارا استعمال ہوا تھا اور بلور کی اینٹیں اور نقش و نگار اس فنکاری سے کئے تھے اصلی گمان ہوتے تھے۔ اشیاء تو ساری موجود تھیں مگر اشرف المخلوقات کہیں دکھائی نہ دے رہا تھا۔ سیف الملوک کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی ہاتھ بڑھایا پھر ہٹا لیا کہ کھاؤں کہیں مر نہ جاؤں؟ بھوک نے تنگ کیا بھوک اور محبت بڑا تنگ کرتی ہے۔ اور سب کچھ کرنے کرانے پہ مجبور کر دیتی ہے۔ بھوک میں مختار مجبور بن جاتے ہیں اور محبت میں مجبور مختار بن جاتے ہیں۔ جتنی طلب تھی لے کر کھانا شروع کیا جب پیٹ بھر کے کھانا کھایا۔

قلعہ کے اندر پھرتے پھرتے اسے ایک بنگلہ نظر آیا اس طرف چلا شاید کسی آدم زاد سے ملاقات ہو جائے وہ بنگلہ بھی سنگلوں سے جکڑا ہوا تھا۔ اسم اعظم پڑھا اور سنگلوں کو توڑا دروازہ کھولا تو خوشبو کا ریلا۔ ایسی خوشبو انگ انگ کو بیدار کر گئی۔ شہزادے نے ادھر ادھر دیکھا مگر کوئی ذی روح نظر نہیں آیا۔ ہاں ایک اور دروازہ نظر آیا اور اس دروازے پہ دو شیر پہرہ دے رہے ہیں۔ سیف الملوک دروازے کے قریب گیا شیر لپکے مگر تھوڑی ہی دیر میں ڈھیر ہو گئے۔ سیف الملوک اندر داخل ہوا تو چاروں طرف

بمیرے جواہرات بکھرے ہوئے تھے۔ اور درمیان میں سونے کا بنا ہوا تخت اور تخت پہ کوئی سویا ہوا تھا۔ سفید چادر تانے۔ شہزادہ قریب گیا چادر ہٹائی تو دیکھتا ہے ایک خوبصورت لڑکی سورج جیسا چمکتا ہوا ماتھا۔ بھنویں جیسے عید کا چاند۔ زلفیں بکھری ہوئیں جیسے گھٹا۔ آنکھیں دھاری دھار تلوار ہیں۔ ہونٹ سرخ یاقوت جیسے کاری گر نے خوبصورتی سے گھڑا ہو۔ سیف الملوک قریب ہوا۔ آواز دی وہ نہ اٹھی پھر ہاتھ سے ہلایا اسے کچھ خبر نہ تھی شہزادہ سمجھ گیا یہ نیند نہیں کچھ اور ہے۔ ادھر ادھر چیزوں کو دیکھنے لگے شاید کچھ پتہ چلے اسے سرہانے کے نیچے سے ایک چاندی کی تختی ملی۔

اس پہ سبز روشنائی سے سریانی زبان میں وہ منتر لکھا ہوا تھا جسے پڑھ کر اسے ہوش دلایا جا سکتا تھا۔ سیف الملوک نے وہ منتر پڑھ کر پھونکا۔ شہزادی بیدار ہو گئی۔ آنکھ کھولی تو اجنبی چہرہ دیکھا۔ اور ٹکٹکی باندھے دیکھے جا رہی ہے کچھ بولتی نہیں۔ سیف الملوک نے کہا میری بہن تو کون ہے؟ اور ادھر اکیلی رہتی ہے؟ وہ بھائی بھائی کہتے ہوئے سیف الملوک کے گلے لگ کر رونے لگ گئی۔ خوب روئی۔ جب سارا غم آنسوؤں کی صورت میں انڈیل دیا من ہلکا ہوا تو کہنے لگی شکر ہے۔ ۱۰ سال بعد آدم زاد کی شکل دیکھی یہ کہہ کر پھر رو پڑی شہزادہ بولا روئے چلی جا رہی ہو کچھ بتاؤ تو سہی یہاں اکیلی رہتی ہو؟ ہاں وہ آپ بیتی سنانے لگی۔

"میرا نام ملکہ خاتون ہے۔ میرا باپ سراندیپ کا بادشاہ ہے۔ میں اپنے محل میں خوش باش رہتی تھی۔ محل کے اندر ایک باغ تھا میرے والد نے بڑے شوق سے یہ باغ بنوایا تھا۔ ہر طرف سے پودے منگوا کر اس باغ میں لگوائے۔ باغ کے بیچ میں ایک بہت بڑا خوبصورت تالاب بنایا۔ چاروں کونوں پہ سونے کے شیر بنوائے ان کے منہ سے پانی نکلتا تھا اور تالاب میں گرتا تھا۔ میں اور میری بہنیں اور سہیلیاں باغ میں کھیلتی تھیں اور تالاب میں کشتی بھی چلاتی تھیں۔ ایک روز ہم کشتی میں سیر کر رہی تھیں۔ کہ بڑے زور سے آندھی چلی کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا۔ افراتفری پڑ گئی۔ ایک بہت بڑا سفید رنگ کا پرندہ اڑتا ہوا آیا اور مجھے پنجوں میں اٹھا کر اڑتا بنا۔ مجھے نہیں معلوم اس نے کتنا سفر کیا کب اور کہاں کہاں سے گزرا۔ مجھے کچھ ہوش نہ تھا جب ہوش آیا تو اس تخت کے اوپر بیٹھی ہوئی تھی اور میرے سامنے ایک خوبصورت جوان بیٹھا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ مجھے ہوش آ گیا ہے۔ اس نے مجھے جھک کر سلام کیا۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں سمجھ گئی کچھ چکر ضرور ہے اور یہ بھی شریک ہے میں نے نفرت کا اظہار کیا تو وہ خود ہی بولا۔ تو مجھے کوئی معمولی نہ سمجھ میں قلزم کا شہزادہ ہوں۔ میرا باپ جنوں کا بادشاہ ہے۔ تو چھوٹی سی تھی تو میں نے گزرتے ہوئے تجھے دیکھا اور میرے من کو تو بھا گئی۔ میں تیرے جوان ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ کیونکہ جب تک تو پاکیزہ رہی میرا بس نہ چل سکا۔ جب تو بالغ

ہوئی خبیث آیا تو پلید ہوئی۔ مجھے موقع مل گیا میں تجھے اٹھا لایا تو کسی قسم کی فکر نہ کر۔ دنیا کا ہر عیش و آرام تجھے ادھر ملے گا۔ میں رو پڑی میں نے کہا میں اپنی ماں، بہنوں کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتی۔ مجھے واپس چھوڑ آؤ۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ میری طرف سے جی یا مرا سے غصہ آیا اس نے تختی پہ جادو لکھا اور مجھ پر پھونک دیا میں بے ہوش ہو گئی۔ وہ چلا گیا۔ پھر آیا مجھے جگایا اور پوچھنے لگا تم کتنی دیر سوئی ہو؟ میں نے کہا یہ کوئی چند لمحے وہ بولا نہیں پورا ایک ماہ پھر مجھ سے پوچھا مجھ سے شادی کرو گی؟ میں نے انکار کیا وہ پھر مجھے سلا گیا پھر اس کا طریقہ کار ہو گیا۔ چاند کی پہلی تاریخ کو آتا مجھے جگاتا۔ میرے سامنے عمدہ عمدہ کھانے رکھتا جتنی طلب ہوتی کھا لیتی اور یوں دس سال گزر گئے۔ (۱۰)

ملکہ خاتون نے پوچھا بھائی تم بھی تو اپنے بارے میں کچھ بتاؤ تم کون ہو؟ کدھر سے آئے ہو؟ سیف الملوک نے اپنا سارا قصہ سنایا شروع سے یہاں تک۔

میرا نام سیف الملوک ہے۔ اور میں بدیع الجمال پری کی تلاش میں نکلا ہوں اور جتنے دکھ اٹھائے وہ تفصیل سے ملکہ خاتون کو بتائے۔ ملکہ خاتون نے جب بدیع الجمال کا نام سنا تو کہنے لگی بھائی اب کیا ہو سکتا ہے اگر سراندیپ میں ہوتی تو اللہ کی قسم تیری ملاقات بدیع الجمال سے کروا دیتی۔ بدیع الجمال کا سننا تھا کہ شہزادہ کی حالت بدل گئی۔

تم نے دیکھا ہے؟ تم جانتی ہو؟ کہاں رہتی ہے؟ تمہیں کہاں ملی تھی؟

صبر، صبر۔ بتاتی ہوں

"بدیع الجمال ہماری رضاعی بہن ہے۔ میری بہن بدرہ خاتون ابھی گود میں تھی میری ماں اسی حوض کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ جہاں سے یہ دیو مجھے اٹھا کر لایا۔ وہاں ایک محفل کا سماں تھا۔ تمام نوکرانیاں موجود تھیں وہاں۔ پر کھانے کا بندوبست تھا۔ میری ماں درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ ایک بوڑھی عورت اتری اور میری ماں کے پاس پلنگ پر آ کر بیٹھ گئی۔ میری والدہ ڈر گئیں۔ وہ عورت بولی ڈرو مت میں تمہاری ہمسائی ہوں۔ میں ملکہ ہوں میرا خاوند شاہپال بن شاہ رخ شارستان کا بادشاہ ہے۔ مجھے تمہارے باغ میں رہتے ہوئے ایک مہینہ ہو گیا ہے۔

آج ہماری واپسی ہے سوچا آپ کو ملتے جائیں۔ اپنی زبان میں کچھ کہا ایک پری طشت لئے حاضر ہوئی۔ ہیروں کا بھرا ہوا طشت میری والدہ کو پیش کیا اور میری بہن بدرہ کو اٹھایا اور اپنا دودھ پلایا۔ میری امی نے کہا تم نے میری بچی کو دودھ پلایا ہے میں بھی بدلہ چکانا چاہتی ہوں۔ شاہپال کی ملکہ نے اس پری کو کچھ کہا وہ گئی واپس آئی تو ہاتھ میں، پنگوڑا تھا، لا کر میری والدہ کے سامنے رکھ دیا۔ میری ماں نے کپڑا ہٹایا تو چاند کے ٹکڑے کو دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ اتنی خوبصورت بچی۔ سیف الملوک! وہ تھی بدیع الجمال

میری ماں نے پنگھوڑے سے اٹھا کر گود میں لیا اور اپنا دودھ پلایا۔ شاہپال کی ملکہ نے کہا یہ آج سے تمھاری بیٹی کی طرح ہوئی یہ ہر ماہ ایک ہفتہ تمھارے پاس رہا کرے گی۔ تیری بیٹی اڑ نہیں سکتی۔ ورنہ ہم اسے ساتھ لے جاتے۔ اور یوں وہ ہماری بہن بن گئی۔ ہر ماہ وہ ہمارے پاس آتی ہمارے ساتھ ایک ہفتہ رہتی ہم نے کئی سال اکٹھے گزارے اب تو وہ چودہ سال کی ہو چکی ہو گی۔

سیف الملوک بیتابی سے پوچھنے لگا میری بہن مذاق تو نہیں کر رہی؟ اللہ کی قسم سچ بول رہی ہوں۔ مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟ آج اپنے گھر ہوتی تو سچ جھوٹ خود معلوم ہو جاتا۔

اب شہزادے کی یہی خواہش ہے کہ جلدی جلدی یہاں سے آزاد ہوں اور سراندیپ پہنچیں۔ سیف الملوک نے پوچھا یہاں سے جانے کی کوئی تدبیر ہے؟ اور دیو سے چھٹکارا بھی مل جائے۔ ملکہ خاتون نے کہا ایک دن میں نے دیو سے پوچھا تیرا نام کیا ہے کہنے لگا۔ میرا نام اسفند باش ہے۔ میرا ہی یہاں راج چلتا ہے۔ یہاں جن اور پری بڑی مشکل سے پہنچ سکتے ہیں۔ آدم زاد کے لئے تو یہ ہی ناممکن میں نے پوچھا تمھاری عمر کتنی ہوتی ہے۔ کہنے لگا سو دو سو سال کی تو نوجوانی ہوتی ہے۔ میں نے کہا تم کو کوئی مار نہیں سکتا؟ کوئی مائی کا لعل مجھے نہیں مار سکتا۔ یہاں سے قریب ہی ایک ندی ہے اس ندی میں ایک صندوق ہے صندوق میں کبوتر ہے اس کبوتر کے اندر میری جان ہے۔ اس صندوق کو کوئی جن کوئی پری کوئی انسان نہیں نکال سکتا صرف ایک شخص نکال سکتا ہے۔ جس کے پاس شاہ مہرہ ہو گا وہ شاہ مہرہ پانی کو دکھائے تو صندوق خود بخود باہر آ جائے گا۔ شاہ مہرہ کا سننا تھا کہ سیف الملوک نے کہا کام بن گیا اٹھو ہم ابھی چلتے ہیں۔ وہ شاہ مہرہ میرے پاس ہے۔ گلے سے تعویز اتار کر دکھایا۔ ملکہ خاتون کو ساتھ لیا اور دریا کی طرف چل پڑا۔

پانی کو شاہ مہرہ دکھایا صندوق لہروں نے اٹھا کر کنارے پر پھینک دیا۔ سیف الملوک نے صندوق اٹھایا اور قلعہ کی طرف چل پڑا۔ دیو کو بھی کچھ ہلچل محسوس ہوئی۔ صندوق کو بند کمرے میں رکھا دروازے باریاں بند کیں صندوق کا تالہ توڑا۔ باز کی طرح جھپٹ کر کبوتر کو پکڑ لیا۔ ایک دم گردن مروڑ کر پھینک دیا۔ بہت زوروں کی آندھی چلی اور ہر طرف خون کے قطرے ہی قطرے جب آندھی ختم ہوئی تو دھڑم کر کے دیو گرا۔ اور آخری سانس تھے کہنے لگا سیف الملوک تو میرے باپ ھاشم شاہ سے نہیں بچ پائے گا۔ وہ تم سے ضرور بدلہ لے گا۔ ملکہ خاتون سے شہزادے نے کہا فوراً چلو اب رکنا فضول ہے۔ لکڑیاں جوڑ کر ایک ٹلا بنایا اس پر بیٹھ کر پانی کے ساتھ ساتھ چل پڑے۔ شہزادہ تو دریائی سفر کا عادی تھا مسئلہ ملکہ خاتون کا تھا جو بہت ڈر رہی تھی۔ ذرا لہر ٹلے کو اٹھاتی وہ چیخ پڑتی۔ خدا خدا کر کے ایک جزیرہ آیا سیف الملوک نے ٹلے کو کنارے پہ لگایا اسی کے ساتھ باندھا اور خود آگے چل پڑے۔ یہ عجیب جگہ تھی۔ باغ ہی

باغ ہر درخت پھلوں سے لدا ہوا۔ چشمے ہی چشمے پرندوں میں اکثریت طوطوں کی تھی۔ دنیا کی تمام اقسام کے طوطے اس باغ میں موجود تھے۔ شہزادے اور ملکہ خاتون نے پہلے تو پھلوں سے بھوک مٹائی چشموں سے پیاس بجھائی۔ پھر کسی اور طرف نظر اٹھائی۔ دیکھا کہ درمیان میں بہت بڑا حوض ہے۔ یہ اس حوض کو دیکھنے چل پڑے۔ اس کے کناروں پر پرندے بیٹھے تھے جن کے اجسام بکروں جتنے یہ درخت کی اوٹ سے دیکھ رہے ہیں دوپہر کے وقت حوض کے کناروں سے ایک ہزار آگ سے بھری ہوئی انگھٹیں نکلیں۔ وہ پرندے فوراً انگھٹیوں کی طرف بڑھے اور جلدی جلدی آگ کھانے لگے۔ جب سیر ہو گئے تو انگھٹیاں غائب ہو گئیں۔ وہ خوشی سے گیت الاپنے لگے۔ ان کے منہ سے آگ گرتی تھی جو حوض میں گرتی مگر بجھتی نہ تھی یہ دیکھ کر آگے چلے تو دور سے آدمیوں کا شور سنائی دیا۔ شہزادے نے ملکہ کو ایک درخت میں چھپا دیا اور خود آواز کی سمت چل پڑا۔ تھوڑا ہی چلا تھا کہ آدمیوں کے گروہ سے ملاقات ہو گئی تسلیم و آداب کے بعد شہزادے نے پوچھا آپ سیاح ہیں؟ یا میری طرح بھٹکے ہوئے؟ وہ بولے ہم اسی علاقے کے رہنے والے ہیں اس شہر کا نام واسط ہے ہمارے بادشاہ کا نام تاج الملوک ہے۔ انہوں نے اپنی راہ لی یہ واپس ملکہ خاتون کے پاس آیا اور بتایا کہ ہم شہر واسط کے قرب و جوار میں ہیں اور یہاں کے بادشاہ کا نام تاج الملوک ہے۔ تاج الملوک؟ ملکہ خاتون نے کہا ٹلے کو کھولو۔ شاہی محل کی طرف چلتے ہیں۔ ٹلے کو کھولا اور دارالحکومت کی طرف چل پڑے۔

تھوڑا سا سفر طے کیا کہ شہر نظر آگیا ٹلے کو کنارے لگایا۔ ملکہ خاتون کہنے لگی میں یہیں رہتی ہوں تم جاؤ بادشاہ کا پتہ لگاؤ۔ اس سے ملاقات کرو پھر مجھے آکر بتانا میں باتوں سے اندازہ لگا لونگی۔ کہ یہ میرا چچا ہے کہ نہیں سیف الملوک نے شہزادی کو کنارے پہ چھوڑا اور خود شہر کی جانب چل پڑا۔ ایک آدمی سے پوچھا بادشاہ سلامت کدھر ہیں؟ وہ کہنے لگا آج تو شکار پہ گئے شام تک شاید واپسی ہو جائے۔ سیف الملوک نے پوچھا کس سمت؟ اس نے اشارے سے بتایا ادھر سیف الملوک اسی سمت چل پڑا۔ تھوڑی ہی دور گیا کیا دیکھتا ہے۔ ایک قافلہ چلا آرہا ہے۔ ہاتھی، گھوڑے، خچر، غلام اور بیچ میں ایک بارعب ہستی سر پہ تاج سجائے چلی آرہی ہے۔ سیف الملوک سمجھ گیا یہی بادشاہ ہے۔ وہ ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ جب بادشاہ محل میں پہنچ گیا تو یہ دروازے پہ کھڑا ہو گیا دربان سے کہا میں بادشاہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ بہت دور سے آیا ہوں اگر شرف ملاقات بخش دیں تو احسان ہو گا۔ دربان نے اطلاع پہنچائی۔ حضور ایک پردیسی ہے ملاقات کرنا چاہتا ہے شکل و صورت سے کوئی شہزادہ معلوم ہوتا ہے۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ بھیج دو۔ شہزادہ دربار میں داخل ہوا۔ بادشاہ دیکھ کر خوش ہوا۔

آداب سے متاثر ہوا

بیٹے تمھارا کیا نام ہے؟ کیا مقام ہے؟ بادشاہ نے پوچھا

سیف الملوک نے کہا بادشاہ سلامت بادشاہ مصر عاصم بن صفوان کا بیٹا ہوں۔ سیف الملوک میرا نام ہے۔ اپنے محبوب کی تلاش میں چودہ سال سے دھکے کھا رہا ہوں کوئی جنگل کوئی بیلا کوئی میدان کوئی صحرا میں نے نہیں چھوڑا بادشاہ نے درمیان گفتگو کہا شہزادے تم بہت جگہ پھرے ہو میری بھتیجی بھی آج سے ۱۲ سال پہلے گم ہو گئی تھی آج تک اس کا پتہ نہیں چلا ملکہ خاتون اس کا نام تھا تمھیں کہیں ملی ہو؟ یا پتہ ہو؟ بادشاہ سلامت فکر کی ضرورت نہیں وہ میرے ساتھ ہے۔ دریا کے کنارے بٹھا کر آیا ہوں۔ اتنا سننا تھا کہ بادشہ دریا کی جانب دوڑ پڑا۔ سارے اس کیفیت کو نہ سمجھ سکے اور پیچھے پیچھے دوڑ پڑے۔ بادشاہ دریا کے کنارے پہنچا تو ملکہ خاتون سامنے کھڑی تھی اپنے چچا کو پہچان لیا اور دوڑ کر چچا کے سینے سے لپٹ گئی۔ دونوں خوب روئے۔ میری بچی یہاں کیوں کھڑی ہے؟ چل محل ، محل میں پہنچے سب کو معلوم ہو گیا کہ ۱۲ سال کی بچھڑی ہوئی بھتیجی آج مل گئی ہے۔ محل میں تو عید کا سماں تھا۔ بادشاہ نے پوچھا میری بیٹی تو اتنا عرصہ کدھر رہی؟ ملکہ خاتون نے ساری کہانی سنائی اور کہا اگر یہ میرا بھائی نہ آتا تو آپ قیامت تک میری صورت نہ دیکھ پاتے اس نے وہ کچھ کیا جو سگے بھائی بھی شاید نہ کر پاتے اب سب کی توجہ سیف الملوک کی طرف ہو گئی۔ ہر ایک اس پہ صدقے واری جانے لگا۔ سیف الملوک شاہی فرد بن گیا۔ تاج الملوک ہمہ وقت اسے ساتھ رکھتا اس سے امور سلطنت میں مشورے لیتا اس سے فرصت اوقات میں اس کے سفر کی روئداد سنتا۔ دوران گفتگو جب صاعد کا نام آتا تو سیف الملوک کے آنسو نکل آتے۔ تاج الملوک نے پوچھا شہزادے میں نے اکثر دیکھا ہے تو صاعد کے نام پہ رو پڑتا ہے۔ یہ صاعد ہے کون؟ سیف الملوک نے کہا وہ اور میں ایک ہی گھڑی پیدا ہوئے تھے۔ وہ میرے باپ کے وزیر صالح ابن حمید کا بیٹا ہے میرا جگری یار تھا ہم دونوں مصر سے اکٹھے ہی چلے تھے۔ لیکن طوفان مجھ سے اسے چھین کر لے گیا۔ آج بھی مجھے امید ہے وہ زندہ ہے تاج الملوک نے سراندیپ کی طرف قاصد روانہ کر دیا اور رقعہ بھیجا کہ مبارک ہو آپ کی بیٹی مل چکی ہے۔ خط ملتے ہی کوچ کیجیے۔ آپ کا آنا میرے لئے باعث فخر ہو گا۔ یہ رقعہ ملنا تھا کہ بادشاہ نے خوشی سے چیخ ماری۔ چلو چلو سب کو تیاری کا حکم دو۔ ہم ابھی اسی وقت چلیں گے۔ وزراء نے پوچھا بادشاہ سلامت بارہ سال بعد آپ کے چہرے پہ خوشی کی لہر دیکھ رہے ہیں۔ کیا بات ہے؟ کدھر چلیں؟ لوگو! ہماری بیٹی مل گئی ہے۔ ہمارے بھائی کا رقعہ آیا ہے وہ اس کے پاس ہے فوراً عمائدین سلطنت کو کوچ کا حکم دو ہم سے اب ایک پل برداشت نہیں ہوتا۔

قافلہ تیز رفتاری سے چلا اور بتایا کہ آ رہے ہیں۔ قاصد نے آ کر اطلاع دے دی۔ تاج الملوک

نے ملک میں بادشاہ سراندیپ کے استقبال کے لئے اعلان کروادیا۔ تاج الملوک سیف الملوک اور شاہی خاندان کے تمام افراد آگے آگے اور عمائدین سلطنت پیچھے پیچھے بادشاہ سراندیپ کے استقبال کو سرحد پہ پہنچے۔ اب ملن کی گھڑی تھی۔

ماں نے بیٹی سے ملنا تھا باپ نے بیٹی سے ملنا تھا۔ ۱۲ سال کی جدائی ہو ملن تو رو پڑی خدائی، ہم الفاظ میں صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں وہ گلے ملے اور روئے۔ احساسات کیا تھے وہ الفاظ میں نہیں آ سکتے۔ یہ قافلہ شاہی محل کی طرف چلا۔ محل میں پہنچتے ہی پہلا سوال ماں باپ نے یہی کیا بیٹی تو اتنا عرصہ کدھر رہی؟ کون تجھے یہاں لایا؟ ملکہ خاتون نے شروع سے واسط کی تمام کہانی سنائی کہنے لگی میں آج آپ کے سامنے زندہ ہوں تو اس بھائی کی وجہ سے یہ میرا بھائی نہ ہوتا تو میں وہیں مر جاتی۔ اب ملکہ خاتون کے ماں باپ سیف الملوک کا شکریہ ادا کرنے لگے۔ میرے بچے ہم تیرا احسان زندگی بھر یاد رکھیں گے۔ لیکن بیٹے ایک بات کی سمجھ نہیں آئی تو کیوں دربدر مارا مارا پھر رہا ہے؟ ملکہ خاتون ہی بولی ابو یہ بدیع الجمال کے عشق میں گرفتار ہیں اس کو چودہ سال سے ڈھونڈ رہے ہیں ابو یہ میرا بھائی بھی میرے ساتھ سراندیپ چلے گا۔ ٹھیک ہے بیٹی جیسے تیری مرضی کچھ روز ملک واسط رہنے کے بعد یہ قافلہ سراندیپ کی طرف روانہ ہو گیا۔ سارے سراندیپ نے خوب استقبال کیا۔ پورے ملک میں اک جشن کا سا سماں تھا۔ پورا ملک سیف الملوک کو سر آنکھوں پہ بٹھا رہا تھا بادشاہ بھی سیف الملوک سے بڑا پیار کرتا۔ ہر وقت ساتھ رکھتا ہر کام میں ہر کام پہ مشورہ لیتا۔ ایک روز سیف الملوک نے ملکہ خاتون سے پوچھا میری بہن تو اپنا وعدہ کب پورا کرے گی؟ بدیع الجمال سے کب ملوائے گی؟ ملکہ خاتون نے کہا صرف چودہ روز باقی ہیں صبر کرو۔ جہاں چودہ سال گزار دیے ہیں۔ چودہ دن بھی گزار لو۔ میں نے اور میری والدہ نے پروگرام بنایا ہے کہ ہم تمھاری ملاقات کا بندوبست کریں گے۔ شہزادے کو کچھ تسلی ہوئی۔

ایک روز بادشاہ نے سیف الملوک سے کہا آؤ شکار پہ چلیں کچھ آؤٹنگ ہو جائے۔ ٹھیک ہے جیسی آپ کی اچھا۔ شہزادہ ساتھ چل پڑا۔ آج اس کو پھر صاعد کی یاد ستا رہی تھی۔ وہ کدھر ہو گا؟ کس حال میں ہو گا؟ چلتے چلتے ایک جھونپڑی کے قریب سے گزر ہوا۔ شہزادے نے دیکھا ایک بوڑھا ہے۔ اور دوسرا جوان ہے اور جوان کی حالت مجذوبوں جیسی ہے۔ بال بڑھے ہوئے ہیں۔ میل سے رنگ کالا ہو چکا ہے۔ کپڑے پھٹے ہوئے ہیں اور شکل صاعد سے ملتی جلتی ہے۔ سیف الملوک نے نقیب سے کہا تم اس جھونپڑی کے ارد گرد رہو اس جوان پر نظر رکھو۔ جب میں واپس پہنچ لوں تم اس جوان کو میرے روبرو پیش کرنا۔

سیف الملوک واپس پہنچا ہی تھا کہ مجذوب کو پیش کر دیا گیا۔ اس حالت میں ہوتے ہوئے بھی وہ

ادب و آداب سے نہیں چوکا۔

شہزادے نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ کا ملک کون سا ہے؟ مجذوب نے کہا میرا اصلی مقام مصر ہے۔ مصر کا سنتے ہی شہزادہ تخت سے نیچے اترا۔ اور نام صاعد ہے بس لفظ صاعد تو گولی بن کر ہوش پہ گرا اور شہزادہ بے ہوش ہو گیا لوگوں نے سمجھا شاید کوئی دشمن ہے جس کا نام سنتے شہزادہ بیہوش ہو گیا۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ لاتوں گھونسوں اور طمانچوں کی بارش کر دی۔ وہ بیچارہ بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگ گیا۔ شہزادے کو ہوش آیا تو اٹھتے ہی پوچھا صاعد کدھر ہے؟ ۱۷۶

حضور ہم نے اس کی خوب پٹائی کی اس کی وجہ سے آپ بے ہوش ہو گئے تھے۔ وہ غائب ہو گیا۔ شہزادہ سر پیٹ کے رہ گیا اوہ احمق دوستو تم نے تو دشمنوں والا کام کیا۔ وہ تو میرا بچپن کا دوست تھا۔ جو چودہ سال بعد ملا اور تم نے پھر جدا کر دیا۔ جاؤ فالفور ڈھونڈو وہ نہ ملا تو تم کو چھوڑونگا نہیں بڑا تلاش کیا مگر وہ نہ ملا سیف الملوک نے اعلان کروایا۔ اس حلیے کا آدمی جس کو ملے وہ فوراً اطلاع دے اطلاع دینے والے کو ایک ہزار دینار انعام دیا جائے گا۔ صاعد نے بھی یہ اعلان سنا سوچنے لگا یہ میری جان کے کیوں دشمن بن گئے ہیں؟ میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے؟ اللہ سے دعا کرتا ہے یا اللہ مجھے کوئی دیکھ نہ لے۔ اور سیف الملوک دعا کر رہا ہے یا اللہ مجھے دکھا آخر کار دو بندوں نے صاعد کو علاقے سے دور ایک بوسیدہ مکان کے اندر چھپا ہوا ڈھونڈ لیا دربار میں پیش کر دیا۔ صاعد کئی روز سے بھوکا تھا بھوک اور خوف کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ سیف الملوک خود تلیاں ملنے لگا۔ اسے ہوش آیا تو کہا ہم تمہارے دشمن نہیں دوست ہیں تم بتاؤ مصر سے یہاں تک کیسے پہنچے؟ صاعد نے بتایا

مصر کے وزیر صالح ابن حمید کا بیٹا ہوں۔ ہمارے بادشاہ عاصم بن صفوان کا بیٹا سیف الملوک شاہ پری کے عشق میں گرفتار ہو گیا۔ میں اور وہ جگری یار تھے ہم اس کے ساتھ شاہ پری کو ڈھونڈنے نکلے ہم سمندر میں سفر کر رہے تھے کہ طوفان آیا جہاز ٹوٹ گیا میں ایک پھٹے پر تیرتا ہوا کسی کنارے پہ لگ گیا عجیب علاقہ تھا۔ عجیب قوم تھی۔ اتنے لمبے لمبے قد تھے کہ میں ان کے سامنے بونا لگتا تھا۔ انہوں نے مجھے پکڑ لیا مجھے کوئی عجیب الخلقت خوبصورت جانور سمجھ کر پنجرے میں قید کر دیا وہ میرا بڑا خیال رکھتے تھے۔ مجھ کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ میرے سامنے دانے ڈالتے تھے۔ جنہیں کھانے کو میرا جی نہیں چاہتا تھا۔ ایک روز میرا پنجرہ پھلدار درخت کے ساتھ لٹکایا ہوا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر پھل توڑا اور کھا لیا وہ سمجھ گئے یہ پھل کھانے والا خوبصورت جانور ہے وہ پھر مجھے پھل ہی دیتے تھے ایک روز ان پر ان کے ہمسایوں نے حملہ کر دیا مجھے بھی اس افراتفری میں بھاگنے کا موقعہ مل گیا۔ وہاں سے چھوٹا تو مجبور بھاگ گیا۔ ایک ایسے ملک میں داخلہ ہوا جہاں پر صرف شتر مرغ ہی شتر مرغ تھے۔ لوگ انہیں ہی

کھاتے انہیں پر سفر کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے پکڑ لیا جب اپنے بادشاہ کے پاس لے کر گئے تو ان کی بیٹی مجھ پر عاشق ہو گئی کافی عرصہ رنگیلا بنا رہا۔ رنگ رلیاں منائیں۔ پھر ایک روز بھاگ کھڑا ہوا اور یہاں پہنچ گیا جہاں سے آپ مجھے پکڑ کے لائے ہیں۔

اب سیف الملوک کو یقین ہو گیا یہی میرا جگری یار صاعد ہے۔ اٹھ کر سینے سے لگایا اور بتایا کہ میں ہی سیف الملوک ہوں۔ اب صاعد کی خوشی دیدنی تھی۔ فوراً حجام کو بلوایا گیا حجامت بنوائی۔ درزی سے اچھی پوشاک منگوائی شاہی حمام میں غسل کے لئے بھیجا۔ جب تیار ہو کر صاعد دوبارہ دربار میں آیا تو آنکھ ٹھہرتی نہ تھی۔ امراء و وزراء نے سیف الملوک کو دوست کے مل جانے پر مبارک دی۔ باغ کے اندر حوض کے پاس سیف الملوک کا کمرہ تھا وہیں صاعد بھی رہنے لگا۔

ایک روز کمرہ میں بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے کہ ملکہ عالیہ اور بدرہ خاتون سیر کرتے کرتے ادھر آنکلے۔ یہ اپنے حال میں مگن تھے وہ دروازے میں کھڑی ہو کر انہیں دیکھتی رہیں۔ بدرہ خاتون صاعد کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی ایک دم دونوں کو دونوں کا احساس ہوا۔ صاعد کی نظریں بدرہ خاتون سے ٹکرائیں۔ آیئے آیئے بیٹھیں۔ نہیں بس سیر کر رہے تھے۔ گزرتے ہوئے ادھر آنکلے تم اپنا کام جاری رکھو۔ اس کے جاتے ہی صاعد کے تو سارے کام رک گئے۔ سیف الملوک سے کہنے لگا یار ہمارا تو سب کچھ لٹ گیا تم لوٹنے والی ہمیں دلا دو تاکہ ہماری ساری چیزیں ہمارے ہی پاس رہیں۔ سیف الملوک نے کہا جلدی اچھی نہیں ہوتی۔ خدا خدا کر کے وہ بھی دن آ گیا جس روز بدیع الجمال نے آنا تھا۔ بدیع الجمال کا لشکر آ پہنچا۔ وہ سیدھی پہلے ماں سے ملی پھر بدرہ سے ملی جب بتایا گیا کہ ملکہ بہن مل گئی ہے وہ بھی بہت خوش ہوئی ملکہ خاتون سے بھی ملی اور لشکر کے زائد افراد سے کہا اب تم واپس چلے جاؤ اور ہمیں لینے ایک ہفتے بعد آ جانا۔ سب رخصت ہو گئے کمرے میں صرف ملکہ خاتون بدرہ اور بدیع الجمال رہ گئے کھانا لایا گیا دسترخوان لگایا گیا پھر مل کر کھایا گیا۔ جب کھا چکے تو ملکہ خاتون نے بدیع الجمال کی پلیٹ اٹھالی۔ بدیع الجمال نے پوچھا۔ بہن یہ کدھر لے جا رہی ہو؟ ملکہ خاتون نے کہا۔ بہت عرصے سے ایک بیمار باغ میں آیا ہے اگر تم اجازت دو تو تمہارا جھوٹا اسے دے آؤں تاکہ وہ تندرست ہو جائے شاہ پری ہنس دی۔ تیری مرضی۔ ملکہ خاتون نے کھانا اٹھایا اور سیف الملوک کی طرف چل پڑی۔ سیف الملوک ملکہ خاتون کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ آ گئی ہے؟ میری ملاقات کب کراؤ گی؟ ملکہ خاتون نے کہا ہم تیرے ہی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ میں تیرے لئے کیا لائی ہوں؟ کیا ہے؟ کھانا ہے اسی پلیٹ میں تیری محبوبہ شاہ پری نے کھایا یہ اسی کا جھوٹا ہے۔ سیف الملوک نے پلیٹ لی اور یوں کھانے لگا جیسے صدیوں کا بھوکا ہے۔ جب کھا چکا تو یہ واپس آئی۔ سب کھانے سے فارغ ہو کر باتوں میں مصروف تھے۔ رات کے ٹائم بدرہ

ملکہ اور شاہ پری اکیلی تھیں۔ شاہ پری نے کہا ملکہ کوئی بات ہی سناؤ۔ ملکہ خاتون نے پوچھا سچی سناؤں کہ جھوٹی؟ سچی سناؤ۔ لو سنو۔ ملک مصر میں ایک بادشاہ عاصم بن صفوان اس کا بیٹا سیف الملوک جسے بادشاہ نے ایک روز شاہ مہرہ دیا۔ جس پر ایک تصویر بنی ہوئی تھی۔ وہ اس تصویر کو دیکھتے ہی دیوانہ ہو گیا پھر وہ اسے ڈھونڈنے نکلا ملکہ خاتون نے مشکلات تفصیل سے بیان کیں۔

شاہ پری پوچھتی ہے وہ تصویر والی لڑکی کون تھی؟ ملکہ خاتون نے کہا وہ تمھاری ہی تصویر ہے۔ اور وہ عاشق ہمارے باغ میں بیٹھا تیری جھلک دیکھنے کو ترس رہا ہے اور وہی میرا بھائی ہے جو مجھے دیو کی قید سے آزاد کرا کے لایا۔

شاہ پری نے بڑی حیرانی سے پوچھا۔ میں؟ ہاں وہ تم ہی ہو اب تم مہربانی فرماؤ اپنے عاشق کو ایک جھلک دکھا دو۔ ہم پر بھی احسان ہو گا اور اس پر بھی۔ میرا قول سچا ہو جائے گا۔ وہ بھی کوئی عام بندہ نہیں ہے۔ بادشاہ کا بیٹا ہے۔ شاہ پری نے صاف انکار کر دیا۔ کہا تم نے مجھے آوارہ سمجھ رکھا ہے؟ میں غیر محرم کے سامنے نہیں جاؤں گی۔ اندر یہ گفتگو ہو رہی تھی باہر ماں سن رہی تھیں وہ بھی اندر آ گئی بیٹی ہے تو بری بات مگر ہم پر اس کا بڑا احسان ہے وہ بھی کوئی آوارہ نہیں ہے تیری خاطر ۱۲ سال تک در بدر پھرتا رہا۔ ماں سے کہنے لگی میں نے آپ کا دودھ پیا ہے آپکی بات ماننا ضروری ہے۔ لیکن مجھے ڈر ہے پریوں کو معلوم ہو گیا تو وہ میرے ماں باپ کو بتا دیں گی میرا باپ مجھے سخت ناراض ہو گا۔ یہ تم ہم پہ چھوڑ دو تمھاری ملاقات اسی کمرے میں ہو گی۔ بہنوں نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد شاہ پری خود ہی ملکہ خاتون سے بولی آؤ باغ کی سیر کر آئیں ملکہ خاتون یہی تو چاہتی تھی دونوں باغ کی سیر کو نکلے ملکہ خاتون شاہ پری کو اسی طرف لیکر چلی جدھر سیف الملوک کا ڈیرہ تھا۔ شہزادہ آج باہر ہی بیٹھا ہوا تھا اور مصری آواز میں گا رہا تھا۔ وہ شہزادے کی دید میں اس طرح محو ہو گئی کہ اسے دنیا وما فیہا کی کچھ خبر نہ رہی۔ وہ آگے بڑھنے لگی شرم نے روک دیا۔ محبت نے آواز دی بس شاہ پری اب تم کہیں نہ جا پاؤ گی۔ ہم تم کو باندھ کر سیف الملوک کے پاس لائیں گے۔ شاہ پری گڑ گڑائی یوں نہ کہو میں پریوں کی شہزادی ہوں۔ میرا باپ شاہپال ہے۔ محبت نے کہا ہمیں باپ کا رعب نہ دکھاؤ۔ ہم تو وہ ہیں جب پہچاننا چاہیں تو بڑے بڑے شہہ زوروں کے سامنے لے جاتے ہیں۔ محبت نے بڑی مضبوطی سے بدیع الجمال پہ ہاتھ ڈالا محبت اس کا چین، سکون آرام لیکر سیف الملوک کے پاس بیٹھ گئی۔ اب بدیع الجمال چپکے چپکے سیف الملوک کی طرف بڑھی وہ اپنے ہاتھ میں شاہ مہرہ پکڑے اپنے حال میں مست گائے جا رہا تھا۔ اور تصویر کو بار بار چومتا تھا۔ وہ شہزادے کے حسن سے بڑی متاثر ہوئی۔ آگے نہ بڑھی واپس دوڑی ملکہ خاتون سے کہنے لگی تم سیف الملوک کے پاس جاؤ شاہ مہرہ تو لا دو

دیکھنا چاہتی ہوں۔ ملکہ خاتون بولی نا بابا نا شاہ مہرہ تو اس کی جان ہے وہ تو کسی کو نہیں دیتا۔ تصویر کیوں منگواتی ہے۔ خود کیوں نہیں جاتی؟ میری بہن نہیں؟ لا دے اچھا ٹھہر لا دیتی ہوں۔

ملکہ خاتون سیف الملوک کے پاس گئی اور اسے بدیع الجمال کی ساری گفتگو سنائی اور کہا وہ تیرے پاس کافی دیر کھڑی رہی۔ اب اس نے شاہ مہرہ منگوایا ہے۔ وہ اپنی تصویر دیکھنا چاہتی ہے۔ سیف الملوک نے شاہ مہرہ دے دیا۔ وہ دوڑتی دوڑتی بدیع الجمال کے پاس پہنچی۔ وہ دیکھ کر حیران رہ گئی ہو بہو اسی کی شکل تھی اور ساتھ میں سیف الملوک محبت کے ساتھ بار بار دیکھے اور ہر بار محبت بڑھے۔ محبت سارا لشکر لے کر دل پہ حملہ آور ہو گئی۔ تحمل اور پرہیز کو بھگا دیا۔ سکھ کا سارا ذخیرہ لوٹ لیا۔ محبت کی آگ تو لگ چکی تھی تصویر نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ آگ لگی ہو تو آدمی آرام سے بیٹھ سکتا ہے؟ نہیں نا؟ تو اس شاہ پری کے دل میں پیار کی اگن تھی وہ پھولوں کی سیج پہ کس طرح سو سکتی تھی؟ جب سب سو گئے تو وہ چپکے سے اٹھی اور سیف الملوک کے کمرے کی طرف چل پڑی اور شہزادہ ابھی جاگ رہا تھا اور گا رہا تھا۔

بقول میاں محمد بخش

باغ بہاراں تے گلزاراں بن یاراں کس کاری
یار ملے دکھ جان ہزاراں شکر کراں لکھ واری
اچی جائی نینو لگایا بنی مصیبت بھاری
یاراں باجھ محمد بخشا کون کرے غمخواری
ڈٹھے باجھ پریت لگائی ہو گیا جس ہونا
ہسن کھیڈن یاد نہ مینوں پیا عمر دا رونا

کہتا کاش آج میرے پاس شاہ پری ہوتی مجھ سے باتیں کرتی دکھ سنتی

آ سجناں منہ دس کدائیں جان تیرے توں واری
تو ہیں جان ایمان دلے دا تدھ بن میں کس کاری
حوراں نے غلماں بہشتی چاہے خلقت ساری
تیرے باجھ محمد مینوں ناں کوئی چیز پیاری
ربا کس نوں پھول سناواں درد دلے دا سارا
کون ہووے اج ساتھی میرا دکھ ونڈاون بارا
مدت بہت جدائی گزری یار نہ مکھ دکھایا

ربا میرا یار ملن دا وقت کیوں نہیں آیا۔

شاہ پری سب سن رہی تھی اور شہزادے کی آواز اتنی درد بھری تھی کہ وہ خود بھی رو رہی تھی۔ شہزادہ اٹھا چلنے لگا تو اسے سامنے نور سا نظر آیا جیسے موسیٰ علیہ اسلام کو کوہ طور پر نظر آیا تھا۔ سیف الملوک اسی کی طرف چل پڑا۔ درخت کے ساتھ ایک حسین و جمیل عورت کو کھڑے دیکھا فوراً پہچان گیا قدموں میں گر گیا اور پاؤں چومنے لگا۔

شاہ پری نے اسے اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ اب شہزادے کی اندرونی کیفیت کیا تھی الفاظ کے دامن بہت چھوٹے ہیں شاہ پری کو خطرہ تھا باہر کھڑے کوئی پری دیکھ نہ لے شہزادہ اور شاہ پری کمرے میں چلے گئے۔ آگے کیا ہوا میاں محمد بخشؒ صاحب کے بقول سنیں۔

شاہزادے نے جیٹھ سرھاندی سر جھولی وچ دھریا
لے پیار پری دے موھوں پونجھے جوسا بھریا
مڑ مڑ۔۔ لئے پیار موھیں تو ہنجوں بھر بھر روئے
لے پیار پری دے موھوں سبھ تجے ہتھ پھڑے
منہ اوہدے دل تک تک روندا ہنجوں بھر بھر کیرے

شہزادہ اور وہ پلنگ کے اوپر بیٹھے تو سیف الملوک نے شہزادی کا سر اپنی گود میں رکھا اور اس کے لبوں کے بوسے لئے اور کپڑوں سے گرد صاف کرنے لگا۔ بار بار منہ کو چومتا تھا اور چہرے کو دیکھ دیکھ کر روتا بھی تھا۔

شاہ پری پوچھتی ہے کہ آدم زاد ہو کر تو میرے منہ کے بوسے لے رہا ہے تیرے اندر اتنی جرات کس طرح پیدا ہو گئی۔ ابھی کسی دیو اور پری کو معلوم ہو گیا تو وہ تیرے ٹکرے کر دیں گے۔ سیف الملوک بولا مجھے اس بات کا ڈر نہیں ہے۔

شاہ پری بولی میں پری ہوں تو آدم زاد ہے ہم دونوں کی جنس مختلف ہے پھر پیار کیسا؟
آدم زاد آدم زادی کے ساتھ ہی پیار کر سکتا ہے۔ سیف الملوک نے کہا یہ بتا

چکور چاند سے پیار کرتا ہے
کیا دونوں کی جنس ایک ہے؟
نیلوفر کا سورج سے پیار ہے
کیا دونوں کی جنس ایک ہے؟
پروانہ شمع سے پیار کرتا ہے

کیا دونوں کی جنس ایک ہے؟
بلبل گل سے پیار کرتی ہے۔
کیا دونوں کی جنس ایک ہے؟
مچھلی پانی سے پیار کرتی ہے۔
کیا دونوں کی جنس ایک ہے؟

شاہ پری لاجواب تو ہو گئی مگر بات پر اڑی رہی کہ تم مجھ سے اتنا پیار نہ کرو کیونکہ ہمارا تمہارا نباہ۔ بیاہ ہو ہی نہیں سکتا آج تک کسی پری کا نکاح آدم زاد کے ساتھ ہوا ہی نہیں تو اب کیسے ہو گا؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ آدم زاد بڑے بے وفا ہوتے ہیں۔ محبوب کو حاصل کرنے میں بڑی کوشش کریں گے۔ جب حاصل کر لیتے ہیں تو اس سے جلد ہی جی بھر جاتا ہے پھر دوسرے کی طرف رخ موڑ لیتے ہیں۔ شہزادہ نے کہا میں بے وفا ہوتا تو اتنی حسین حسین عورتیں میری راہ میں آئیں۔ مگر نظر اٹھا کر نہ دیکھا۔ اگر بے وفا ہوتا تو ہر ایک سے تعلق جوڑتا اور عیش کرتا حسین عورتوں کی میرے ملک میں کمی تھی؟ میں چودہ سال تک تیرے لئے ٹھوکریں کھاتا رہا۔

شاہ پری بولی مجھے کیا معلوم سچ کہہ رہے ہو یا جھوٹ میں کوئی تمھارے ساتھ تھی۔ شہزادہ یہ سارے طعنے سن رہا تھا اور اس کے چہرے کی طرف بھی دیکھ لیتا۔ وہ چپ ہوئی تو کہنے لگا تم یقین کرو نہ کرو۔ بس میری خواہش تھی تجھے ایک بار دیکھنے کی سو دیکھ لیا۔ اب میں مرجاؤں ۔ کوئی غم نہیں۔ میں تو پیدا ہی تجھ سے پیار کرنے کے لئے ہوا ہوں تو پیار نہیں کرتی تو جینے کا فائدہ۔ میں ابھی خنجر سے تیرے سامنے خود کو قتل کرتا ہوں۔ فیصلہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے ہو گا۔

سیف الملوک نے خنجر نکالا خود کو مارنے لگا تو شاہ پری نے چھین لیا۔ میں تو ویسے کہہ رہی تھی۔ شہزادہ روتے ہوئے بولا ایسا مذاق پھر کبھی نہ کرنا۔ مجھے تیری قسم ہے میں صرف تجھ سے پیار کرتا ہوں اور کبھی بے وفائی نہیں کروں گا۔ کیونکہ جو چیز جتنی مشکلوں سے حاصل کی ہو اتنا ہی قدر ہوتا ہے اور تو تو مجھے چودہ سال کی تپسیا کے بعد ملی ہے۔ شاہ پری سے رہا نہ گیا اور سیف الملوک کے گلے لگ گئی۔ اور خوب بوسے لئے۔ میاں صاحبؒ فرماتے ہیں۔

شاہ پری پھر رہ نہ سکی عشقے صبر توڑے
سیف ملوکے دے گل لگے منہ میلے اکھ جوڑے
شہزادے دے موھیں اتوں لے پیار نہ رجدی
مل مل یارے شکر گذارے گھڑی غنیمت آج دی

وہی مطلب تھا

بوسے کئے قبول تو گنتی بھی چھوڑ دو

ایسا نہ ہو کہیں جھگڑا پڑے حساب میں

باتوں باتوں میں رات کافی گزر گئی شاہ پری نے کہا اب میں جاتی ہوں پھر ملیں گے کسی کو بتانا نہیں۔ شاہ پری چپکے سے جا کر سو گئی۔

صبح ہوئی۔ سیف الملوک غمگین بیٹھا ہوا تھا اس کے کمرے میں ملکہ خاتون داخل ہوئی وہ سمجھی کہ سیف الملوک ملاقات نہ ہونے کی وجہ سے غمگین بیٹھا ہے۔ کہنے لگی پریشان کیوں ہوتے ہو اب منزل قریب آ چکی ہے۔ تمہاری ملاقات ضرور ہو گی۔ سیف الملوک نے کہا میں نے تجھے قید سے آزاد کروایا تھا تو تجھے یاد ہے تو نے کیا کہا تھا؟ ملکہ خاتون بولی مجھے یاد ہے ملکہ خاتون اسی وقت شاہ پری کے پاس آئی پاؤں پڑی ٹھوڑی کو ہاتھ لگایا تم ایک بار سیف الملوک سے مل لو میری زبان رہ جائے گی۔ شاہ پری نے منہ پھیر لیا اور کہنے لگی میں ایک انجان سے کیسے ملوں؟ اتنے میں ماں بھی آ گئی میری بچی میری لاج رکھ لے ایک بار اس سے مل لے۔ عورتوں کے مکر سے بھی اللہ بچائے۔ ابھی رات کو شہزادے سے مل کر آئی ہے اور اب مسلسل انکار کر رہی ہے۔

ماں نے غصے میں کہا تجھے دودھ کی قسم جو میں نے تجھے پلایا ہے ایک دفعہ ہماری بات مان لے۔ شاہ پری بولی ٹھیک ہے آپ اصرار کرتے ہیں تو مان لیتی ہوں۔ طے پایا کہ آج رات سیف الملوک کو خصوصی دعوت دی جائے گی۔ ملکہ خاتون کی خوشی کی انتہا نہ رہی دوڑتی ہوئی سیف الملوک کے پاس گئی۔ بھائی بھائی کیا ہوا؟ خوشخبری تمہارے لئے بدیع الجمال مان گئی ہے آج رات کا کھانا تم ہمارے ساتھ کھاؤ گے۔ رات کو شہزادہ سج سنور کے گیا سب نے مل کر کھانا کھایا۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سارے کمرے سے چلے گئے اب صرف سیف الملوک ہے اور شاہ پری دونوں ایک پلنگ پر بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ شہزادہ سے کہنے لگی کل میں چلی جاؤنگی۔ پھر ایک ماہ بعد آنا ہو گا میں تیرے بغیر اتنے دن کیسے گزاروں گی؟ اور پھر یہاں ملنے میں ایک خطرہ ہے۔ کوئی پری میرے ابو کو شکایت نہ کر دے اور ملاپ کی کوئی صورت ہی نہ رہے۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔

شارستان کے قریب ایک علاقہ ہے وہاں میری دادی مہر افروز رہتی ہے میرے ماں باپ اس کا کہنا نہیں موڑتے تم اس کے پاس کسی طرح پہنچ جاؤ تو کچھ کام بن سکتا ہے۔ لیکن ایک بات ہے راستہ پر خطر ہے۔ ایک ماہ کا راستہ ہے آتشیں پہاڑوں کا پھر تین ماہ کا راستہ ہے سمندری اور

سمندر میں اتنی بڑی بڑی بلائیں ہیں کہ اللہ کی پناہ شہزادے کے سامنے وہ پچھلا منظر گھوم گیا۔ شہزادہ کچھ مغموم ہو گیا۔ شاہ پری نے کہا تم فکر نہ کرو میں ایک جن تیرے ساتھ کر دوں گی وہ تمھیں بخیر وعافیت پہنچا دے گا۔ ساری رات منصوبے بناتے اور ایک دوسرے کو دیکھتے گزر گئی۔ سحری کے وقت وہ دونوں گلے ملے الوداعی سلام کہا اور شہزادہ اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ صبح کے وقت شاہ پری نے تیاری مکمل کر لی رخصت سے قبل اس نے شہزادے کو اپنے پاس بلایا اس نے سر کے چند بال توڑے دو موتی نکالے بالوں میں پروئے اور شہزادے کے بازو پہ باندھ دیئے۔ اور کہا یہ بال تمھیں دیو و جن کے شر سے بچائیں گے اور ایک بڑے دیو کو بلایا اور کہا ہم تم پہ بہت اعتبار کرتے ہیں آج ہم تمھیں ایک کام سونپتے ہیں۔ یہ آدم زاد ہمیں بہت عزیز ہے تم نے بخیر وعافیت اسے شارستان میری دادی اماں کے پاس پہنچانا ہے اور دیکھو تم کو سلیمان علیہ السلام کی قسم ہے کوئی دغا نہ کرنا۔ تم جس پری سے عشق کرتے ہو ہم وہ تمھارے حوالے کر دیں گے تم ہمارا یہ کام بخیر خوبی سرانجام دو اگر یہ ہمیں دوبارہ مل گیا تو ہم تمھیں بہت سے انعام سے نوازیں گے۔ فی الحال یہ ہیرے جواہرات رکھ لو۔ شاہ پری نے اسے قیمتی موتیوں کی ایک تھیلی عطا کی۔

دیو کہنے لگا میں سائے کی طرح ان کے ساتھ رہونگا۔ آپ کو کوئی شکایت نہ ہو گی بدیع الجمال نے اجازت لی اور چل پڑی۔

اب ملکہ خاتون بدرہ صاعد اور سیف الملوک اور ملکہ عالیہ رہ گئیں سیف الملوک ملکہ عالیہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اب میں جا رہا ہوں میں اکیلا جاؤنگا۔ یہ صاعد میرا بھائی ہے آپ یہی سمجھیئے گا کہ میں ہی ہوں۔ اس سے کوئی خطا ہو جائے تو معاف کر دیجیئے گا۔ میرا جتنا سامان مال و منال ہے سب صاعد کا۔ صاعد رونے لگ گیا۔ میں بھی تیرے ساتھ جاؤنگا۔

میں تیرے بغیر اب نہیں رہ سکتا اس سفر میں تم میرا ساتھ نہیں دے سکتے سیف الملوک نے کہا سیف الملوک سب سے باری باری ملا اور دیو سے کہا چلو۔ دیو نے کہا آپ میرے کندھوں پہ بیٹھ جائیں اور میرے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لیں اور آنکھیں بند کر لیں۔ شہزادہ نے یونہی کیا دیو سیف الملوک کو لے کر اڑ گیا اور سراندیپ والے دیکھتے ہی رہ گئے۔ جب آتشیں پہاڑ آئے تو دیو بلندی پر چلا گیا تاکہ نازک بدن پر اثر نہ ہو۔ بڑی تیزی سے سمندری سفر بھی طے ہو گیا۔ سیدھا سیمیں شارستان میں مہر افروز کے باغ میں جا اتارا۔ دور بنگلہ نظر آیا اور دونوں بنگلہ کی طرف چل پڑے دروازے پر آ کر سیف الملوک رک گیا دیو اندر گیا تخت پر مہر افروز بیٹھی ہوئی تھی۔

دیو نے سلام کیا مہر افروز نے پوچھا کدھر آئے ہو؟ عرض کی میں ایک آدم زاد کو لے کر آیا ہوں۔

بھرپور جوانی۔ شکل نورانی۔ خاندان سلطانی۔ دنیا کی کوئی خوبی ایسی نہیں جو اس کے اندر نہ ہو اور بتایا کہ میں اس نوجوان کو خود نہیں لایا بلکہ آپکی پوتی شاہ پری نے بھیجا ہے وہ اس جوان سے پیار کرتی ہے۔ اسی نے مجھے کہا کہ اسے اٹھا کر آپ تک پہنچادوں۔ سو میں نے حکم کی تعمیل کی۔ مہر افروز تو غصے میں لال پیلی ہو گئی۔ اپنی رانوں میں زور زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگی۔ یہ کیا کیا۔ ناجنس سے پریت لگائی۔ ماں باپ کا کچھ شرم نہ کیا۔ پیار کرنا ہی تھا تو اپنی جنس میں کم تھے۔ اپنے باپ کی عزت کو خاک میں ملا دیا۔ میرے قریب ہوتی میں اسے سبق سکھاتی کیا کروں مجھ سے دور ہے۔

دیو نے عرض کی آپ بنا دیکھے سب کچھ کہہ رہی ہیں اگر ایک نظر دیکھ لیں تو مجھے یقین ہے آپ بھی دل ہار بیٹھیں گی۔ مہر افروز نے کہا اچھا؟ دیو بولا ہاں میں درست کہہ رہا ہوں۔ ٹھیک ہے اسے اندر بلاؤ۔ دیو نے سیف الملوک سے کہا آئیے تشریف لائیے آپ کو بی بی بلا رہی ہے۔ جونہی اندر سیف الملوک داخل ہوا کورنش بجالایا اور خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔ مہر افروز اس کے چہرے کو ہی دیکھتی رہ گئی۔ کہنے لگی یہ کوئی آدم زاد تو نہیں کوئی فرشتہ ہے۔ چہرے کو دیکھتے دیکھتے مہر افروز کے سینے میں مہر پیدا ہوئی۔ شہزادہ نے آگے جھک کر ایک رقعہ سامنے رکھا۔ یہ بدیع الجمال نے اپنی دادی کو لکھا تھا۔

از

بدیع الجمال

میری پیاری دادی ماں:

دعا ہے آپ اس کے سایہ تلے رہیں۔ جس کا سایہ ہی نہیں۔

سایہ فگن نور رہے۔ غم آپ سے دور رہے (آمین)

بزرگوں سے بات اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ اس سٹیج سے گزر چکے ہوتے ہیں۔ وہ بات کی نوعیت اور اہمیت کو جلد سمجھ جاتے ہیں۔ اس سنسار میں آپ واحد ہستی ہیں جو میری حالت کو سمجھ سکتی ہیں اور میری مدد کر سکتی ہیں۔

یہ عشق اللہ نے ہر شے کے اندر رکھ دیا ہے۔ بے جانوں میں ہو تو کشش کہتے ہیں۔ جانداروں میں ہو تو الفت، شفقت، محبت، پریم کہلاتا ہے۔ اللہ نے پتنگے میں سوز پیدا کر دیا وہ بڑھ بڑھ کر شمع پر گرتا ہے۔ حسینوں کو حسن دے دیا اور عاشقوں کے دلوں میں لگن پیدا کر دی وہ دور دور سے کھنچ کھنچ کر آتے ہیں یہی مجھے بھی تڑپا رہا ہے۔

دادی ماں آپ کے بغیر میں کس کو دکھڑا بتاؤں۔ صرف آپ ہی میری مشکل حل کر سکتی ہیں۔

سخت دھوپ میں آپ ہی سایہ دار درخت ہیں۔

غموں کے دریا میں آپ ہی کی ذات میرے لئے کشتی ہے۔

جب سے میں پیدا ہوئی ہوں مجھے گرم ہوا تک ماں باپ نے نہ لگنے دی اور اب یہ عالم ہے کہ میرے اندر جانبر مچ رہے ہیں۔

یہ مصر کا شہزادہ ہے صرف میری تصویر دیکھ کر دیوانہ ہو گیا وہ کون سا دکھ ہے جو اس نے میری خاطر برداشت نہ کیا ہو۔ میری اور اس کی ملاقات سراندیپ میں ہوئی اور میں بھی اسے دیکھتے ہی اس کی محبت میں گرفتار ہو گئی۔ اب میں محبت کی زخمی ہوں اور مرہم آپ کے ہاتھ میں ہے۔

دادی ماں آپ میری بلائیں لیتی تھیں۔ اب میرے سر بلا آئی ہے اب کچھ کرو۔

اگر آپ نے میری مدد نہ کی تو میں مر جاؤنگی اور یوں آپ لوگوں کی رسوائی ہو گی۔ میرا علاج یہی ہے کہ آپ سیف الملوک سے کسی طرح میرا ملاپ کرا دیں۔ سیف الملوک کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھنا اللہ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔ میری تکمیل شہزادے کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی بغیر میں ادھوری ہوں دادی ماں مجھ پر رحم کرو۔ مجھے ناامید نہ کرنا۔

آپکی پوتی

"بدیع الجمال"

مہر افروز نے خط پڑھا تو رو پڑی فوراً سیف الملوک کو اپنے پاس بٹھایا خلعت و انعام دے کر محبت کا اظہار کیا اور اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ سیف الملوک سے پوچھتی ہے تم کس طرح چلے اور کیسے پہنچے؟ شہزادے نے اول تا آخر سب سنایا۔ مہر افروز نے کہا وہ شاہ مہرہ مجھے بھی دکھاؤ۔ شہزادہ نے حمائل کھولی اور شاہ مہرہ نکال کر دکھایا۔ مہر افروز نے شاہ مہرہ دیکھا تو بولی یہ معجزہ ہے عام آدمی یہ تصویر نہیں بنا سکتا۔ سیف الملوک! یہ پڑھو۔

یہ کیا لکھا ہوا ہے؟ یہ لکھا ہوا ہے کہ "اس لڑکی کا نام بدیع الجمال ہے۔ یہ شاہپال بن شارخ کی بیٹی ہو گی۔ شاہ رخ سلیمان علیہ اسلام کی اولاد میں سے ہو گا۔ مصر کے بادشاہ عاصم بن صفوان کا بیٹا سیف الملوک اس پہ عاشق ہو گا۔ یہ تصاویر ان کی ہیں اسے سلیمان علیہ اسلام نے بنوایا ہے۔"

مہر افروز بولی اب تم لوگوں کا ملاپ کرانا ہی پڑے گا۔ اسی دیو کو بلایا جو سراندیپ سے شہزادے کو لایا تھا۔ تم فوراً شہزادہ کو لے کر باغ ارم پہنچو میں بھی تمھارے پیچھے پیچھے آ رہی ہوں۔ دیو نے کندھوں پہ اٹھایا اور چل پڑا باغ ارم سے پہلے ہی ایک چشمہ کے قریب اتار دیا اور مہر افروز کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ لاؤ لشکر سمیت پہنچ گئی اور سیدھا باغ ارم میں اتری۔ دیو بھی سیف الملوک کو لئے

باغ ارم میں پہنچ گیا۔ وہاں خیمے لگائے پھر مہر افروز کے ساتھ جتنی پریاں اور دیو آئے ہوئے تھے وہ سب تیار ہو کر شاہپال کو سلام کرنے چلے تو مہر افروز نے کہا کہ سیف الملوک کو ادھر ہی رہنے دو چند اور پریوں سے کہا آدم زادہ ہے حفاظت کرنا کوئی نقصان نہ پہنچانا وہ اپنے دھیان لگ گئیں۔ سیف الملوک گھومتا پھر تا چشمے تک پہنچا تو پانی پیا اور کنارے پر ہی سو گیا۔

شہزادے کی گرفتاری

جب شہزادہ ملکہ خاتون کو دیو کی قید سے چھڑا کر لایا تھا اور دیو کو مارا تھا تو چالیس دن بعد اس کے ماں باپ کو خبر ہوئی کہ ہمارا بچہ تو مار دیا گیا ہے۔ شہر قلزم میں قیامت برپا ہو گئی کہ بادشاہ کے بیٹے کو کون مار گیا ہے کسی جن اور پری کی طاقت نہیں کہ وہ اسے مار سکے۔ میرا بیٹا دھوکے سے مارا گیا ہے اور یہ کام صرف انسان ہی کر سکتا ہے۔ اپنی رعایا میں سے جنوں اور پریوں کو حکم دیا جاؤ پوری زمین پہ پھیل جاؤ۔ چپہ چپہ چھان مارو اور اسے ڈھونڈ کر لاؤ۔ میں اس سے اپنے بیٹے کے قتل کا بدلہ لونگا۔ چھ ہزار پریاں اور جن ڈھونڈنے کے لئے روانہ ہوئے۔ کوہ قاف کا کونہ کونہ دیکھا ہر جگہ تلاش کیا آج وہ باغ ارم کے اوپر سے گزر رہے تھے کہ چشمے پر اور وہ بھی پریوں کے علاقے میں آدم زاد سویا ہوا دیکھا تو شک گزرا۔ فوراً چند پریاں نیچے اتریں۔ شہزادے کو جگایا اور پوچھنے لگیں تم یہاں سو رہے ہو کیا جانتے نہیں یہ پریوں کا علاقہ ہے کوئی بھی تجھے مار سکتا ہے۔ سیف الملوک نے کہا کس کی جان ہے۔ مجھے ہاتھ تک لگائے۔ پریوں کو کچھ اور شک ہوا۔ مزید تفتیش کرنے لگیں۔ کیا تم ہی وہ ہو جس نے ملکہ خاتون کو آزاد کروایا اور دیو کو مارا تھا؟ شہزادہ نے سمجھا یہ یہاں کی پریاں ہیں کہیں سے یہ کارنامہ سن لیا ہو گا۔ فخریہ انداز میں کہا ہاں یہ خدمت میں نے ہی سرانجام دی تھی۔ اور ساری کہانی سنائی۔ ان پریوں نے کہا آپ یہاں بیٹھے ہیں اور آپ کو بدیع الجمال یاد فرما رہی ہیں۔ شہزادہ بڑا خوش ہوا اور ان کے ساتھ چل پڑا۔ انہوں نے کہا آؤ ہم تمھیں اٹھا لیتی ہی شہزادہ کو اٹھایا مسلسل سات دن اور سات راتیں گزر گئیں۔ آٹھویں دن ایک پہاڑ کے اوپر جا کر پھینکا۔ شہزادہ کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا۔ اس نے غور سے دیکھا تو چاروں طرف دیو پریوں کا مجمع لگا ہوا تھا۔ اور ہر ایک غصے میں تھا۔ شہزادہ بولا یہ تم مجھے کدھر لے آئے ہو؟ تم ہماری قید میں ہو۔ تم نے ہمارہ شہزادہ مارا تھا اور اس کی محبوبہ ملکہ خاتون کو آزاد کروا کر لے گئے تھے۔ اب ہم تمھیں قتل کر کے بدلہ لیں گے۔

وہاں سے اٹھایا تو سنگدیپ شہر کی طرف چل پڑے اور دیو کے باپ ہاشم شاہ کے دربار میں لے گئے۔ شہزادہ نے سلام کیا۔ بادشاہ غصے میں گرجا تم ہو جس نے ہمارے بیٹے کو قتل کیا۔ پہلے میں رو تا رہا ہوں بیٹے کے غم میں اب تیرا باپ روئے گا۔ شہزادہ نے دوبارہ سلام کیا اور عرض کی میں مانتا ہوں یہ

قتل میں نے کیا ہے یہ غلطی میری قسمت میں لکھی ہوئی تھی۔ اگر آپ معاف کر دیں احسان ہو گا۔ میں نے صرف ایک بہن کی جان بچانے کے لئے ایسا کیا۔ میرا کوئی ذاتی مفاد نہ تھا۔ میں تو ایک آوارہ پتہ ہوں اور سیف الملوک میرا نام ہے والی مصر عاصم بن صفوان کا بیٹا ہوں۔ شاہپال بن شاہ رخ کی بیٹی بدیع الجمال کی زلفوں کا قیدی ہو چکا ہوں۔ وہ ملکہ خاتون کی رضاعی بہن ہے بس محبت نے جوش مارا اور ہوش کھو بیٹھا۔ بدیع الجمال ہی نے مجھے مائی افروز کے پاس بھیجا۔ وہ میری شادی کی بات کرنے اپنے بیٹے کے پاس آئی ہے کہ آپ کے کارندے مجھے اٹھا لائے۔

دیو کے باپ کا غصہ عروج پر تھا جلاد کو بلایا حکم دیا اسکا سر قلم کر دیا جائے اور فورا میرے سامنے سر پیش کیا جائے۔ جلاد نے شہزادے کو پکڑا ریت پر لٹایا تلوار اٹھائی وار کرنے لگا مگر ہاتھ رک گئے۔ سب اس فیصلے پر خوش نہ تھے ہر ایک کی خواہش تھی کہ اتنی حسین صورت والے کو قتل نہ کیا جائے۔ مگر ہر ایک بادشاہ کے حکم کے آگے سرنگوں تھا۔ سب مع ہاشم شاہ جائے وقوعہ پہ موجود جلاد نے ہاتھ روک لئے تو بادشاہ نے پوچھا قتل کیوں نہیں کرتے؟ بادشاہ سلامت عرض کروں؟ ہاں بولو۔ بادشاہ سلامت میری مانیں تو اسے قتل نہ ہی کروائیں تو اچھا ہے بادشاہ نے پوچھا وہ کیوں؟ وجہ معقول ہوئی تو ہم ضرور مانیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ اسکا خاندان سنگی ساتھی بہت اثر و رسوخ والے ہیں۔ اسکا باپ بھی بادشاہ ہے اور ہونے والا سسر بھی کم مرتبے والا نہیں ہے۔ سلیمان علیہ اسلام کی اولاد میں سے ہے اگر وہ آپ پر حملہ آور ہوا تو یہاں کشت و خون کا بازار گرم ہو جائے گا۔ آپکے بیٹے کی قسمت میں یہی لکھا تھا۔ ہو گیا صبر کیجئے۔ مگر اسے قتل کروا کے آپ اور بھی بہت سے قتل کروائیں گے۔ کیا یہ رعایا آپکی اولاد کی طرح نہیں ہے؟

میری مانیں تو اسے قید کر دیں۔ اگر شاہپال نے جوائی مانگا تو آپ زندہ دے تو سکیں گے۔ دیو کے باپ کو یہ بات پسند آئی۔ پاؤں میں بیڑیاں ہاتھوں میں زنجیریں گلے میں طوق ڈال کر قلزم کے سب سے گہرے کنوئیں میں پھینک دیا اور کبھی کبھی تھوڑا سا کھانا اور پانی دے دیتے۔ شہزادہ اسم اعظم پڑھتا رہتا جس کی وجہ سے حشرات الارض سے محفوظ تھا۔ کبھی ساعد کو یاد کر کے روتا کبھی ماں باپ کی یاد ستاتی تو کبھی بدیع الجمال کی صورت سامنے آ جاتی اس سے تصور میں باتیں کر کے کچھ چین پاتا۔ رب سے گڑگڑا کے دعا مانگتا۔ یا اللہ یہاں سے نجات دلا۔ کوئی سبب بنا۔

مہر افروز کی شاہپال سے ملاقات

پریاں اٹھا کر شہزادے کو ادھر لے آئیں ادھر مہر افروز اپنے بیٹے شاہپال کے پاس پہنچی۔ بیٹے نے ماں کا استقبال کیا۔ بادشاہوں کی عام محفل بھی ہمارے جشن سے کم نہیں ہوتی۔ شاہپال کے گھر میں

جشن کا ہی سماں تھا دارات کے وقت مہرافروز نے شاہپال کو تنہائی میں بلایا اور کہا بیٹے میں تم سے ایک خصوصی بات کرنے آئی ہوں۔ بیٹا بولا ماں جی کہیے میں سن رہا ہوں۔

پھر مہرافروز نے سیف الملوک کی ساری داستان سنادی۔ شاہپال سیخ پا ہو گیا۔ ماں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ایک آدم زاد ایک پری سے کس طرح شادی کر سکتا ہے؟ آج تک ہمارے خاندان میں پری کا نکاح آدم زاد سے نہیں ہوا۔ مجھے میرے خاندان والے میری رعایا کیا کہے گی؟ میں تو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔ میری عزت خاک میں مل جائے گی۔ بیٹے غصے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بیٹی کا معاملہ ہے میں نے اسے دیکھا ہے وہ ساری دنیا میں بے مثل ہے۔ عقل میں شکل میں اور خاندان بھی کم نہیں اسکا باپ مصر کا بادشاہ ہے۔

ماں تو اس کی بڑی طرفداری کر رہی ہے نہ معلوم اس نے تم پہ کوئی جادو کر دیا ہے میرے لئے ایک مشکل کھڑی کر دی ہے نہ اقرار کر سکتا ہوں نہ انکار نہ مجبور نہ مختار۔

مہرافروز بولی دیکھنے سے پہلے میں بھی غصے میں آئی تھی میں نے بھی یہی کچھ کہا تھا مگر دیکھنے کے بعد مجھے بھی اپنے خیالات میں تبدیلی کرنی پڑی تھی اور میں دعوے سے کہتی ہوں اس سے اچھا جوان پوری دنیا کے اندر نہیں ہے جو بصورت بھی اور خوب سیرت بھی۔ میں تو اپنی طرف سے ان کی جوڑی بنا چکی ہوں۔ اب تو بول اور یہ دیکھ تیری بیٹی کا رقعہ جو اس نے میری طرف لکھا تھا رقعہ پڑھتے ہی غصہ نرم پڑ گیا۔ سوچنے لگا معاملہ تو کافی آگے نکل چکا ہے میری بیٹی بھی اسے پسند کرتی ہے اگر انکار کیا تو ماں بھی جائے گی اور اولاد کا بھی خطرہ ہی ہے۔ اب ماں ہی سے کہنے لگا آپ بزرگ ہو جو کہتے ہو ویسے ہی کر لیتے ہیں۔ بتاؤ میں کیا کروں؟ میری تو یہی صلاح ہے تم دیکھ پرکھ لو پھر جو فیصلہ صادر کرو گے ٹھیک ہو گا۔ مجھے یقین ہے دیکھنے اور ملنے کے بعد تم اپنا فیصلہ بدل لو گے۔ ٹھیک ہے جیسے آپکا فرمان شاہپال بولا وہ ہے کدھر؟ وہ باغ میں بیٹھا ہوا ہے۔ شاہپال نے کہا ماں جی یہ اچھا نہیں کیا یہ جنوں کا علاقہ ہے کسی دیو، جن کی نظر پڑ گئی وہ تو اسے مار ڈالیں گے فوراً چالیس پریوں کو حکم دیا جاؤ اور شہزادے کو بلاؤ۔ وہ آئیں پورا باغ ارم چھان مارا۔ شہزادہ نہ ملا شاہپال کے پاس حاضر ہوئیں۔ بادشاہ سلامت وہاں کوئی شے نہیں ہے۔ مہرافراز زیادہ پریشان کدھر گیا؟ پھر ڈھونڈو۔ وہ کہاں جا سکتا ہے؟ یہاں کے لئے تو وہ در در پھرتا رہا ہے۔ پریاں پھر گئیں مگر اب بھی ناکام لوٹیں۔ شاہپال نے چالیس ہزار پریوں کو سیف الملوک کی تلاش میں بھیجا ان سے بھی جتنا ہو سکتا تھا ڈھونڈا مگر باغ ارم کے اردگرد اسکا کوئی نشان نہ تھا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے قلزم کی سرحد کے قریب پہنچ گئیں وہاں ایک پری سے ملاقات ہوئی پوچھنے لگیں تم نے کوئی آدم زاد نہیں دیکھا اس پری نے کہا میں نے دیکھا تھا کچھ پریاں اسے اٹھا کر قلزم کی طرف

لے جا رہیں تھیں۔ وہ پری کی بات سن کر واپس شاہپال کے پاس آئیں اور بتایا کہ آپکے مہمان کو قلزم کی پریاں پکڑ کے لے گئی ہیں۔ یہ خبر شاہپال سنتے ہی ماں پہ برس پڑا یہ آپ کا قصور ہے۔ سیف الملوک کی گمشدگی کی بات اندر محل تک پہنچ گئی۔ شاہ پری کے کانوں میں بھنک پڑی۔

اس نے دادی اماں کو محل میں بلایا اور پوچھا کیا بات ہے؟ سیف الملوک کدھر ہے؟ دادی بولی میں اسے باغ میں چھوڑ کے آئی وہاں سے اسے ہاشم شاہ کے دیو اٹھا کر لے گئے ہیں۔ بدیع الجمال تو سر پیٹ کے رہ گئی۔ دھائیں مار مار کے رونے لگی۔ دادی اماں یہ سب آپکا قصور ہے۔ آپ نے اسے اکیلا کیوں چھوڑا؟ ہاشم شاہ اسے نہیں چھوڑے گا کیونکہ سراندیپ میں اس نے مجھے بتایا تھا کہ میں نے ملکہ خاتون کو جس دیو کی قید سے چھڑایا تھا اسے قتل کیا تھا وہ ہاشم کا بیٹا تھا۔ میں نے آپ کے سپرد امانت کی تھی۔ آپ نے حفاظت نہ کی میں نے ماں باپ سے بھی زیادہ آپ پہ اعتماد کیا میری جان اس کے اندر تھی اب میرا جینا فضول۔ بار بار شہزادی کو غش پڑیں پریاں اٹھا کر دلاسے دیں وہ آہ و زاری کرتی اور کہتی یہ سب میرا قصور میں نے اسے کیوں کہا تم میری دادی کے پاس جاؤ۔ سراندیپ میں رہتا تو ایک ماہ کے بعد ملنے کی امید تو ہوتی۔ اب تمام امیدوں پہ پانی پھر گیا۔ دادی ماں نے تسلی دی بیٹا فکر نہ کر ہاشم شاہ سیف الملوک کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا اس نے سیف الملوک کو قتل کیا تو تیرا باپ قلزم کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔

میری بچی صبر کر۔ شاہ پری بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

مہر افروز دوڑی دوڑی شاہپال کے پاس گئی۔ بیٹا بیٹا فوراً کچھ کرو تم اپنی فوج لے کر ہاشم شاہ کے پاس جاؤ۔ اسے کہو کہ سیف الملوک واپس کر دو۔ شاہپال کہنے لگا کیسی باتیں کرتی ہو وہ میرا ہم جنس ہے۔ مرا ہمسایہ ہے۔ میں اک آدم زاد کی خاطر اس سے دشمنی مول لوں۔ نہیں میں ہرگز ایسا نہیں کرونگا اور جرم بھی سیف الملوک کا ہے وہ اس کے بیٹے کا قاتل ہے۔

مہر افروز نے کہا سیف الملوک کو پکڑ کر لے جانا تیری توہین ہے۔ پوچھنے لگا میری توہین کس طرح ہے؟

مہر افروز نے کہا

مانتی ہوں وہ قاتل ہے مگر وہ اس وقت تیری پناہ میں تھا۔ اور گھر میں آیا ہوا اس طرح ہوتا ہے جیسے اس کا ماں جایا ہے۔ سراندیپ میں رہا محفوظ رہا ہاشم اس کو پکڑ نہ سکا۔ تیری بادشاہی میں لیٹا ہوا تھا کہ وہ اٹھا کر لے گئے۔

بول یہ تیری بے عزتی نہیں؟

اور جا کر اپنی بیٹی کی حالت دیکھ وہ مرنے کے قریب ہے اگر اس کی کوئی خیر کی خبر نہ پہنچی تو پھر بیٹی کی لاش ہی دیکھے گا۔ ان باتوں نے شاہپال کو قائل کر لیا اس نے کہا پہلے میں خط لکھتا ہوں ہو سکتا ہے لڑائی کے بغیر ہی کام ہو جائے۔ اگر وہ میری بات نہ مانا تو پھر حملہ کرونگا۔

نامہ شاہپال بطرف ہاشم۔

از شارستان

اللہ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جس نے روح کو جسم کا لباس پہنایا۔ آسمان کو ستاروں سے سجایا۔ زمین پہ آدم کو بسایا۔ وہ طاقتور بھی ہے مگر بخشش کو پسند کرتا ہے۔ عاجزی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر سے سخت نفرت ہے۔

میرے خط لکھنے کا مقصد تم کو اتنا بتانا ہے کہ تم نے سیف الملوک کو گرفتار کر کے اچھا نہیں کیا اور گرفتار بھی تم نے میرے ملک اور میرے گھر سے کیا۔ یہ سراسر میری توہین ہے تم سیف الملوک کو واپس کر دو یہی تمھارے لئے بہتر ہے۔ ورنہ میں لشکر سمیت قلزم میں آؤنگا اور تم کو بھاگنے کی جگہ نہ ملے گی۔ تم سیف الملوک کو خلعت سے نواز کر ہمارے دربار میں احترام سے بھیج دو۔ اسے تھوڑی سی بھی خراش پہنچائی تو تیری خیر نہیں۔ تو اگر اسے چھوڑ دے گا تو ہم اسے احسان سمجھ لیں گے۔

حاکم شارستان

"شاہپال"

یہ خط جب ہاشم شاہ کے پاس پہنچا اس نے اپنے منشی سے کہا فوراً جواب لکھو۔

از

قلزم

تعریف اللہ کی جس نے گندی مٹی میں سے خوبصورت پھول نکالے۔ بے ذائقہ زمین میں سے خوش ذائقہ پھل پیدا کئے۔ اپنے نور سے انسانوں کو پیدا کیا۔ شاہپال سب کچھ اللہ ہی عطا کرتا ہے۔ تجھے بھی بادشاہی اسی نے عطا کی ہے تو کوئی گھر سے نہیں لایا۔ مجھے بھی اسی نے نوازا ہے۔ تو مجھے کمزور نہ سمجھ کیا ہوا تیرے پاس ذرا لشکر زیادہ ہے لیکن میرے دیو بھی کسی سے کم نہیں ایک دیو ہزاروں پہ بھاری ہے۔ تو ایک آدم زاد کے لئے مجھ سے جھگڑا مول لے رہا ہے۔ چھوڑ اپنا کام کر۔ تو نے کیا سمجھا ہے ہم لڑنا نہیں جانتے۔ دنیا میں تو ہی تو ہے۔ ہر سیر کا سوا سیر ہوتا ہے۔ ہم اینٹ کا جواب پتھر سے دینا جانتے ہیں۔

ہاشم شاہ

والی قلزم

یہ خط جب شاہپال نے پڑھا اسے تو آگ لگ گئی۔ زور سے چیخا اس چوہے کی یہ جرات شیر کو للکارے۔ فوراً بگل بجاؤ اور ساری فوج کو کوچ کا آرڈر دے دو اور کہو کہ قلزم کی طرف روانہ ہو جاؤ ہم ہاشم شاہ کو اس کی دھمکی کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ وزیر سے کہا ہماری ساری فوج اکٹھی کی جائے اور دوست ممالک سے بھی فوج منگوالی جائے۔ چودہ لاکھ بہادر دیو تین لاکھ عفریت ساٹھ ہزار جن یہ وہ فوج تھی جو صرف مرنا جانتی تھی اور اس کے علاوہ بھی بے شمار فوج سب قلزم کی طرف چل پڑے۔

جب یہ لشکر قلزم کی قریب پہنچا تو ملک میں شور برپا ہو گیا تب کسی نے ہاشم شاہ کو بتایا آگ آپ کے سر پہ لگی ہوئی ہے اور آپ کو خبر نہیں ہاشم شاہ نے پوچھا کیا ہوا۔ اس نے کہا شاہپال لشکر لے کر آپ کے سر پہ پہنچ گیا ہے۔ ایک وزیر بولا حضور جو نوعیت لشکر کی یہ بتا رہا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم بھاگ جائیں بھاگنا مردوں کا شیوہ نہیں اور تعداد سے مت گھبراؤ" بادشاہ نے کہا۔

" باز جب اڑتا ہے وہ کبوتروں کی تعداد سے نہیں گھبراتا۔ ایک بھیڑیا ۱۰۰ بھیڑوں سے نہیں ڈرتا بادشاہ کی ان باتوں سے فوج کا حوصلہ بڑھا۔ دونوں لشکر صف آرا ہوئے۔ جب کوئی بات نہ بنی۔ جنگ شروع ہو گئی۔ ہاشم شاہ نے میدان کے اندر کھڑے ہو کر اپنی فوج کا بڑا حوصلہ بڑھایا مگر شاہپال کی فوج کے سامنے اس کی فوج نہ لڑ سکی۔ گاجر مولی کی طرح ہاشم کی فوج کو کاٹا۔ صرف چار سو پری بچی باقی سب لشکر قتل کر دیا۔ ہاشم اپنی جان بچا کر بھاگا۔ مگر ایک امیر نے پیچھا کیا اور گرفتار کر کے شاہپال کے دربار پیش کیا۔

جونہی نظر پڑی شاہپال نے کہا ظالم بول، تو نے سیف الملوک کو کیوں مارا؟ میں تجھے چھوڑوں گا نہ تیرے کسی ساتھی کو۔ ہاشم شاہ گڑگڑایا مجھے معاف کر دو۔ میری خطا معاف کر دو۔ سیف الملوک زندہ ہے اگر تم مجھے معاف کر دو تو میں اسے پیش کرتا ہوں۔ شاہپال نے کہا اس کی زنجیریں کھول دو اور اس کے ساتھ جاؤ سیف الملوک کو میرے پاس لاؤ۔

جب وہ چل پڑے تو شاہپال کہنے لگا ٹھہرو ہم بھی تمھارے ساتھ چلتے ہیں امرا، وزرا اور شاہپال ہاشم کے ساتھ ساتھ اس کنوئیں کی طرف چل پڑے جدھر سیف الملوک کو قید کیا ہوا تھا۔ جب کنوئیں کے پاس پہنچے تو ہاشم نے اشارہ کیا اس کے اندر قید ہے۔ شاہپال نے نیچے جھک کر آواز دی۔ بیٹے سیف الملوک میں بدیع الجمال کا باپ شاہپال ہوں تم زندہ ہو؟

سیف الملوک بڑا کمزور ہو چکا تھا ہاں زندہ ہوں چند سانس باقی ہیں" ۔ سیف الملوک کو کنوئیں سے باہر نکالا نہلایا دھلایا لباس فاخرہ پہنایا۔ قلزم میں جشن منایا گیا فتح کا اور شہزادے کے مل جانے کا۔

چار پانچ دن جب شہزادہ کھلی فضا میں رہا تو روپ رنگ واپس آ گیا۔ شاہپال نے نظر بھر کے شہزادے کی طرف دیکھا تو اسے شنید سے دس گنا بڑھ کے پایا۔ ہر چیز اس کے جسم پہ سجتی ہے جو اسے نہ پیار کرے وہ خبطی ہے۔ دیکھتے ہی محبت اور بڑھ گئی۔ دل میں کہنے لگا میری سو بیٹیاں بھی ہوں۔ اس نوجوان کو باری باری دے دوں۔ شاہپال نے کہا ہم نے اپنی والدہ سے تمہاری عقل و دانش کی بہت تعریف سنی ہے۔ ہم تمہارا امتحان لیں؟ سیف الملوک نے کہا آپ کی مرضی۔ تو بتاؤ۔

۱۔ ہر زندہ شے کے قریب ترین چیز کونسی ہے؟

سیف الملوک نے کہا۔ موت ایسی شے ہے جو ہر زندہ کے قریب ترین ہے۔

۲۔ وہ کونسی چیز ہے جو جنوں اور انسانوں سے ایک مرتبہ کھو جائے پھر سو مرتبہ بھی ڈھونڈیں تو نہ ملے؟

سیف الملوک نے کہا۔ عمر۔ جتنی عمر گزر گئی ہے وہ دوبارہ نہیں آ سکتی۔

۳۔ پھر پوچھا ساری مخلوق کو کونسی چیز بڑی پیاری ہے۔

سیف الملوک نے کہا زندگی اور جوانی کے دن رات۔

۴۔ پھر پوچھا آبادی زیادہ ہے یا ویرانی؟

سیف الملوک نے کہا ویرانی زیادہ ہے۔

۵۔ پھر پوچھا عورتیں زیادہ ہیں یا مرد؟

سیف الملوک نے کہا عورتیں زیادہ ہیں جو عورتوں کے پیچھے چلتا ہے وہ بھی عورت ہی شمار ہوتا ہے۔

۶۔ پھر پوچھا باتوں میں سے کونسی بات بہتر ہوتی ہے؟

سیف الملوک نے کہا۔ حق بات۔

۷۔ پھر پوچھا کھانا کون سا اچھا ہے؟

کہا جس میں شبہ نہ ہو۔

۸۔ پوچھا کونسی نیند اچھی ہے؟

کہا اس شخص کی نیند اچھی ہوتی ہے جس میں بخل، دکھ اور کینہ نہ ہو۔

اتنے عالمانہ جواب سن کر تمام دربار والے خوش ہوئے ہاشم شاہ نے اٹھ کر شہزادے کے قدم چوم لئے اور کہا میں نے تم کو عام آدم زادہ سمجھا تھا۔ مگر تو بے مثل آدمی ہے۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔ بس بیٹے کی محبت میں یہ سب کچھ کر بیٹھا۔ شاہپال بھی ہاشم شاہ کے اس روپ سے خوش ہوا۔

اسے خلعت عطا کی اور کہا جاؤ کسی قسم کی فکر نہ کرنا۔ آج سے تو میرا بھائی ہے۔ میری فوج تیری فوج ہے۔ جب مشکل بنی ایک آواز دے دینا فوراً پہنچ جاؤنگا۔

اب شاہپال قلزم سے فارغ ہوا اور شارستان کی طرف چل پڑا۔ بدیع الجمال روزانہ انتظار کرتی ہے اور سوچتی ہے سیف الملوک زندہ ہے کہ مر گیا ہے۔ پھر وہ بھی دن آگیا کہ شارستان خوشیوں سے جھوم اٹھا اور شہزادی کے کانوں تک یہ بات پہنچ گئی کہ شاہپال اور سیف الملوک آرہے ہیں۔ اب تو چہرے پہ بہار آ گئی۔ پیلا رنگ گلابی ہو گیا۔ شاہپال نے آتے ہی سیف الملوک کو اپنی والدہ کے سپرد کیا اور کہا پکڑ اپنی امانت اور کہا ماں واقعی تیری پسند خوب ہے۔ جنہیں بھی پسند ہے۔ اسے لے جاؤ۔ اس کی خوب خاطر مدارت کرو۔ اب یہ میرے گھر کا فرد ہے۔ مہر افروز شہزادے کو لے کر محل کی طرف گئی۔ بدیع الجمال نے کمرے میں چھوڑ کر غائب ہو گئی۔ سیف الملوک جونہی کمرے میں داخل ہوا شاہ پری دوڑ کر گلے لگ گئی۔

سینے لا ملے دل دل نوں منہ ملے سن موہاں

لب لب سے ملے دل دل سے ملا تن تن سے ملا من من سے ملا۔ جب دو محبوب آپس میں مل رہے ہوں پھر وہ حجاب برداشت نہیں کرتے۔ ملتے وقت ہار زہر لگتے ہیں۔ کیونکہ وہ چھاتی کو چھاتی سے ملنے نہیں دیتے اور نتھ اس لئے اچھی نہیں لگتی کہ لب چومتے ہوئے چبھتی ہے اور کان کے جھمکے اس لئے اچھے نہیں لگتے کہ محبوب جب بازو سر کے نیچے رکھتا ہے تو وہ چبھتے ہیں۔ جب محبوب آپس میں مل رہے ہوں تو زیور کا حجاب برداشت نہیں کرتے چہ جائے کہ کوئی بندہ ہو۔ شاہ پری روتے روتے پوچھنے لگی۔ تمھیں کون لے گیا تھا؟

انہوں نے کچھ کہا تو نہیں؟ تمھیں مارا تو نہیں؟ بس محبوب ایسے ہی بے ربط اور بے معنی سی گفتگو کرتے ہیں۔ تاکہ گفتگو جاری رہے اور چھیڑ چھاڑ بھی۔ بدیع الجمال نے کہا اب میرا ادھر دل نہیں لگتا۔ مجھے یہاں سے لے جاؤ۔ میں تیرے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتی۔ سیف الملوک بولا ایسے کیسے لے جا سکتا ہوں؟ اللہ سے دعا کرتے ہیں وہ ہماری مدد کرے گا۔ باقی مجھے پوری امید ہے اب ہمیں کوئی نہیں جدا کر سکتا ہمارے ملن کی گھڑی قریب آ گئی ہے۔

شاہپال نے تمام امراء وزراء شرفاء کو جمع کیا اور سیف الملوک کا تذکرہ چھیڑا اس کی تمام تفصیل ان کے سامنے بیان کی۔ سب سیف الملوک کے حسب نسب۔ عقل و شکل سے متاثر ہوئے۔ ہر ایک اس کی تعریف میں رطب اللسان تھا۔ بادشاہ نے لوہا گرم دیکھ کر چوٹ لگا دی کہا۔ سیف الملوک میری بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ تم میری جنس کے ہو۔ رعایا ہو۔ تمھارا کیا مشورہ ہے؟ سب یک زبان بولے

اس سے زیادہ اور کیا خوش بختی ہے کہ آپ کی بیٹی والی مصر عاصم بن صفوان کی بہو بنے۔ جب سب کو راضی دیکھا تو اعلان کر دیا ہم اپنی بیٹی کی شادی کا اعلان کرتے ہیں۔ یہ خوشخبری اندر محل میں بھی پہنچ گئی۔ شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ باغ ارم کو واقعی ارم بنا دیا گیا۔ سیف الملوک نے ایک دیو کو سراندیپ بھیجا کہ ملکہ خاتون صاعد اور بدرہ کو لے آؤ۔ پیغام ملتے ہی صاعد، بدرہ، ملکہ خاتون اور ان کی والدہ آ گئیں۔ شاہپال نے کہا ہماری خواہش ہے کہ تم بھی اپنے والدین کو بلا لو تاکہ شادی کی خوشی دوبالا ہو جائے وہ بھی اپنے بیٹے کی شادی میں شریک ہوں۔ یہ بات شہزادے کے دل کو لگی فوراً خامہ و قرطاس لیا اور ماں باپ کی طرف خط لکھنے لگا۔

از

شارستان

میرے قبلہ و کعبہ!

حمد اس خدا کی جو جسے چاہے مجبور کر دے۔ جسے چاہے مختار کر دے میں جب سے رخصت ہوا۔ مصائب سے دوچار رہا۔ مصائب کا سامنا کرنا پڑا؟ بیان کرنے لگوں تو اک دفتر درکار ہے۔ میں آپکو اس وقت شارستان سے خط لکھ رہا ہوں۔ میں نے بدیع الجمال کو پا لیا ہے۔ اس وقت میں ان کی۔ سلطنت میں ہوں۔ میرے سسر شاہپال آپ کو دیکھنے کے مشتاق ہیں اور آپکا شدت سے انتظار کر رہے ہیں انکا کہنا ہے کہ شادی میں آپ کی شرکت ضروری ہے۔ میری خطائیں معاف کیجئے اور خط ملتے ہی چل دیجئے۔

اللہ حافظ

آپکا بیٹا

سیف الملوک

صاعد کو کہا تم رقعہ لے جاؤ تمہارے جانے سے معاملہ سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی ہو گی۔ ۴۰۰ پریاں ۲۰۰ دیو انہیں بہت سے تحائف پکڑائے اور والی مصر عاصم شاہ کی طرف روانہ کر دیا۔ یہ سارا قافلہ والی مصر کے دربار میں پہنچا۔ صالح ابن حمید اپنے بیٹے کو دیکھ کر سکتے کے عالم میں آ گیا۔ صاعد نے باپ کے پاؤں چومے اور پوچھا بادشاہ سلامت کدھر ہیں؟ وزیر نے بتایا جب سے بیٹا رخصت ہوا ہے وہ بہت کم باہر نکلتے ہیں۔ صاعد نے کہا مجھے فوراً ان سے ملوائیے۔ کیوں بیٹا خیریت ہے؟ ہاں ابو سیف الملوک کا خط لے کر آیا ہوں۔ بادشاہ عاصم بن صفوان کو اطلاع پہنچائی کہ صاعد آ گیا ہے۔ صاعد کا نام سننا تھا۔ بادشاہ ننگے پاؤں باہر آیا۔

صاعد تم اکیلے آئے ہو میرا بیٹا نہیں آیا؟ وہ کدھر ہے؟ زندہ ہے؟

ہاں بادشاہ سلامت زندہ ہے اور آپ کو یہ خط بھیجا ہے۔ خط پکڑ کے دیوانہ وار چومنے لگا اور صاعد نے شاہپال کے بھیجے ہوئے تمام تحفے نذر کئے۔ خط پڑھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ دوڑتے ہوئے محل کی طرف گیا۔ ملکہ دیکھو دیکھو ہمارے بیٹے کی شادی ہو رہی ہے۔ بدیع الجمال سے اس نے ہمیں بلایا ہے۔

ماں یہ خبر سن کر خوشی سے رو پڑی۔ پورے ملک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ بادشاہ جو خوش تھا۔ بادشاہ نے وزیر کو حکم دیا جس جس چیز کی شادی میں ضرورت ہوتی ہے وہ جمع کی جائے اور کوچ کو جلد سے جلد ممکن بنایا جائے۔ تمام سامان تیار ہو گیا تو پریوں اور جنوں نے آدم زادوں کو اٹھا لیا اور شارستان کی طرف چل پڑے ایک پری نے پہلے جا کر خبر پہنچا دی کہ والی مصر آ رہے ہیں شارستان کے تمام بڑے بڑے عہدیداران استقبال کو آئے۔ بڑا فقید المثال استقبال ہوا۔ بیٹے اور باپ کے ملاپ کا منظر اور ماں اور بیٹے کے ملاپ کا منظر سب کو رلا گیا۔

خوشی شے ہی ایسی ہے ہوتی تھوڑی سی ہے مگر تمام غموں کو بھلا دیتی ہے۔ بیٹے کو دیکھتے ہی ماں باپ چودہ سال کے غم بھول گئے۔ آج کے روز ہر طرف خوشی ہی خوشی تھی۔ زور و شور سے کھانے پکنے لگے۔ انعام و اکرام کی بارش ہو گئی۔ بدیع الجمال اکلوتی لڑکی سیف الملوک اکلوتا بیٹا ماں باپ کیوں نہ دل کھول کر خوشیاں لٹاتے۔ آخر نکاح ہو گیا۔ بدیع الجمال دلہن بن کر پیا گھر سدھاری۔ شاہپال نے بے شمار سامان دیا۔ جب یہ مصر کی حدود میں داخل ہوئے تو ساری عوام اپنے شہزادے کی جھلک دیکھنے کو آئی۔ شہزادہ کی آمد پر پورے ملک میں میلے کا سا سماں ہے۔ کہیں کھیلیں ہو رہی ہیں تو کہیں ناچ گانا۔

بادشاہ نے اعلان کیا اشرفیاں بانٹی جائیں۔ دن شور شرابے کی نظر ہو گیا۔ رات کو شہزادہ دلہن کے کمرے کی طرف چل پڑا جسے خصوصی طور پر سجایا گیا تھا۔ دلہن بیٹھی انتظار کر رہی ہے کہ کب آئے گا؟ جس کے لئے میں اتنی بن سنور کے بیٹھی ہوں۔ شہزادہ دروازے میں داخل ہوا بدیع الجمال نے نظر اٹھا کر دیکھا اور پھر جھکا لی آگے کیا ہوا میاں محمدؒ صاحب کی زبانی سنیں

عاشق تے معشوق پیارے بیٹھے رل مٹھے
اول آب حیات پیالے دھرے لب اتے
لے بوسے دل کوسے ہوئے نار محبت کیتا
عجب بہار حسن دی اندر سیر شہزادے کیتا
لذت نال ہویا مستانہ کچھ نہیں تک میتا

سب سے پہلے سیف الملوک نے بدیع الجمال کے لبوں کا بوسہ لیا۔ بوسوں سے دل گرم ہوا اور

محبت بڑھی پھر شہزادے نے حسن کے باغ کی خوب سیر کی۔ اب ان کے رات دن اکٹھے گزرتے نہ غم نہ چشم نم۔

ایک روز سیف الملوک سے صاعد نے کہا یار اپنا وعدہ پورا کرو نا۔ تم اپنے محبوب سے کیا ملے کہ بھول ہی گئے ہو۔ سیف الملوک نے کہا فکر نہ کرو آج تیرا کام کر دیں گے۔

وقت ملتے ہی صالح ابن حمید کو لے کر سراندیپ کے والی کے پاس گیا اور کہا کہ صاعد کو آپ جانتے ہی ہیں۔ کافی عرصہ آپ کے پاس رہا ہے۔ ہمارے وزیر صالح ابن حمید کا بیٹا ہے۔ صاعد میرے سگے بھائیوں جیسا ہے اور بدرہ خاتون کے ساتھ بدیع الجمال کا دل لگا ہے۔ مصر اس کے لئے پردیس ہے اگر آپ عنایت فرمائیں۔ بدرہ خاتون کی شادی صاعد سے کر دیں تو ہم سب پہ احسان ہو گا۔ پہلے تو انکار کیا پھر شاہپال اور بدیع الجمال کے اصرار پر مان گیا۔ شاہپال نے کہا یہ شادی میں کرواؤں گا۔ سارا خرچہ بادشاہ نے خود کیا سراندیپ سے دلہن کو لے کر آئے۔ اب بادشاہ بوڑھا ہو چکا تھا اعضائے رئیسہ جواب دے چکے تھے۔ بیٹے سے کہنے لگا اب بار سلطنت تم اٹھالو میں گوشہ نشین ہونا چاہتا ہوں۔ سیف الملوک مصر کا باقاعدہ بادشاہ بن گیا۔ نظام سلطنت یوں چلایا کہ سلیمان کا دور یاد آ گیا۔ ایک روز عاصم شاہ نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہنے لگا بیٹے اب یوں لگتا ہے ہمارا وقت قریب آ گیا ہے آخری بار سینے سے لگ جا۔ بیٹے کو سینے سے لگایا قفس میں روح بیقرار تھی آزاد ہو گئی۔ ملک میں خبر پھیل گئی کہ عاصم شاہ کا انتقال ہو گیا۔ ہر آنکھ پر نم تھی۔ بڑے اعزاز کے ساتھ عاصم شاہ بن صفوان کو دفنایا گیا۔

دنیا بہت پرانا باغ ہے۔ اس باغ میں بہت سے پھول کھلے۔ بہت سے مرجھائے اور کئی بن کھلے مرجھا گئے۔

وہ پرندے جو اس باغ میں چہکتے تھے ان کی آوازیں بند ہوئیں۔ یہ باغ وہیں کا وہیں رہا۔ یہ دنیا ایک ایسی بیوی ہے جس کے کئی خاوند ہیں اور جس سے نکاح کیا اسے مار کے چھوڑا۔ یہ دنیا ہر نئے رنگ میں سامنے آتی ہے۔ بوڑھی تو ہوتی ہی نہیں۔ اس دنیا نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔ وفا کا وعدہ سب کے ساتھ کیا۔ اس لئے بے وفا سے دل کیوں لگاتے ہو۔ یہ کوئی دانشمندی ہے؟ اس دنیا سے تو وہی دل لگائے۔ جس کی شامت آئی ہوئی ہے جب آدمی مرتا ہے اس قدر اس دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے کہ اسے ننگے پاؤں بھاگنا پڑتا ہے۔ جان نکل کر واپس کب آتی ہے۔ لڑکیاں جب پیکے چلی جاتی ہیں تو واپسی مشکل ہو جاتی ہے۔ موتی سیپ سے نکل کر واپس سیپ میں کب جاتا ہے۔ درخت سے گری ہوئی پھلیاں دوبارہ درختوں پہ نہیں لگتیں۔ خاک میں مل جاتی ہیں۔ وقت نے باپ کی موت کا غم بھی بھلا دیا۔ اب وہ ہمہ وقت امور سلطنت میں مصروف ہے۔ بڑے بڑے وزراء کو خلعتیں دے کر انعام واکرام

ہے نواز کر برگزیدہ بنایا۔ بہادروں، ایمانداروں کو انعامات دینا۔ ظالموں کو سزائیں دینا۔ عدل وانصاف کا دور دورا تھا۔ باز کی جرات نہ تھی کہ وہ کبوتر کو میلی نظر سے دیکھے۔ شیر اور بکری ایک گھاٹ پہ پانی پیتے تھے۔ جنگل کے اندر بکریاں اور بھیڑیے اکٹھے پھرتے تھے کوئی کسی پہ ظلم نہ کرتا تھا۔ ہر ایک کے پاس جو ہنر تھا اسے اس کام پہ لگایا۔ رعایا خوش باش تھی۔

اللہ تعالیٰ نے سیف الملوک کو ایک چاند سالڑکا عطا کیا۔ سیف الملوک نے اس کی بھی تربیت اپنے دور کے فاضل علماء سے کروائی۔ ۵۰ سال سیف الملوک نے باپ کی موت کے بعد حکومت کی اور ایک دن پیام اجل آگیا۔ عزرائیل پیام لے کر آئے تو کسی کی جرات نہیں ہے وہ جانے سے انکار کر دے۔ خواہ کتنا ہی ضروری کام ہو خواہ کتنی ہی محبوب سے ملاقات کرنی ہو جس حالت میں ہو عزرائیل کے ساتھ چلنا پڑتا ہے۔ سیف الملوک دوسرے سفر کو چل پڑا۔ یہ کیسا سفر ہے امیر ہو یا غریب جانا اکیلے ہی پڑتا ہے۔ بڑی کوشش ہی کرے ساتھ کوئی نہیں جاتا۔

سیف الملوک کی موت ملک مصر کے باسیوں پر اور خصوصی طور پر بدیع الجمال پری پہ ایک آفت بن کر آئی۔ بدیع الجمال کا حال سودائیوں والا ہو گیا۔ بال بکھر گئے۔ نوحہ کناں ہو گئی۔ تابوت کے ساتھ ساتھ روتی جارہی ہے۔ نہ کپڑوں کا ہوش نہ اپنا خیال یہی کہتی جاتی ہے۔ سیف الملوک تو نے کس طرح اکیلے سفر کی تیاری کرلی۔ مجھ سے مشورہ تو کرتا نہ میں نے تجھے الوداع کہا نہ رکاب چوما اب بدیع الجمال کو کون سمجھائے کہ یہ سفر پوچھ کے نہیں کیا جاتا۔ سیف الملوک کے مرنے کے بعد اب بدیع الجمال کی حالت ایسے ہی تھی جیسے مچھلی پانی کے بغیر سیف الملوک کو دفنا دیا گیا اور قبر بنا دی بدیع الجمال کا اب بس ایک کام تھا قبر پہ بیٹھی روتی رہتی۔

قبر کی خاک منہ پہ ملتی اور روتی جو اس کی حالت دیکھتا وہ بھی رو پڑتا ایک روز اللہ کو اس کی حالت پر رحم آگیا اسے بھی ادھر ہی بلا لیا جدھر سیف الملوک رہتا تھا۔

لوگوں نے دونوں کی قبریں ایک ساتھ بنا دیں۔

یوں عشق کا سفر مکمل ہو گیا۔

کردار

تلا:- گجرات کا ظروف ساز

سوہنی:- تلے کی بیٹی

عزت بیگ:- (جو بعد میں بھینسیں چرانے کی وجہ سے مہینوال مشہور ہوا۔ بلخ کے سب سے بڑے تاجر علی بیگ کا بیٹا) سوہنی کا عاشق۔

علی بیگ:- بلخ کا تاجر

علاقہ:- گجرات دریائے چناب صوبہ پنجاب

پرانے زمانے میں آبادیاں وہاں ہوتی تھیں جہاں پانی ہوتا تھا۔ مکہ بے آب و گیاہ جگہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے آباد کرنا تھا۔ آب زمزم کا چشمہ معجزاتی طور پر پیدا کیا۔ بڑی بڑی تہذیبیں دریاؤں کے کناروں پہ ہی پروان چڑھی ہیں کیونکہ اس وقت دولت جانور کو سمجھا جاتا تھا اور جانور چارہ پہ زندہ رہتے ہیں اور چارہ پانی کے قریب ہی زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے زیادہ تر آبادیاں دریاؤں کے کناروں پر ہی ہوتی تھیں۔

شہر گجرات دریائے چناب کے کنارے واقع ہے۔ یہاں ایک تلا نامی شخص رہتا تھا۔ جو ظروف سازی میں یگانہ روزگار تھا۔ وہ اس فن میں استادوں کا استاد تھا۔ وہ برتنوں پہ یوں نقش و نگار کرتا تھا کہ دیکھنے والا یوں محسوس کرتا یہ بنائے نہیں اگائے گئے ہیں۔ اسے اس مہارت نے بہت نامور کر دیا۔ خوشیوں کا اس کے گھر ڈیرا ہو گیا۔ یہ ایک تھا پھر دو ہو گئے۔ بیوی بھی کام کاج میں ہاتھ بٹاتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو کو تین کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک چاند سی بچی عطا کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ البنون نعمته والبنات رحمته۔ بیٹے نعمت ہیں اور بیٹیاں رحمت ہیں۔ واقعی یہ رحمت ثابت ہوئی۔ صبح آنے سے پہلے یہ آ گئی۔ یعنی اجالے کا پیام لیکر آئی۔ قاضی کو بلایا گیا۔ دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی اور اسکا نام سوہنی رکھا۔ تین سال تک تو دو کے ساتھ کھیلتی رہی۔ یعنی (ماں باپ کے ساتھ) جب چار سال کی ہوئی تو دوست زیادہ ہو گئے۔ وہ سہیلیوں کے ساتھ کھیلنے جاتی۔ اس کی سہیلیاں امیر تھیں وہ بہت اچھے اچھے کپڑے پہنتی تھیں۔ اس کے کپڑے اتنے مہنگے تو نہ ہوتے۔ مگر لگتی بہت امیر تھی کیونکہ اس کے پاس حسن کی دولت تھی۔ یہ دولت تو ہے مگر

اس دولت سے آپ ۲۵ سال کے بعد زیادہ سودا نہیں خرید سکتے۔ پھول کانٹوں میں بھی مہکتا ہے۔ لعل پتھروں میں بھی ہو پھر بھی دور سے چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ مکھن کتنی لسی میں پڑا ہوا اپنا اصل ضائع نہیں کرتا۔ گھوڑا ہزاروں گدھوں میں بھی اپنا ایک الگ مقام رکھتا ہے۔ خوبصورت چہرے کبھی چھپتے نہیں آپ لاکھ کپڑے ڈالیں۔ دوپٹے ڈالیں۔ جب جوانی کی بہار آتی ہے تو دوپٹے اس بہار میں خود بخود ڈھلکنے لگتے ہیں۔

پانچویں سال سوہنی کو پڑھنے کے لئے مکتب میں ڈال دیا۔ وہاں اس نے کچھ سوجھ بوجھ حاصل کی۔

سات سال کی ہوئی تو گھر کے کام کاج بھی شروع کئے دس سال کی عمر میں چرخہ کاتنا شروع کیا۔ گیارھواں سال آیا تو اس لچکدار شاخ پہ پھل لگنے شروع ہو گئے۔ روپ نکھرنے لگا۔ جب چودہ سال کی ہوئی تو حسن کی بارش ہونے لگی۔ حسن کا یہ عالم تھا کہ چلتے ہوئے رک جاتے۔ رکے ہوئے مبہوت ہو جاتے۔ آنکھوں نے تیر چلانے شروع کر دیئے۔ کئی گھائل ہوئے۔ کئی مائل ہوئے۔ کئی قائل ہوئے کئی سائل ہوئے۔ سوہنی کے حسن کے چرچے عام ہوئے۔ چاند بھی جھک کر سلامی دینے لگا۔ تلواریں بھی اس کی آنکھوں کی کاٹ سے ڈرنے لگیں۔ چاندی جیسے پاؤں زمین پر رکھتی ہوئی ناگن کی طرح بل کھا کر چلتی۔ ریشمی زلفیں غزالہ آنکھیں۔ سیب جیسے رخسار دانت جیسے سفید موتی لڑی وار پرو دیئے گئے ہوں۔ سرو قد جب وہ سہیلیوں کے ساتھ سیر کو نکلتی تو کئی لوگ دل تھام لیتے۔ سوہنی کے حسن کے چرچے عام ہو گئے۔ نوجوانوں کا موضوع سخن بن گئی۔ کوئی حسن میں گم۔ کوئی جوانی میں گم۔ جب بہار آ جائے تو پھل لگ جاتے ہیں۔ پھل پک جائیں تو توڑنے کو جی چاہتا ہے۔ ایک بولا کیا مژگان ہیں جیسے تیر۔ اور رب نے ابرو بھی کمان کی طرح بنائی ہیں اور چہرہ کچھ نہ پوچھو۔ اس کے چہرے کی بجلی جس پہ گرتی ہے وہ کوہ طور کی طرح جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ چال میں مستی اک دلربا مستی چلتی یوں ہے کہ مور اور ھنس بھی اس سے چلنا سیکھتے ہیں۔ حسن ایسا کہ حوریں بھی اس کے حسن کو دیکھنے کے لئے زمین پر آتی ھیں۔ پریاں آکر دوستی کا دم بھرتی ھیں۔

عزت بیگ المعروف مہینوال

بلخ کے اندر علی بیگ نامی ایک مالدار تاجر تھا۔ اس کی تجارت ایران، چین، بخارا اور کابل تک پھیلی ہوئی تھی۔ دولت کا کوئی شمار نہیں۔ ایک پریشانی تھی کہ اولاد نہ تھی عمر چالیس سال، نہیں کوئی بال، بس ہر دم دعا کرتا یا اللہ خشک شاخ ہری کر دے۔ یا اللہ نور چشم نہ ہو تو چشم کچھ نہیں دیکھتی۔ علی بیگ

کی بیوی انوار بیگم کا بھی یہی حال تھا ذکر اولاد سے نہ خالی مقال تھا۔ روتی تھی۔ مگر رونے سے کام کب کہ بنتا ہے۔ یہ تو اس کے راضی ہونے سے بنتا ہے۔ وہ سنتا ضرور ہے۔ جلد یا دیر۔ ابراہیم علیہ السلام کو ۹۰ سال کی عمر میں بچہ عطا کیا۔ زکریا علیہ السلام کو ۱۲۰ سال کی عمر میں اولاد دی۔ علی بیگ کی بھی سنی گئی۔ ایک روز علی بیگ کا دوست آیا اور کہا یار پریشانی ختم۔ ایک مرد بزرگ آیا ہے۔ چہرہ حسین غار میں گوشہ نشین مقناطیسی طاقت۔ سنا ہے۔ بہت کچھ اس کی بابت۔ لوگ اس کے پاس مرادیں لے کر جاتے ہیں اور پوری ہوتی ہیں۔ تم بھی جاؤ۔

جا دوڑ فقیر دی لگ قدمیں بوھا دھنگ سوہیاں مل نا ہیں
دل لاہ کے تے دلی دل جاییں دل ہو وے سبز دل سائیں

علی بیگ بہت سے تحائف لے کر بزرگ کے در پہنچا۔ فقیر کے قریب پہنچ کر اس کی نورانی شعاعوں سے متاثر ہو کر قدموں میں گر گیا۔ ولی اللہ نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اٹھایا۔ اور کہا بندہ خدا کہ بتا؟ کہا پوری خواہش دیرینہ نہیں ہوتی میرے گھر اولاد نرینہ نہیں ہوتی۔ دعا فرمایئے اللہ چاند سا بیٹا عطا کرے۔ معاف ہماری خطا کرے۔ لڑکے کے بغیر باپ اندھا ہوتا ہے۔ وہ نور چشم ہوتا ہے۔ بیٹا چاند ہوتا ہے اسی سے گھر میں اجالا ہوتا ہے۔ اللہ سے دعا کر دو وہ میری اچھا پوری کر دے۔ اس طرح علی بیگ بیٹے کے لئے رویا کہ یعقوبؑ کی یاد تازہ ہو گئی فقیر کو رحم آیا اللہ سے دعا کی علی بیگ سے کہا جا۔ الحمد جا۔ اللہ تم کو بیٹا عطا کرے گا۔ حسن میں حور۔ نین مخمور۔ بنے کا مزدور۔ چودھویں سال مچائے گا فتور۔ تمہارا لوٹے گا سرور۔ اس کی شہرت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجے گا۔ اٹھ کر چل پڑا۔ سوئے ہوئے بھاگ جاگے بگڑی کچھ تو سنوری۔ مالی نے پھیرا تو ڈالا۔ بجھتے ہوئے دیئے میں کچھ تو تیل پڑا۔ بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے چاند سا لڑکا تو عطا کیا۔ اس کا نام عزت بیگ رکھا۔ علی بیگ نے جی بھر کر خوشیوں کا اظہار کیا۔ اتنی خیرات کی کہ حاتم سائل نظر آنے لگا۔ پہلا دوسرا اور تیسرا سال تو یوں گزر گیا جیسے وصل کے تین دن۔ ماں باپ نے پیار کی انتہا کر دی۔ محبت و شفقت کے جتنے طریقے تھے کوئی نہ چھوڑا۔ جب پانچویں سال میں قدم رکھا تو عقل و شعور نے آکر ڈیرے جمانے شروع کر دیے۔ باپ نے بچے کی فہم و فراست کو بڑھانے کے لئے سکول میں داخل کر دیا۔ عزت بیگ نے مروجہ علوم درساً درساً پڑھے۔ چھ سال کے بعد سواری سیکھنا شروع کی۔ تیز گھوڑے کو رام کرنا۔ عزت بیگ کا شوق تھا۔ تیرھویں سال تیر اندازی کا سبق لیا اور استاد کے مرتبے کو پہنچا۔ اب عزت بیگ جوانی کی حدود میں داخل ہونے لگ گیا۔ چاند سا چہرہ گھٹا سی کالی زلفیں۔ جھیل سی آنکھیں۔ جو بھی دیکھتا یہی خواہش کرتا میں چاند تک پہنچ جاؤں۔

مگر مجھ پر برسے۔ میں جھیل میں ڈوب جاؤں۔ اس کے جوان ہوتے ہی محبت کے دیوتا کی طرف سے اعلان جاری ہوا۔

۱۔ اس کو پکڑ کر گجرات لایا جائے۔

۲۔ شاہ سے گدا بنایا جائے۔

۳۔ عرش سے فرش پہ بٹھایا جائے۔

۴۔ سب سے چھڑا کر ہمارا بنایا جائے۔

۵۔ ہم اسے دریائے چناب کے کنارے دیکھنا چاہتے ہیں۔

۶۔ اس کے دل میں سیر و سیاحت کا شوق پیدا کیا جائے۔

۷۔ بلخ سے دھلی اور دھلی سے لاہور اور لاہور سے گجرات۔

ادھر سے حکم صادر ہوا ادھر کائنات کی تمام اشیاء نے عمل درآمد شروع کر دیا۔ ایک روز عزت بیگ نے یاروں دوستوں کو دعوت دی خوب محفل جمی۔ (جوان آپس میں بیٹھ کر جو باتیں کرتے ہیں یہ آپ جانتے ہیں۔ جوان ہوتے ہیں طاقت ہوتی ہے سوچ ہر مقام پہ پہنچ جاتی ہے بڑھاپے میں کمزوری ہو جاتی ہے سوچ ہر جگہ کم ہی پہنچتی ہے۔ ان میں مرد عورت کی تخصیص نہیں۔ چند جوان لڑکیاں بیٹھی ہوئی گفتگو کر رہی تھیں۔ ایک بولی جب یہ لڑکے آپس میں بیٹھتے ہیں تو کیا گفتگو کرتے ہیں؟ دوسری بولی جو تم کرتی ہو۔ وہ کہنے لگی ہائے اللہ کتنے بے شرم ہوتے ہیں)۔

جوانی میں شاید ہوا اور آگ کے عناصر غالب ہوتے ہیں آدمی میں اونچی اڑان اور گرمی بڑی ہوتی ہے۔ عزت بیگ کا ایک دوست بولا یار یہاں ہم کیا کر رہے ہیں آؤ سیاحت کو نکلتے ہیں قل سیرو فی الارض اللہ بھی فرماتا ہے سیاحت کرو۔ ایک بولا کس ملک کی طرف جائیں؟ کسی نے ایران کا مشورہ دیا۔ کسی نے چین کا نام لیا۔ کسی نے روم کی تعریف کی۔ ایک نے عربستان کا ذکر کیا۔ بیچ میں سے ایک بولا سب چھوڑو۔ آج کل دلی کا بہت چرچا ہے۔ جو بھی تاجر ہے وہ وہاں کے بادشاہ، رعایا اور آب و ہوا کی بہت تعریف کرتا ہے۔ دلی پر سب متفق ہو گئے کیوں نہ ہوتے محبت کا حکم جو صادر ہو چکا تھا۔ سب نے اپنے اپنے گھروں سے اجازت لے لی ان کے گھر والے اجازت کیوں نہ دیتے ان کے بچے عزت بیگ کے ساتھ جا رہے تھے۔ یہ کم اعزاز تھا۔ عزت بیگ بھی اپنے والد گرامی سے اجازت لینے کے لئے گیا۔ مصافحہ کیا ہاتھ چومے۔ کہو کیسے ہو؟ ابو ٹھیک ہوں۔ کوئی کام ہے؟ ابو جی ہم دوستوں نے سیاحت کا پروگرام بنایا ہے۔ اور جانا بھی دھلی کی طرف ہے۔ دھلی کا

سننا تھا کہ باپ کو چپ لگ گئی۔ اجازت کو خطرے میں دیکھا تو تعریف پہ اتر آیا ماں باپ سے اجازت لینے کا نایاب اور عام حربہ ابو جی آپ نے مجھے ہر طرح سے پیار دیا۔ مجبور تھے یا مختار۔ پیار دیا۔ وہ کونسی بات تھی جو لب سے گری نہ ہو اور آپ نے اٹھائی نہ ہو۔ ہر سکھ پہنچایا۔ نہ دکھ مٹایا۔ مجھے شہزادوں کی طرح پالا۔ میرا سر آپ کے احسانوں کے بوجھ نے جھکا دیا ہے۔ آپکا وزن ہلکا ہو چکا ہے۔ مجھے اجازت دے دیجئے۔ میرے سب دوستوں کو اجازت مل چکی ہے۔ میں دھلی جانا چاہتا ہوں نہ جانے کونسی شے ہے جو مجھے اس شہر کی سیاحت پہ ابھارتی ہے۔ (بچے کا پھرنے کو بڑا دل چاہتا ہے اس کے اندر جستجو کا عنصر زیادہ ہوتا جو اسے چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ اپنی جیب کو دیکھتے ہوئے اس کی اس خواہش کو ضرور پورا کرنا چاہیے ورنہ وہ گھر سے خود بھاگے گا)۔

ابو اجازت دے دیجئے کل صبح کا وقت طے پایا ہے۔ رخصت کا۔ روتے ہوئے کہنے لگا۔ بیٹے سفر دوزخ ہے۔ **السفر قطعة من العذاب** سفر عذاب کا ٹکڑا ہے۔ اور دھلی تو بہت دور ہے۔ بیٹے تیرا دیدار میرے غموں کی آگ کے لئے پانی ہے۔ تو نہ ہوا تو جدائی کی آگ مجھے بھسم کر دے گی۔ تیرے چہرے کے نور سے میرا گھر روشن ہے تو نہ ہوا تو اندھیرا ہو جائے گا اور مجھے کچھ دکھائی نہ دے گا۔ میں ٹھوکریں کھاؤں گا۔ بڑھاپا اک بیماری ہے تو اس بیماری کی دوا ہے۔ تو چلا گیا تو یہ بیماری مجھے مار دے گی۔ تو بھاگ گیا تو میرے بھاگ (قسمت) بھاگ جائیں گے۔ باپ نے بڑی منت سماجت کی مگر محبت کا جرنیل ہر جگہ فاتح ہی ہوتا ہے۔ بیٹا اپنی ضد پہ اڑا رہا۔ آخر باپ کو بیٹے کی ضد کے آگے ہتھیار پھینکنے پڑے۔ باپ سے آکر ماں کی طرف گیا اور عرض کی ماں جی ابا جی نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے اجازت دے دی ہے۔ اب آپ بھی خوشی خوشی اجازت عطا کر دیجئے۔ میں دوستوں کو زبان دے بیٹھا ہوں۔ میں دھلی ان کے ساتھ سیاحت کو جا رہا ہوں۔ بیٹے کی جدائی کا سوچتے ہی رو پڑی بیٹے تو جانے کی اجازت مانگ رہا ہے؟ تو میرا چاند ہے تو چلا گیا تو میری راتیں اندھیری ہو جائیں گی۔ چار و ناچار ماں نے رخصت کیا۔

دوسرے دن صبح صبح عزت بیگ بمعہ ساتھیوں کے روانہ ہوا۔ باپ نے خوب مال و دولت دی تاکہ کوئی مشکل نہ ہو۔ یہ دھلی کی طرف روانہ ہوئے رات کو قیام کرتے فجر کے وقت پھر رخت سفر باندھ لیتے جو چل پڑے اک دن پہنچ جاتا ہے۔ یہ بھی پہنچ گئے۔ شہر کا شام کا وقت تھا دروازہ بند ہو گیا۔ پھر خیمے باہر ہی لگائے اور رات گزاری۔ کالی ساحرہ کا جادو ختم ہونے لگا۔ چرندے پرندے درندے اٹھ گئے۔ اپنے اپنے انداز میں اللہ کی تسبیح کی۔ چڑیوں نے باجماعت نماز ادا کی۔ روشنی کا اندھیرے پہ حملہ

ہونے لگا۔ اس حملے کا یہ اثر ہوا لوگ بیدار ہونے شروع ہو گئے کوئی مسجد میں گیا تو کوئی مندر میں کسی نے اسے گرجا میں جا کر یاد کیا۔ عزت بیگ نے بھی صبح صبح تیاری کی۔ غسل کیا اور عمدہ پوشاک زیب تن کی۔ اعلیٰ قسم کا عطر لگایا اور قیمتی قیمتی تحائف لیکر بادشاہ کے دربار کی طرف روانہ ہوا۔ دربار میں باریابی کی اجازت چاہی۔ عزت بیگ بادشاہ کے سامنے پیش ہوا۔ تحائف پیش کیے۔ بادشاہ نے نوجوان کے چہرے کو دیکھا تو نظریں ٹھہر گئیں۔ پوچھا اے نوجوان تم کدھر سے آئے ہو؟ بادشاہ سلامت اقبال بلند ہو۔ غلام کو عزت بیگ کہتے ہیں میرے والد گرامی کا نام علی بیگ ہے ہم ذات کے مغل پٹھان ہمارے شہر میں آپکی بڑی دھوم ہے بس آپکی زیارت کو جی چاہا اور میں چلا آیا۔ بادشاہ نے کہا ہم خوش ہوئے تم سے متاثر ہوئے۔ تم جب تک دھلی میں ہو شاہی مہمان ہو اپنے ارکان سے کہا کہ عزت بیگ ہمارا مہمان ہے اسے دھلی کی سیر کروائی جائے۔ تمام امراء وزراء کے دل میں عزت بیگ کا احترام پیدا ہو گیا۔ بادشاہ کے حکم پر عزت بیگ کی خوب آؤ بھگت کی اور تمام اہم مقامات کی سیر کرائی۔ عزت بیگ ایک ماہ تک شاہی مہمان رہا۔ ایک ماہ بعد بادشاہ سے اجازت لی اور لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ لاہور پہنچا تو خواب دیکھا۔

خواب

ایک خوبصورت لڑکی۔ جس کا چمپئی بدن اس طرح چمک رہا تھا جیسے برف سے ڈھکی ہوئی پہاڑی کی چوٹی۔ میانہ قد۔ مہتابی چہرہ۔ چھوٹے چھوٹے ہونٹ۔ گلاب کی پنکھڑیوں جیسے تنگ اور گول دھن۔ خوبصورت ریشمی بال۔ بال اتنے باریک اور نرم کے ہوا کے خفیف سے جھونکے سے لہرانے لگیں۔ اس کی خوبصورت ناک میں پھول کی پتی کا سا نازک خم۔ اور بیباک سیاہ مخمور آنکھیں۔ اس کی پیشانی طلائے احمر کی طرح دھک رہی تھی۔ اس کے گالوں پر بھرپور پن کی گولائی تھی۔ نرم نرم کومل کومل ہاتھ۔ بدن پر زیوارت نہ تھے۔ شباب کے بوجھ ہی سے اس کے پاؤں زمین پر سیدھے نہ پڑتے تھے۔ جوبن کے نشے میں مست چال۔ انگور کی بیل کی طرح پتلی نازک کمر۔ اور خود کو دیکھتا ہے کہ اس حسن کی ملکہ کے سامنے سوالی بن کر کھڑا ہے بھکاریوں والی شکل ہے اور حالت بھی ویسی اور حسن کے میخانے سے دھڑا دھڑ جام پی رہا ہے۔ ایک دم سے زور سے تھپڑ پڑا اور مغل صاحب دور جا گرے۔ گرنا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ پریشانی کے عالم میں اٹھا دوستوں کو فوراً اٹھایا اٹھو اٹھو یار بڑا حسین و عجیب خواب دیکھا ہے۔ اس خواب نے مجھے بے چین کر دیا ہے چلو فوراً بخارا چلیں اور گجرات سے ہو کر چلنا ہے۔ دوست پوچھنے لگے یہ بیچ میں گجرات کدھر سے آ گیا؟ یار اس کی مشہوری بہت سنی ہے لاہور سے گجرات کی طرف

چل پڑے۔ (آپ نے غور فرمایا؟ محبت کس طرح کھینچ کر اپنے دام میں لا رہی ہے؟ عزت بیگ خود جیل میں آ رہا ہے۔ محبت کے حکم کے آگے کسی اور کا حکم نہیں چلتا۔ اسکا دبدبہ ہی اتنا ہے۔ غیر ارادی طور پر عزت بیگ محبت کے جال میں پھنسنے جا رہا ہے۔ عقل کے دیوتا نے آواز دی۔ عزت بیگ بچ بچ۔ اس سارے راستے میں دھکتے ہوئے کوئلے رکھے ہوئے ہیں۔ آگے مت بڑھ۔ ابھی وقت ہے راستہ بدل لے۔ اس راہ میں ایک ڈاکو بیٹھا ہے وہ تیرا سب کچھ لوٹ لے گا۔ چین قرار۔ نیند آرام۔ مال و دولت زندگی اس کی زلفوں میں تو یوں پھنس جائے گا۔ جیسے مکھی جالے میں پھنستی ہے۔ مگر یہ آواز بہت دھیمی تھی۔ عزت بیگ نہ سن سکا۔ اور دوسری بات ہے محبت کے آگے کسی کی نہیں چلتی۔ اسکا پکڑا ہوا تو شیر بھی نہیں چھڑا سکتا۔ یہ تو عالموں۔ تکنی کا ناچ نچا دیتی ہے۔ اس کے حکم پر شاہ گدا ہو جاتے ہیں۔ راجے راج چھوڑ دیتے ہیں۔ کام کاج چھوڑ دیتے ہیں رشتہ ناطہ توڑ دیتے ہیں۔ اپنوں سے منہ موڑ لیتے ہیں)۔

یہ قافلہ جب چناب کے کنارے پہنچا تو فرحت کا احساس ہوا۔ دریا کے کنارے شہر تھا اس لئے ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے فردوس کا کوئی ٹکڑا ہے۔ شہر میں داخل ہوئے اور سرائے میں قیام کیا۔ اپنے حسنِ خُلق اور حسن خلق سے گجراتیوں کو گرویدہ کر لیا۔ گجرات کے جوان آتے محفل جمتی سخنور اکٹھے ہوتے اور ایسی ایسی گفتگو ہوتی کہ محفل زعفران بن جاتی۔ ہر ملک کی ہر شہر کی کوئی خاص سوغات یا کوئی خاص بات ہوتی ہے۔ جیسے ہمارے پاکستان میں ملتان کا سوہن حلوہ۔ قصور کی میتھی۔ فیصل آباد کا کپڑا۔ وزیر آباد کی چھریاں۔ سیالکوٹ کھیلوں کا سامان۔ سوغاتوں کی بات چل نکلی تو کسی منچلے نے کہا گجرات کے برتن بڑے مشہور ہیں اور پھر بنانے والا تلا ہو تو کچھ نہ پوچھیے۔ مٹی کو ہاتھ لگاتا ہے تو ایسا شاہکار بنا دیتا ہے کہ بڑے بڑے فنکار شرمسار ہو جاتے ہیں۔ اس جوان نے یہاں تک غلو کر دیا کہ تلا جو پیالہ بناتا ہے اس پیالے کو منہ لگا کر پانی پیئیں تو تمام اسرار و رموز کھل جاتے ہیں۔ نقش و نگار یوں بناتا ہے دیکھنے والے کو اصلی معلوم ہوتے ہیں۔ عزت بیگ نے جب اتنی تعریف سنی تو صبح کے وقت اپنے ایک دوست کو بھیجا جاؤ فوراً جاؤ اور تلے کی دوکان سے کچھ برتن لے کر آؤ۔ ہم بلخ ساتھ لے کر جائیں گے۔ ہم بھی تو اس کی کاریگری دیکھیں۔ اور دیکھو کوئی بات خلاف ادب نہ ہو۔ دوست فوراً روانہ ہوا تلے کا پتہ پوچھا گھر کے اندر ہی دوکان تھی جونہی داخل ہوا سامنے سوہنی نظر آئی۔ ہر شے رک گئی۔ سانس سوچ فکر بے جان کھڑا ہو گیا۔ تلے کی آواز نے چونکا دیا۔ کہو بیٹے کیا چاہیے؟ جی جی وہ کچھ برتن چاہیے تھے۔ تلے نے ڈیزائن دکھانے ایک پیالہ لیا رقم ادا کی اور تیزی سے واپس مڑا۔ عزت بیگ

کے پاس پہنچا عزت بیگ نے پوچھا خیریت ہے سانس کیوں پھولی ہے؟ کچھ نہ پوچھ یار میں پیالہ لینے گیا تھا۔ہاں ہاں کیا ہوا؟ کچھ نہ پوچھ ایک لڑکی دیکھی۔ لڑکی نہیں کوئی اپسرا تھی کیا حسن تھا۔ !!!

آنکھیں چاندی کی دوات جن میں سیاہی بھری ہو۔

بھویں محراب۔ چہرہ نور کا دریا۔ بال ایسے کالے کہ بادل دیکھ کر حیران ہوں۔

حسن کا سمندر روپ کی کان قد نخل سا۔ چاندی سا بدن۔ پنکھڑی سے لب۔

صراحی گردن۔ آدمی دیکھتے ہی اس کے جادو میں آجاتا ہے۔ عزت بیگ سناسنا سن ہو گیا۔

بیان حسن نے عقل و صبر کی کشتی کو الٹ دیا۔

حسن نے کئی گھر تباہ کئے ہیں۔ مذہب عشق ہے پرستش حسن۔ آپکو یقین نہیں آتا تو مجنوں کو دیکھ لیں۔ فرہاد، رانجھا، زلیخا، سیف الملوک، پنوں وغیرہ سب حسن کے مارے ہوئے ہیں۔ محبت حسین لوگوں سے ہوتی ہے لیکن ہر ایک کے نزدیک حسن مختلف ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے ایک شے آپکو بدصورت لگتی ہو لیکن دوسرے کو حسین لگتی ہو۔ زدح خود حسین ہے یہ حسین لوگوں سے حسین اشیاء سے ہی پیار کرتی ہے۔ قلوپطرہ کے حسن نے کیا کیا تباہی نہیں پھلائی۔ سوہنی کا حسن مسحور کر گیا۔ عزت بیگ کو چپ لگ گئی۔۔ دوست نے کہا طبیعت تو ٹھیک ہے؟ طبیب بلاؤں؟ نہیں نہیں دوست سے کہا تم مجھے تلے کے گھر لے چلو۔ میرا علاج ادھر ہی ہے۔ میں اس شکاری کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ جسے میری جان ڈھونڈ رہی ہے۔ میں اس مئے دار کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ جدھر میری زندگی کی کشتی خود بخود جا رہی ہے۔ نوکر کہتے تھے نخیرہ کہہ دوست نے عزت بیگ کو پکڑا اور تلے کے گھر کی طرف چل پڑا۔ جب وہ دوکان پہ پہنچے تو بیگ کی ٹھاٹھ دیکھ کر تلا احتراماً کھڑا ہو گیا۔ بعد از سلام آنے کا مدعا پوچھا۔ مرزا عزت بیگ نے کہا آپ کے برتنوں کی بڑی دھوم سنی ہے۔ ہم کچھ برتن خریدنا چاہتے ہیں۔ وہیں سے سوہنی کو آواز دی۔ بیٹا۔

جی ابو بیٹا میں مصروف ہوں ان کو برتن دکھانا۔ "اچھا ابو" سوہنی نے جواب دیا اندر سے سوہنی آئی۔ لمبے بال گورے گال مورنی سی چال یوں آئی جیسے باد صبا باد صبا سے کلیاں کھل اٹھتی ہیں۔ سوہنی کے آنے سے بیگ کے زخم کھل گئے۔ سوہنی سوہنے ہاتھوں سے سوہنے سوہنے برتن دکھانے لگی۔ مگر عزت بیگ برتنوں کو نہیں دیکھ رہا تھا کیونکہ حسن کی تلوار اس کے عقل کے درخت کو کاٹ چکی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے سوہنی کی زلفوں کی سیاہی چھا گئی۔ وہ برتن دکھاتی ہے یہ برتن پکڑتا ہے مگر دیکھتا اس کے چہرے کو ہے۔ ایک دیکھنے کے بعد کہتا ہے کوئی اور دکھایئے۔ وہ اپنے دھیان

میں دکھائی گئی۔ ایک دم سوہنی نے نظر اٹھائی اور پوچھا بس؟ عزت بیگ تاب نظارہ سہہ نہ سکا گر گیا۔ بے ہوش ہو گیا۔ سوہنی نے اپنے باپ کو آواز دی دونوں پریشان ہو گئے۔ یہ کیا ہو گیا۔؟ ساتھی سے پوچھنے لگے تمھارے دوست کو کوئی بیماری ہے؟ تینوں مل کر ہوش دلانے لگے۔ بڑی دیر کے بعد ہوش آیا کچھ برتن خریدے اور گھر کو چل دیا۔ گھر پہنچ کر یہ کیفیت ہو گئی۔ جیسے کوئی آدمی اپنی سب سے قیمتی چیز کہیں بھول گیا ہو۔ واقعی وہ اپنا دل "جگر" جان تو سوہنی کے گھر چھوڑ آیا تھا۔ چین لٹ گیا وہ بے چین ہو گیا۔ دھاڑیں مار مار کے رونے لگا۔ دوستوں نے پوچھا کیا ہوا؟ کہا بس اب میرا بچنا محال ہے حسین چور نے میرا سب کچھ لوٹ لیا ہے۔ حتیٰ کہ ذات و صفات بھی لوٹ لی ہے۔ میں اس کی مخمور آنکھوں سے آب حیات پینا چاہتا ہوں۔ تاکہ خضر بن جاؤں میں اس کے سانسوں کی گرمی چاہتا ہوں تاکہ مجھ میں حیات دوڑ جائے۔ بار بار دوست سے کہتا ہے مجھے لے چلو۔ مجھے لے چلو۔ یہ دیوانگی دیکھ کر دوستوں کو یقین ہو گیا بیگ سودائی ہو گیا ہے۔ ایک دوست نے آگے بڑھ کر کہا عزت بیگ یہ کیا حالت بنالی ہے؟ ہم نے واپس بلخ جانا ہے۔ اتنا امیر و کبیر ہو کے کمیوں سے پیار کر رہا ہے۔ سرخ رنگ کی چھوکری کے لئے خود کو پاگل بنا رہا ہے۔ چل تیار ہو واپس چلیں تم نے دلی دیکھنی تھی دیکھ لی۔ بیگ نے کہا اس محبوب سے روک رہے ہو۔ جس کے چہرے کو دیکھ کر بدر منیر شرماتا ہے۔ جس کی آنکھوں کو نرگس دیکھ لے تو خجالت سے پسینے میں ڈوب جائے۔ جس کا چہرہ عاشقوں کے لئے قبلہ ہے۔ دانت بجلیوں کی طرح بات کرتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کرنیں ہیں۔ باقی تم نے کہا وہ ذات کے کمی ہیں تو آئندہ یہ جملہ نہ بولنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الکاسب حبیب اللہ "ہاتھ سے روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے"۔ میرے نزدیک سب سے افضل جوتے بنانے والے ہیں۔

اور پھر برتن بنانے والے وہ برتن نہ بنائیں۔ تو تم کھاؤ گے کس میں ہاتھ میں پکڑ کے؟ سالن کس میں پکاؤ گے۔ اللہ کے بندو حضورؐ تو فرمائیں ہاتھ سے کام کر کے روزی کمانے والے اللہ کے دوست ہیں اور تم اللہ کے دوستوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو؟ اور فارغ بیٹھ کر کمانے والوں کو اونچے اونچے القابات سے یاد کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انا خلقنکم من ذکر وانثی "ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا" ہم سب آدمؑ کی اولاد ہیں۔ آدم نبی تھے گویا کہ ہم سب نبی کی اولاد ہیں۔ چودھری بھی نطفے سے پیدا ہوا۔ مزارع بھی نطفے سے پیدا ہوا۔ چودھری بھی قبر میں جائے گا اور کمی بھی قبر میں جائے گا۔ زمین دونوں کی دو گز دونوں کی ابتدا میں کوئی فرق ہے نہ انتہا میں کوئی فرق ہے۔ ابتدا و انتہا ہر انسان کی برابر ہے پھر تم لوگ

تھوڑی سی زندگی میں بندوں کو ذاتوں میں کیوں بانٹتے ہو؟ اگر خاندانی ہونا باعث فخر ہوتا تو ابو جہل، ابو لھب افضل ہوتے کیونکہ وہ مالدار تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ مگر یہ ذلیل ہوئے اور بلال حبشی جو تمھاری زبان میں غلام تھے۔ کمی تھے۔ عظیم ہوئے۔ صحابہ کرامؓ ان کو سیدنا کہہ کر پکارتے تھے۔ ہماری تاریخ کے اندر غلاموں کی حکومت رہی ہے۔ ہمارے مذہب کے اندر ذات پات نہیں ہوتی۔ اخلاق عالیہ کی بنا پر فضیلت عطا کی جاتی ہے۔ ہر انسان کے اندر دل ہے اور دل اللہ کا گھر ہے اور جہاں اللہ ہے وہ جگہ افضل ہے۔ کہ نہیں؟ ہم تو اسے قبلہ مان چکے ہیں۔ اب تن من ادھر ہی جھکے گا۔ دوست ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اللہ کا داسطہ ہے یہ چھوڑ دے۔ اس میں سراسر رسوائی ہے۔ دکھ ہے درد ہے۔ جدائی ہے کیوں خود کو جلاتا ہے عشق مجازی سے باز آجا۔ گجرات کی ہرنی کے پیچھے بلخ کا شیر گیدڑ کیوں بن رہا ہے؟ اس شاخ پہ آشیانہ نہ بنا بہت کمزور ہے۔ بیگ چیخ پڑا۔ خاموش چپ ہو جاؤ! مجھے تیری کوئی بات اچھی نہیں لگتی۔ میں ضرور اس چوٹی کو سر کروں گا۔ آگ کے شعلوں میں کودوں گا۔ کشتی بھنور میں لے جاؤں گا۔ طوفانوں کا مقابلہ کروں گا۔ دوست بولا بیگ ضد نہ کرو۔ یہ راہ کسی سے بھی طے نہیں ہوئی۔ مجنوں کو دیکھ لو وہ صحرا میں رہ گیا۔ اور فرہاد پہاڑوں میں رہ گیا۔ دوست تم تو گھر سے لعل خریدنے نکلے تھے۔ اور پتھروں سے ڈبیاں بھرنے لگے ہو۔ یہ محبت ایک جال ہے اور اس جال میں جان پھنستی ہے۔ جب جان پھنس جائے گی۔ تو روئے گا۔ چیخے گا۔ تیری چیخوں پر پردیس میں کون کان دھرے گا؟ عزت بیگ نے کہا تیری باتیں درست ہونگی۔ مگر میں کیا کروں۔ جب محبت آتی ہے سب سے پہلے عقل جاتی ہے۔ بستر سے اٹھا سولی پہ چڑھاتی ہے۔ اس زہر کے پیالے کو آدمی خوشی خوشی لبوں سے لگاتا ہے۔ تم نے نہیں دیکھا جب یہ محبت صوفیوں کو لگی۔ مسجد چھوڑ کر بت خانے چلے گئے۔ شیخ و زاہد کو محبت نے گھنگروں پہنا کر نچوایا۔ جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ لیکن تو نے جو یہ بات کہی کہ مجازی محبت سے باز۔ مجاز ہی تو حقیقت کے لئے پل بنتا ہے۔ نقل اصل کا پتہ دیتی ہے۔

دنیا کی ہر شے میں وہی ہے اسے اچھا لگا کہ وہ پہچانا جائے چنانچہ اس نے انسان پیدا کر دیا۔ خلق اللہ آدم علی صورتہ حضرت انسان کو اللہ نے اپنی صورت پہ پیدا کیا۔ مجاز میں اس کا نور چمک رہا ہے۔ بلبل میں وہی گل میں وہی۔ میزباں وہی مہماں بھی وہی۔ پنہاں بھی وہی عیاں بھی وہی۔ پھول بھی وہی باغباں بھی وہی۔ دوست سمجھ گیا کہ نصیحت کرنا گنبد پر اخروٹ رکھنے کے مترادف ہے۔ عزت بیگ کو اس کے حال پہ چھوڑ دیا۔ دشت محبت میں چلتے ہوئے آدمی تنہا نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ غم درد اشک ہوتے ہیں جونہی عزت بیگ محبت کی وادی میں چلا تو یہ فوراً آگئے اور ان کا پتہ دوسروں کو

بھی چل گیا۔ ایک بات ہے اشک، درد اور غم محبوب سے ڈرتے بہت ہیں جب وہ پہلو میں ہو تو یہ غائب ہو جاتے ہیں۔ وہ نہ ہو تو خوب اودھم مچاتے ہیں ان سے تنگ آ کر آدمی چیخنے لگ جاتا اور زور زور سے چیختا ہے۔ محبوب آ جا ورنہ یہ تینوں مجھے مار دیں گے۔ یہی حالت عزت بیگ کی ہو گئی۔ دوست سے کہنے لگا کوئی صورت نکالو۔ مجھے میرے محبوب کا دیدار ہو ورنہ میں مر جاؤں گا۔ دوست نے کہا یوں بے تابی نہ دکھاؤ ورنہ بدنام ہو جائیں گے۔ میں کوئی حیلہ سوچتا ہوں۔ کہ کام بھی ہو جائے اور نام کے ساتھ بد نہ لگے۔ ایک تدبیر بیگ کے ذہن میں آئی وہ برتنوں کا بیوپاری بن گیا اور ہر روز برتن خرید نے کے بہانے تلے کے گھر جاتا اور بہانے سے دیدار بھی کر لیتا۔

پاکستان کے اندر گاؤں میں دکانوں پر لڑکیاں بیٹھتی ہیں گجرات کی عدالت میں ایک کیس میں نے دیکھا جو لڑکی کے ماں باپ نے دائر کیا تھا۔ وہ ایک لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ ملاقات کس طرح ہوئی؟ باپ کے بعد کبھی کبھی لڑکی دکان پہ بیٹھتی تھی۔ لڑکا اسی وقت سگریٹ لینے آتا۔ سگریٹ لیتے لیتے وہ پوری ڈبی ہی لے گیا۔ بعض تو دکانوں پر عورتوں کو اس لئے بٹھاتے ہیں کہ بکری زیادہ ہو جیسے باہر کے ممالک میں سیل کا کام عورتوں کے ذمے ہوتا ہے۔ اور بعض سادگی کی بنا پر بٹھا جاتے ہیں۔ دونوں غلط ہیں۔ تلا سمجھتا تھا یہ بیوپاری ہے۔ مال لینے آتا ہے لیکن عزت بیگ تو بیمار تھا۔ دوائی لینے آتا تھا۔ وہ نشئی تھا۔ اپنی خوراک لینے آتا تھا۔ عزت بیگ وقفہ وقفہ کے بعد جاتا ڈھیروں برتن خرید تا اور انکو اکٹھا کرتا جاتا۔ ایک دن تو یار بھی تنگ آ گئے۔ یہ کیا کسب ہے؟ کیا کرو گے۔ اتنے برتنوں کو؟ جب تک محبوب آپ کے ہاتھ میں نہ آئے یعنی آپ نے چھوا نہ ہو چوما نہ ہو تو اس وقت تک جس جس شے کو اسکا ہاتھ لگا ہو وہ بہت عزیز ہوتی ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کہ ابتدا میں عاشق معشوق کے رومال بہت سنبھال کے رکھتا ہے مرشد کے لکھے ہوئے چند الفاظ کو قرآن سمجھتے ہیں اور جب شادی ہو جاتی ہے اب ہر چیز ختم نہ احترام نہ وہ کشش نہ وہ توجہ یہی حال عزت بیگ کا تھا۔ سوہنی سے منسوب ہر شے کا بڑا احترام کرتا اس کے پاس بہانہ بھی یہی تھا۔ جب مکان برتنوں سے بھر گیا تو دوستوں سے پوچھنے لگا اب کیا کروں؟ انہوں نے مشورہ دیا کہ کوئی دکان لے لو یہ سارے برتن ادھر منتقل کر دو۔ یہ بکتے جائیں گے نقصان بھی نہ ہو گا اور آمد رفت کا سلسلہ بھی جاری رہے گا۔ عزت بیگ نے اسی طرح کیا گجرات میں برتن کی دکان ڈال لی۔ سامان سجا دیا۔ اعلان کروا دیا۔ بازار سے بالکل رعایت بلکہ مکمل رعایت۔ لوگوں کو جب پتہ چلا ہر قسم کے برتن سستے بلکہ مفت بھی مل رہے ہیں۔ جسے ضرورت نہیں بھی تھی وہ بھی باپ کا مال سمجھ کر لینے لگا۔ کوئی پیسے دیتا کوئی نہ دیتا۔ آمدن نہ ہونے کے برابر اور خرچ

نکمل۔ ایسا ادارہ ایک دن دیوالیہ ہی ہوتا ہے۔ عزت بیگ دیوالیہ ہوگیا۔ تلے کا مقروض ہوگیا۔ فاقوں تک نوبت آگئی۔ دوستوں نے فاقوں سے تنگ آکر ایک شب صلاح کی عزت بیگ تو دیوانہ ہوگیا۔ ہم کب تک یہاں بھوکے رہیں گے۔ چلو واپس بلخ چلیں۔ سب نے کہا یہ ٹھیک ہے وہ تاریکی میں یار کو چھوڑ کر چلے گئے۔ صبح جب مرزا اٹھا تو کمرہ خالی سوچنے لگا باہر گئے ہونگے۔ سورج ہر گھر میں جھانکنے لگا۔

ابھی تک وہ واپس نہ آئے وہ فوراً سمجھ گیا میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ یا اللہ میں نے کیا غلطی کی ہے؟ ایک خاکی کو سجدہ ہی تو کیا ہے۔ یہ تو نوریوں کا کام ہے۔ فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا تھا۔ میں سب کچھ لٹا بیٹھا ہوں۔ کشتیاں جلا بیٹھا ہوں۔ میرے مالک کرم کر مجھے فضل کی ڈھال عطا کر دے۔

محبت نے آواز دی۔ نا بابا نا تم کچھ نہ کر سکو گے۔ جس کے ساتھ ہم لگ جائیں اسے حال و بے حال کر دیتے ہیں۔ ہم جسے پکڑتے ہیں اسے ختم کر دیتے ہیں۔ ہجر کی طویل راتیں اس کا مقدر بن جاتی ہیں۔ ہمارے لئے کوئی مذہب رکاوٹ نہیں ہے ہم مندر میں گرجا میں ہر جگہ موجود ہوتے ہیں کوہ طور پر ہمارا جلوہ تھا۔ ہمارے کئی رنگ ہیں ہم کسی کو جدائی دیتے ہیں کسی کو خدائی دیتے ہیں۔ ہمارے جال میں کشش ہے لوگ پھنسنے کی تمنا کرتے ہیں۔ ہمارا حکم ہر جگہ چلتا ہے۔ فرشتوں سے خاک کے پتلے کو سجدہ کروایا۔ ابراھیم علیہ السلام کو آگ میں ڈلوایا۔ ابراھیمؑ نے اسماعیلؑ کو ذبح کے لئے لٹایا۔ سلیمان سے بھٹہ پہ کام کروایا۔ یوسف کو سربازار بکوایا۔

کوہ طور کو جلایا۔ منصور کو سولی پہ چڑھایا۔ شمس کا چمڑا اتروایا۔ ہر قیدی کے آزاد ہونے کی کوئی نہ کوئی تاریخ ہوتی ہے۔ مگر ہمارا قیدی کبھی آزاد نہیں ہوتا۔ کچھ صبر آیا تو سوچنے لگا محبوب کو کس طرح دیکھوں گا۔ پہلے تو برتن خریدنے کے بہانے جاتا تھا۔ اب کس عذر سے جاؤں گا۔ تب دل کو قرار آئے۔ جب سامنے یار آئے۔ تہیہ کر لیا دیکھنا ضرور ہے۔ حقیقت میں وہ تلے کا مقروض ہو گیا تھا ہچکچا رہا تھا۔ کس منہ سے جاؤں اس نے قرضہ مانگ لیا تو کیا جواب دونگا۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر گیا۔ تلے کے آگے رونے لگ گیا۔ میں لٹ گیا۔ میرا مال چوری ہو گیا اور میرے ساتھی بھاگ گئے ہیں۔ میں تمہارا مقروض ہوں اپنا نوکر رکھ لو۔ جو کہو گے کرونگا۔ اس طرح قرضہ اتر جائے گا اور میری زندگی بھی چلتی رہے گی۔ تلے نے کہا نوکر بننا آسان نہیں ہے۔ مالک کو وہ نوکر پسند ہوتا ہے جو مٹی بن جائے تو شکل وصورت سے کوئی شہزادہ معلوم ہوتا ہے۔ نہیں میں آپکے ہر حکم کی تعمیل کرونگا۔ عزت بیگ کی منت سماجت کام آگئی۔ تلے نے کہا ٹھیک ہے تمھیں نوکر رکھ لیا تمھاری ڈیوٹی یہ ہے کہ تم دوکان میں

جھاڑو دیا کرد گے اور کوڑا کرکٹ باہر پھینکو گے۔ یہ جملہ اس کی نازک شاخ امید پر ابر بہار بن کر برسا۔ محب کو محبوب کے قدموں میں جگہ مل گئی اور کیا چاہیے۔ دوسرے دن عزت بیگ ڈیوٹی پہ آگیا ڈیوٹی، جھاڑو دینا۔ کوڑا کرکٹ باہر پھینکنا۔

(ہائے محبت یہ کیا کیا؟)

مگر عزت بیگ کو کوڑے کی نوکری پھولوں کی نوکری محسوس ہوتی تھی۔ اسے اس کام میں لذت محسوس ہوتی تھی۔ صرف اس لئے کہ روزانہ سوہنی کا دیدار ہو جاتا تھا۔ سوہنی اسے کام کرتے ہوئے دیکھتی اور حیران ہوتی یہ نوکر لگتا نہیں مگر کام نوکروں والے کرتا ہے۔ ایک دن اپنے باپ سے پوچھتی ہے ابو تو نے یہ نوکر کس حساب میں رکھا ہے؟ نوکروں کی طرح کام کرتا ہے۔ مگر یہ کام اسے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ میرے نزدیک یہ عرش کا گلاب ہے۔ جسے تو نے فرش پہ رکھ دیا۔ یہ کسی عمدہ درخت سے ٹوٹی ہوئی شاخ ہے۔ یہ کسی تازہ بیج کا پھول ہے۔ میں دیکھتی ہوں ہر وقت اداس رہتا ہے۔ باپ بولا بیٹی میں نے کبھی اس سے نام مقام ذات پات نہیں پوچھی۔ مجھ سے مال لیتا تھا۔ گھاٹا پڑ گیا قرض کا قرض اتارنے کے لئے نوکر ہو گیا۔ میں بھی کمزور ہو گیا ہوں رکھ لیا ہاتھ بٹایا کرے گا۔ ایک دن تلے نے پوچھ ہی لیا تمھارا نام کیا ہے؟ رہتے کہاں تھے مقام کیا ہے؟ آپ نام پوچھ کر کیا کریں گے؟ پھول کو کسی نام سے پکار لیں پھول میں فرق نہیں آتا۔ تلے نے کہا بیٹے پھول کا نام بدل کر آواز لگائیں تو بازار میں ریٹ کم ہو جاتا ہے۔ عزت بیگ نے کہا آپ نہ ہی اصرار کریں تو بہتر ہے۔ میری روئداد پتھر سنیں گے تو ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ جو ظلم مجھ پہ ہوئے وہ دن پہ ہوتے تو رات بن جاتا۔ تلے نے بھی زیادہ زور نہ دیا۔ کہا ٹھیک ہے تم نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتاؤ۔ مگر تم عادات و اطوار سے شہزادے لگتے ہو۔ آج سے تم جھاڑو نہیں دو گے۔ تم ہماری بھینسیں چرایا کرو گے۔ صبح لے جایا کرو اور شام کو لے آیا کرو۔

اب نام بدل گیا اسکا نام ہو گیا۔ مہینوال (بھینسوں والا)

صبح صبح بھینسیں۔ لے جاتا بیلے میں بیٹھا رہتا بھینسیں چرتی رہتیں شام کو لے آتا کچھ روز بعد تو جب وہ شام کو واپس آئے تو سوہنی اسے سامنے ملے اور ساتھ مل کر بھینسیں بند ہوائے اور ایک آدھ بار نظر پھیر کے دیکھ بھی لے اور کھانا خود پیش کرے۔ کھانا کھا کر وہ اپنے کمرے میں چلا جاتا اور سوہنی ہی کے خیالوں میں کھویا رہتا۔ اس طرح سے کافی مہینے گزر گئے۔ آدمی کی فطرت ہے وہ پہلے عورت کو دیکھتا ہے کافی دفعہ دیکھے تو آگے بڑھنے کی سوچتا ہے یعنی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس سے بات ہو۔ اب دیکھنے میں مزا

نہیں آتا جو بات کرنے میں آتا ہے۔ جب کافی دن باتیں کرتے گزر جائیں پھر وہ ہاتھ لگانا چاہتا ہے کہ میں اپنے محبوب کو چھوؤں۔ اسے چھونے میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ دو تین بار چھولے تو پھر چومنے کی تمنا جنم لیتی ہے اور یوں۔۔۔۔۔۔

یہی فطرت ادھر بھی کام کر رہی ہے اب مہینوال چاہتا ہے کہ میری کسی طرح بات ہو۔ بات کرنا چاہتا ہے مگر ہمت نہیں۔ چنگاری سوہنی کے دل میں بھی پیدا ہو گئی تھی اور اسے مہینوال کی نظریں ہوا دیتی رہتی تھیں۔

ایک دن یوں ہوا دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر جب کھانا کھا کر کمرے میں مہینوال جا چکا تو یہ برتن سمیٹ کر کام کاج سے فارغ ہو کر اس کے کمرے میں چلی گئی اور پتھر کی مورتی بن کر کھڑی ہو گئی۔ ٹکٹکی باندھ کر اسے دیکھے جا رہی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ہر شے رک گئی جب آنکھوں کی پیاس بجھ گئی تو کانوں نے تقاضہ کیا ہماری پیاس بھی بجھائی جائے۔ تمام طاقت جمع کر کے مہینوال نے گفتگو شروع کی۔ لفظ کانپ رہے تھے۔ آپ؟ ادھر کیسے آئے؟ نوکروں کے کمرے میں؟ تم سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ کچھ حوصلہ ہوا اندر سے آواز آئی موقع ہے آج سب کچھ بتا دے محبت کا کچھ بوجھ اسے بھی اٹھا دے تیرا وزن ہلکا ہو جائے گا۔

مہینوال

میں ذات کا مغل ہوں بلخ کے سب سے بڑے تاجر کا بیٹا ہوں گھر سے سیر کرنے نکلا تھا۔ گجرات میں آ کر آپ کا دیدار ہو گیا میں اپنا سب کچھ بھول گیا ہوں۔ عزت بیگ نام تھا اب مہینوال ہو گیا ہے۔ برتنوں کے بہانے صرف آپ کی جھلک دیکھنے آتا تھا۔ آپ کی محبت میں گھر بار لٹا دیا اور خود غلام بن گیا مگر آپ ہیں کہ محبت کا جواب کبھی دیا ہی نہیں۔

سوہنی

تیری قسم ہے مجھے معلوم ہی نہ تھا کہ تمھارا یہ حال میری وجہ سے ہوا ہے۔ تو افلاک سے خاک پہ آ گیا افسوس میں تجھ سے کوزا بیچتی رہی۔ تو نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ مجھے معاف کر دو۔ میری خطا معاف کر دو۔ میں آج سے اشکوں سے وضو کرتی ہوں تیری طرف رخ کر کے محبت کی نماز شروع کرتی ہوں۔ جب تک میں زندہ ہوں تیری غلام رہونگی۔ میرا جی چاہتا ہے زبان کاٹ لوں جس سے تجھے حکم دیتی رہی۔ آنکھیں نکال دوں جو تجھے جھاڑو دیتے ہوئے دیکھتی رہیں۔

مہینوال

سوہنی باتیں کرنا آسان ہیں نبھانا مشکل ہے۔ سودا بیچنا اور ہے اور عشق کی دکان پر بیٹھنا اور ہے۔ سرہانے پہ سر رکھنا اور ہے نیزے پہ سر رکھنا اور ہے۔

سوہنی

میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں آج سے تیری باندی۔ میرے قول کی زنجیر کبھی نہ ٹوٹے گی۔ میں تیری ہوں تیری رہونگی۔ میرا انگ انگ تیرے نام

سوہنی دیوانہ وار مہنیوال کی طرف بڑھی اور سینے سے لگ گئی۔ عورت پہلی دفعہ مرد کے اتنے قریب ہو تو رو پڑتی ہے۔ سوہنی رو پڑی۔ مہنیوال نے وہ نکلتے ہوئے موتی اپنی ہتھیلی پہ رکھ لئے۔ سوہنی یہ موتی ہیں انکو زمین پہ نہ گرنے دینا۔ تجھے روتا دیکھ کر میں برداشت نہیں کر سکتا۔ سوہنی بولی تیرے سانسوں نے میرے عشق کی چنگاری کو شعلہ بنا دیا آؤ ادھر نکل چلیں جہاں زمین و آسمان آپس میں ملتے ہیں۔ پیار و محبت کی باتیں مہنیوال سن رہا تھا اور ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی محبت کے نشے میں مست مہنیوال نے آگے بڑھ کر سوہنی کے ہونٹوں پہ پیار کی مہر ثبت کر دی۔ شیلے (SHELLY) کہتا ہے۔

Soul Meets on Lover's Lips

"روح پریمیوں کے ہونٹوں پہ ملتی ہے"

مہنیوال نے کہا سوہنی یہ پیار کی مہر ہے اب ان ہونٹوں پہ کسی اور کا نام نہ آئے اور اندر کے راز باہر نہ آئیں۔ ایک دم سوہنی ہٹ گئی اور بھاگ گئی۔ اس رات دونوں میں کسی کو بھی نیند نہ آئی۔ مسلسل ملاپ ہو تو بجھے آتش دل ایک دو ملاپ تو اور آگ لگا دیتے ہیں۔ آج کی تھوڑی سی ملاقات نے میٹھی میٹھی آگ لگا دی۔ حسب معمول وہ صبح کے وقت بھینسیں چرانے گیا۔ مگر آج ہر چیز بدلی بدلی لگ رہی تھی۔ آج سورج کچھ زیادہ چمکدار لگ رہا تھا۔ ہوائیں کچھ نشہ نشہ سا تھا۔ پاؤں رکھتا کہیں پڑتا کہیں۔ اسکا دل چاہتا کہ ابھی واپس چلا جاؤں مگر شام سے پہلے واپس جا نہیں سکتا تھا۔ سورج کی منتیں کر رہا ہے۔ سورج خدا کے واسطے غروب ہو جا اگر یہ بیتاب ہے تو سکون ادھر بھی نہیں۔ اس کی نظر آج دروازے پہ ہی ہے بار بار دروازے کی طرف دیکھتی ہے۔ دونوں کو انتظار ہے کہ جلدی جلدی رات ہو اور ملاقات ہو۔

پیار کرنے والوں کو رات بہت اچھی لگتی ہے۔ کیونکہ رات میں وہ محبوب سے ملتے ہیں اور اگر بوسہ بھی مل جائے تو اک نشہ سا چھا جاتا ہے۔ اور نشہ میں آدمی مدہوش ہو جاتا ہے اور پھر اسے سدھ بدھ

نہیں رہتی۔ ویسے بھی محبوب جب سینے کی کمان تان کر آرہا ہو تو عاشق دل تھام کر بیٹھ جاتا ہے۔ رات ہو محبوب حسین ہو خلوت بھی ہو تو پھر بہار کے پکے ہوئے پھلوں کو توڑنے اور کھانے کی خواہش شدید تر ہو جاتی ہے۔ جدید نظریہ یہ ہے کہ جوانی وہی ہے جو پریمی کے کام آئے پریم کماری کے ہونٹ گال اور جوبن سب پریمی کا ہے کیونکہ وہ پریمی ہے۔

مہنیوال شام کو واپس آیا۔ سوہنی فوراً اٹھی بھینسوں کو بندھوایا اور کنکھیوں سے دیکھ بھی رہی ہے۔ اب طریقہ کار یہ ہو گیا کہ جب سب سو جاتے تو یہ محبت کے دیوتا کی پوجا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ چکور چاند کو دیکھتا رہتا۔ مگر پیاس کب بجھتی ہے؟ بلبل پھول کو سارا دن دیکھتی ہے پھر بھی آہ و زاری کرتی ہے۔

راز افشاء کرنا

عورتیں تو عورتیں ہیں مردوں کے اندر بھی یہ عادت دیکھی ہے کہ وہ اپنا راز کسی نہ کسی کو بتانا چاہتے ہیں نہ معلوم لوگ راز کو دفن کیوں نہیں کرتے۔ شمع بنا کر کیوں رکھتے ہیں۔ حالانکہ دفن کرنے میں فائدہ ہے۔

کسی کو راز مت دینا اگر رہنا ہے دنیا میں
یہ دنیا اک نقارہ ہے تجھے بدنام کر دے گی

عورت کے اندر یہ خرابی زیادہ ہے وہ چند منٹ قریب بیٹھنے والی عورت کو ہمراز بنا لے گی اور تمام رازوں کو دل کی قبر سے نکال کر اسے اٹھوا دے گی۔ سوہنی سے یہی تصور ہوا اس نے اپنے پیار کا اظہار سہیلیوں سے کر دیا۔ آپ جب بہت سوں کو ہمراز بنانے کی کوشش کریں گے۔ تو بجائے اس کے وہ راز کی حفاظت کریں وہ مذاق اڑائیں گے۔ کیونکہ یہ نفسیاتی مسئلہ ہے ایک کی مشکل دوسرے کے لئے اتنی ہی شدت نہیں رکھتی۔ اس لئے وہ اتنا اہتمام نہیں کرتا۔ دوسروں کو جب آپ کی مشکل کا پتہ چلتا ہے تو صرف علم میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ وہ اسے محسوس بھی اسی طرح کریں گے۔ یہ ناممکن ہے۔

سہیلیاں عقل، سوچ تدبیر اور مثالوں کی فوج لے کر آگئیں کہ عشق کو مٹایا جائے۔ عاشق کو سمجھانا اسی طرح ہے جیسے بت خانے میں قرات پڑھنا۔ شرابی کو وعظ سنانا۔ مردے کے پاس ڈاکٹر کا نسخہ لے جانا۔ جو دیکھ چکا ہے اسے غیب بتلانا۔ آپ بتائیں کوئی فائدہ ہو گا؟ نا نا بلکہ نقصان ہو گا۔ لڑائی ہو گی۔ اس طرح عاشق کو وعظ و نصیحت کرنا جلتی پہ تیل نہیں پٹرول چھڑکنے کے مترادف ہے۔ تیل اور پٹرول پھینکنے میں فرق ہے۔ جلتی پہ تیل پھینکنے سے صرف جلتی ہوئی شے اور جلے گی پٹرول پھینکو گے

تو خود کو بھی آگ لگنے کا خطرہ ہے۔

بہر حال سہیلیاں عقل کو کمانڈران چیف بنا کر تدبیر، فکر، سوچ، مثالوں اور طعنوں کی فوج لے کر سوہنی کے پاس آگئیں۔

سوہنی تم نے ایک نوکر سے دل لگا لیا ہے۔ یہ اچھی بات نہیں۔ اس سے خاندان کی رسوائی ہو گی۔ تیری ہنسائی ہو گی۔ طعنوں کی چڑھائی ہو گی۔ خاندان کی تباہی ہو گی۔ انگلیاں اٹھیں گی لڑائی ہو گی۔ کنواریاں یوں نہیں کرتیں۔ یہ اچھی لڑکیوں کے چلن نہیں۔ ماں باپ ناراض ہونگے۔ اللہ بھی ناراض ہو گا۔ کیونکہ اللہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

واغضض من صوتک "اپنی آواز نیچی رکھو"

یغضضن من ابصارھن "نظریں نیچی رکھو"

دھماکہ ہوتا ہی اسی وقت ہے جب آواز اور نظر بلند ہو۔ جب عورت کی آواز اور نظر اٹھتی ہے پھر اگلے کا دل بیٹھ جاتا ہے۔ وہ خود بیٹھ جاتا ہے۔ عورت کی چوکھٹ پر تو بتا ھیر کو کیا ملا؟ صاحباں کے ساتھ کیا ہوا؟ سسی نے کیا کمایا؟ اب تو بھی ان کے پیچھے جا رہی ہے؟ بندہ ان کے پیچھے چلتا ہوا اچھا لگتا ہے جو خود منزل پہ پہنچے ہوں۔ جن کو منزل کا پتہ ہو۔[۱۲] طعنوں کا سینک بڑا سخت ہوتا ہے۔ طعنہ آگ بجھاتا نہیں اور بھڑکاتا ہے۔ اس لئے سہیلیوں کے طعنوں کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔

جب تمام بول چکیں تو سوہنی بولی پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے آپ سے پوچھا ہی نہیں کہ عشق کروں یا نہ کروں؟ جب تک کوئی پوچھے نا جواب دینا احمق پن ہوتا ہے۔ تم یہ مجھے نصیحت نہیں کر رہی ہو بلکہ چسکے لے رہی ہو۔ حقیقت میں تم نے شمع کو دیکھا ہی نہیں ورنہ تم بھی پروانوں کی طرح جل جاتیں۔ اگر میں اللہ کے حکم کی نافرمانی کر رہی ہوں تو تم بھی تو حکم عدولی کر رہی ہو۔ اللہ نے فرمایا ہے۔

ولا تجسسوا "تم بھید نہ پھولو" اور پھر کہا

ولا تلمزوا "طعنے نہ مارو"

کیا تم یہ دونوں کام نہیں کر رہیں؟ ٹھیک ہے عشق کا راستہ کٹھن ہے مگر میں **لا تقنطوا** (نا امید نہ ہو) پڑھتی ہوئی منزل تک پہنچ جاؤنگی۔ میں نے مہینوال سے وعدہ کیا ہے اور وعدے کے متعلق رب فرماتا ہے۔

واوفوا با العھد ان العھد کان مسئولا (وعدہ پورا کرو وعدے کے متعلق پوچھا جائے گا۔)

مجھے کوئی ڈر نہیں کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ چھپاؤں بھی تو نہیں چھپا سکتی۔

مر... بوجھ اٹھایا ہو تو سب کو پتہ چل جاتا ہے۔ عشق کی گٹھڑی اٹھائی ہو تو سب کو نظر آتی ہے۔ آنکھ لگ جائے تو لگی ہوئی چیز کا تو سب کو پتہ چل جاتا ہے۔ تم نے میرے محبوب کو نوکر کہا۔ ذات پات کا عشق کی دنیا میں کوئی دخل نہیں ہے۔ عشق کے دیوتا نے آرڈر جاری کر دیا ہے۔ کہ کوئی سلطنت محبت میں ذات پات کا نام لے۔ ورنہ دوزخ یعنی نفرت میں بھیج دونگا۔

سہیلیاں اپنا سامنہ لے کر رہ گئیں۔ بات نکلتی گئی اور ہوا کے دوش پر سوار ہو کے گجرات کے چار سو پھیل گئی۔ ہر ایک انگلیاں اٹھانے لگا۔ یہ انگلی اٹھانے والے اتنا نہیں جانتے جب تم کسی پہ ایک انگلی اٹھاتے ہو تو تین خود بخود تمہاری طرف اٹھ چکی ہوتی ہیں۔ جب چاروں طرف باتیں ہو رہی ہوں تو پھر آدمی شور سے بچنے کے لئے تنہائی کی طرف جاتا ہے۔ سوہنی بھی گھر میں بند ہو کے رہ گئی۔ باہر نکلنا دشوار ہو گیا۔ غم اور تنہائی اگر ایک ساتھ ہو جائیں تو عذاب بن جاتے ہیں۔ غم اور تنہائی کو کبھی اکٹھا نہ ہونے دو۔ تنہائی ہو تو ساتھ خوشی رکھا کرو۔ غم ہو تو ساتھ کوئی دوست رکھا کرو۔ تاکہ توجہ ہٹ جائے۔ غم بھی اسی زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور خوشی بھی اسی زمین سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی دوست مل جائے تو غم آدھے رہ جاتے ہیں اور خوشی مکمل ہو جاتی ہے۔ سوہنی کو غم کے اندھیروں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو خوشی سمیرہ کی شکل میں آئی۔ یہ اس کی بڑی گہری سہیلی تھی۔ عقل لاجواب۔ چہرہ گلاب بات کرنے کا فن جانتی تھی۔ ایسی ایسی بات کر جاتی لوگ سن کر دنگ رہ جاتے۔ یہ سوہنی کی جان تھی۔ اس کی آمد پر سوہنی کی جان میں جان آئی۔ کچھ دیر کے لئے غم ہٹ گئے۔ سوہنی نے جی بھر کے مہمان نوازی کی اور رات اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ رات کو موقع میسر آتے ہی سمیرہ نے پوچھا یہ راشدہ، ساجدہ، ثمرا، قمرا، راحیلہ اور طاہرہ نے کیا ڈھنڈورا مچا رکھا ہے؟ بلکہ تقریباً سارے شہر میں تیری داستان ہے۔ یہ تو نے رازوں کی گٹھڑی کو کب کھولا؟ اور کیوں کھولا؟ ایک کہہ رہی ہے کہ سوہنی نے عزت کا راستہ بھلا دیا۔ دوسری بولی وہ جوبن کا سارا رس ایک نوکر کو دے رہی ہے۔ یہ عطر کی شیشی کیچڑ پہ گر رہی ہے۔

سوہنی بولی مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں میں مر جاؤں گی۔ مگر پریت نہ ہوگی۔ سمیرہ نے تسلی دی فکر نہ کرو تم ٹھیک ہو۔ ثابت قدم رہنا۔ بھلانے والے بہت ہوتے ہیں۔ کسی کی طرف توجہ نہ دینا۔ محبوب کی تصویر دل میں رکھ کے آنکھیں اور کان بند کر لینا۔ نہ کسی کو دیکھنا اور نہ کسی کی سننا۔ العشق نار عشق آگ ہے تو تو پروانہ بن جا۔ اگر تو ابراہیمؑ والا یقین لے کر چلی تو آگ تجھ پر گلزار بن جائے گی۔ العشق بحر عشق سمندر ہے۔ تو موسیٰ والا یقین لے کر جاتا پار اتر جائے گی۔ ڈولنا نہیں کیونکہ عشق کی گٹھڑی بھاری ہے اور سر پہ بوجھ اٹھایا ہے تو ادھر ادھر ہلنے سے بوجھ کے گرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ تو

دریا میں کود جا۔ اس دریا کو پار کرنے کا طریقہ بتادوں۔ سچائی کی بیڑی لے لو۔ شوق کا چپو چل پڑ انشاء
اللہ پہنچ جائے گی۔

سوہنی تو سمیرہ کی باتیں سن کر حیران رہ گئی۔ کہنے لگی اللہ نے تم کو کتنا دماغ دیا ہے۔ کیسی عمدہ
گفتگو کرتی ہو۔ !!! تمھارا بھلا ہو تو تو میرے لئے شفا بن کر آئی ہے۔ تیری یہ چند پند میرا گلو بند۔ میں
تو دیکھ لینا جان چلی جائے گی۔ وفا کے نام پہ دھبہ نہ آنے دونگی۔ اور ہماری دوستی کی رہتی دنیا تک
دھوم رہے گی۔

ماں کو خبر

ماں باپ تک بچے کی حرکتوں کا علم دیر بعد پہنچتا ہے۔ والدین میں سے ماں کو پہلے علم ہوتا ہے۔
سوہنی کی ماں کے کانوں میں کسی نے یہ بات پہنچادی کہ سوہنی نوکر سے پیار کرتی ہے۔ فوراً بلایا۔ اور کہا
بد ذات تو نے یہ کیا کیا؟ ہمیں کہیں کا نہ چھوڑا۔ ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ ہر گھر میں
تمھاری باتیں ہو رہی ہیں۔ تو ڈوب کے مر جا تو بہتر ہے۔ ماں باپ کی عزت کو خاک میں ملایا۔ میں بھی
کہوں جب وہ بھینسیں لے کر آتا ہے تو آگے بڑھ بڑھ کے بھینسوں کو بند ھواتی کیوں ہے؟ اس سے
ہنس ہنس کے باتیں کیوں کرتی ہے؟ اب معلوم ہوا۔ ظالمے کنواریاں لڑکیاں یوں نین ملاتی ہیں؟ ان کی
آنکھیں تو شرم کے بوجھ سے جھکی رہتی ہیں۔ مگر تو تو اسے روزانہ نظروں سے بھر بھر کے جام پلاتی تھی۔
اس کے ساتھ تنہائیوں میں ملتی تھی اور کئی سالوں سے یہ کام جاری ہے۔ سوہنی رو پڑی آنسو
دیکھتے ہی ماں کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ میری بچی یہ کام چھوڑ دے اس کے پیچھے پیلے نہ جایا کر۔ اسے تنہائیوں
میں نہ ملا کر۔ ماں باپ کی عزت کا خیال کر وہ ہمارا نوکر ہے۔ میری باتوں کا غصہ نہ کرنا میں یہ سب تیرے
فائدے کے لئے کہہ رہی ہوں۔

سوہنی ماں سے کہنے لگی ماں تو بے چنت رہ یہ لوگ جلتے ہیں ایسے ہی بڑھا چڑھا کر بیان کرتے
ہیں۔ میں نے ایسا کوئی فعل نہیں کیا جس سے تمھاری عزت کی چادر میلی ہو۔ اچھا تو تو رابعہ بصری ہے؟
نوکر کے ساتھ ملتی ہے کیا اس کے پاس جاکر قرآن پڑھتی ہے؟ ایک غیر محرم سے تنہائی میں ملنا نیک کام
ہے؟ ماں اونچی اونچی آواز سے بولنے لگی۔ سوہنی نے کہا ماں آہستہ بول اگر گھر میں کسی قصور کو بڑھایا
جائے تو لوگ اور زیادہ بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ ماں لوگوں کی باتوں پہ نہ جا۔ ماں نے کہا لوگ اگر
جھوٹ بولتے ہیں تو کس تعلق کی بنا پر اس کا اتنا خیال رکھتی ہے؟ سوہنی بولی ماں یہ بتا جو ۲۴ گھنٹے گھر
میں رہتا ہے میں اس سے منہ کس طرح چھپا سکتی ہوں؟ ہمارے سارے کام کرتا ہے کیا اس سے تھوڑا

تا مسکرا کر نہیں بول سکتے؟ سارا دن بیچارا دھوپ میں ہماری بھینسیں چراتا ہے۔ اگر شام کے وقت پانی پلا دوں تو جرم ہے؟ سارا دن ہماری بھینسیں چراتا ہے۔ وہاں بھوکا ہوتا ہے اگر میں روٹی لے کر جاتی ہوں تو کونسا جرم کرتی ہوں؟

ماں بولی اتنی تیز نہ بن۔ اصل بات کر۔ تو کیا سمجھتی ہے؟ ہمیں معلوم نہیں۔

مشک ڈبی کے اندر بند ہو خوشبو ظاہر ہو جاتی ہے۔

باغ میں آئی ہوئی بہار چھپتی نہیں۔

بھڑکی آگ اٹھتا دھواں کون چھپا سکتا ہے؟

بہتی ہوئی ندیاں چھپ سکتی ہیں؟

حسینوں کا حسن لاکھ پردے ڈالو پھر بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔

بادل نہیں چھپتے۔

زلزلے نہیں چھپتے۔

ولی نہیں چھپتا

صبر بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔

ظلم بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔

زر، زور اور حسن زن بھی نہیں چھپتے ضرور ظاہر ہو کر رہتے ہیں۔

ظالمے عشق بھی نہیں چھپتا باقی کو تو ظاہر ہونے میں کچھ سمے لگتا ہے۔ مگر جب کسی سے آنکھ لگ جائے تو تمام اعضا اسی کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور تبدیلی تو سب کو متوجہ کرتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تو اس نوکر سے پیار کرتی ہے۔ بول پیار نہیں کرتی؟ اب چپ کیوں ہو گئی ہے؟ تجھے اس دن کے لئے پال پوس کے بڑا کیا تھا؟ تو پیدا ہوتے ہی کیوں نہ مر گئی؟ ہم نے تیرے سارے ناز اٹھائے اور تو ہماری عزت کا بھار نہ اٹھا سکی۔ ماں باپ کیا کچھ نہیں کرتے اولاد کے لئے اور اولاد

جوان ہوتے ہی اپنا ساتھی ڈھونڈنا شروع کر دیتی ہے۔۔۔۔۔۔مل جائے تو جس گاڑی پر بیٹھ کر بچپن سے جوانی تک کا سفر کیا تھا اس کا کرایہ تک نہیں دیتی بلکہ "اس کا" سب کچھ لے کر اسے دے دیتی ہے جس کے ساتھ صرف جوانی راتیں گزارنی ہیں۔ ہم تم کو سیدھی سادھی سمجھتے تھے تو تو بڑی بوحالا کم نکلی۔

سوہنی بولی ہاں ماں میں اس سے پیار کرتی ہوں۔ وہ نوکر نہیں۔ میرا مالک ہے۔ میں اس کی پجارن ہوں وہ میرا دیوتا ہے۔ میں سر ہوں وہ تاج ہے۔ میں جسم ہوں وہ جان ہے۔ میں پیاسی زمین ہوں وہ آسمان ہے۔ میں انگوٹھی ہوں وہ نگینہ ہے۔ میں چکور ہوں وہ چاند ہے۔ میں بلبل ہوں وہ گل ہے۔

ماں! جب شمع نظر آجائے پھر تم پروانوں کو لاکھ دلیلیں، مثالیں دو وہ نہیں سمجھتے۔ لاکھ رد کو وہ نہیں رکتے۔ دیوانوں پہ دلیلوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اندھے کو شمع کا کیا پتہ؟ زاغ کو باغ کی کیا قدر۔

ماں آج کے بعد اسے چاک (نوکر) نہ کہنا۔ میرا سینہ چاک ہو جاتا ہے۔ ماں نے حیرانی سے کہا یہ تو کیا بکے جا رہی ہے؟ ماں کو جواب دیتی ہے!!!

ٹھیک ہے۔ میں نے بھی قسم اٹھالی ہے اس چاک بے باک کو ضرور نکالوں گی۔ اب یہ ہمارے گھر میں نہیں رہ سکتا اب تمہاری شادی کر دوں گی۔ تیرے ہاتھ پیلے کر دوں گی۔ یہ سن کر سوہنی لال پیلی ہو گئی۔ ماں غصے میں بولتی چلی جا رہی ہے آج آلینے دو تیرے باپ کو میں اس کو بتاتی ہوں اور اسے دھکے دے کر نکلواؤں گی۔

سوہنی ماں کے قدموں میں گر گئی۔ نہیں، نہیں، ماں یہ ظلم نہ کرنا۔ مجھے سزا دے لو۔ مجھے مار ڈالو۔ میرے مہینوال کو کچھ نہ کہنا۔ میں اس کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتی۔ وہ میری جان ہے اگر تم اسے نکال دو گے تو بتاؤ میں کیسے جیئوں گی۔

میں شادی پر لعنت بھیجتی ہوں۔ مجھے شادی نہیں کرنی۔ ہمیں شادی کا شوق نہیں ہے۔ شادی لامفاد ہے۔ مطلب ہے۔ اور سچے پریمی مطلب نہیں رکھتے۔ وہ پریم بھی کیا پریم ہے۔ جس میں جسم سے پیار ہو۔

اگر محبت نام ہے شادی کرنے کا تو رانجھا پہلے ہی سے ہیر کو بھگا کر لے جاتا۔ ۱۲ سال ہیر ملتی رہی کوئی رکاوٹ تھی؟ مجنوں اپنی لیلیٰ سے چوپا چانی کر لیتا۔ جنگلوں میں کیوں ذلیل ہوتا رہا۔ پنوں کو مرنے کا شوق تھا؟ سسی سے لاکھی باغ ہی میں "ملاپ" کر لیتا نہیں ماں۔ محبت روحوں کے ملن کا نام ہے۔ ماں غصے سے "ہوں" کر کے بڑبڑاتی ہوئی دور چلی گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد سوہنی کا باپ آگیا۔ آتے ہیں سوہنی کی ماں شروع ہو گئی۔ "کچھ سنا تم نے؟" ہماری بیٹی نے کیا گل کھلائے؟ باپ حیرانی سے بولا "کہو کیا بات ہے؟" اتنی جوش میں کیوں ہو؟ وہ جو تم نے نوکر رکھا ہے۔ ہاں کیا ہوا اسے؟ اسے کچھ نہیں ہوا۔ ہمارا کچھ نہیں رہا۔ وہ ہماری بیٹی سے پیار کرتا ہے۔ ہماری بیٹی بھی برابر کی شریک ہے۔ میں نے بڑا سمجھایا مگر وہ سمجھتی ہی نہیں۔ یہ سنتا تھا کہ غم

نے پیار کو دبا دیا۔ یہ سب تیرا قصور ہے۔ مائیں خود اپنی بیٹیوں کو خراب کرتی ہیں۔ سہیلی بن جاتی ہیں وہ بیٹیاں ضرور خراب ہوتی ہیں جن کی مائیں، مائیں نہ رہیں، صرف سہیلیاں بن جائیں۔ ماؤں کو چاہیے خواہ وہ خود بھی چاہتی ہوں پھر بھی اس لڑکے سے لڑکی کو سرعام ملاقات کا موقع فراہم نہ کریں۔ اس پر خصوصی نظر رکھیں۔ اور رات اکیلے تو بیٹی کو رہنے ہی نہ دے اور اگر رہنا پڑے تو خود ساتھ رہے۔ بلکہ ساتھ سلائے۔ سوہنی کا باپ بولا اب کیا کروں اب پانی سر سے کیا چھت سے بھی گزر گیا ہے۔

سوہنی کی ماں کہنے لگی مجھے دوشی ٹھہرا رہے ہو۔ کیا میں نے کہا ہے کہ تم نوکر سے پیار کرو؟ میرے لاڈ نے خراب نہیں کیا بلکہ عشق ہے جو اسے خراب کر رہا ہے۔ کیا ہیر کو اس کی ماں نے کہا تھا اس طرح کر؟

لیلیٰ ماں کے ساتھ پھرتی خراب ہوئی؟

سسی کونسی در در پھرتی تھی......؟

تلا بولا اچھا چپ کر۔ دلائل نہ دے یہ سوچ آگے کیا کرنا ہے؟ غلطی ہماری ہی ہے جو ہم نے جوان خوبصورت نوکر گھر رکھ لیا۔ نوکروں کو ایک حد تک رکھنا چاہیے کبھی ان سے گھریلو مشورے نہ لو ورنہ وہ بھیدی ہو جائیں گے ان کو گھر کے دروازے تک رکھو۔ سوہنی کی ماں کہنے لگی اب یہی راستہ ہے کہ تم جلدی جلدی اس کو چلتا کرو۔

عصر کے بعد مہنیوال بھینسوں کے ساتھ آیا۔ "تلا" غصے سے بھرا پڑا اس کا انتظار کر رہا تھا جونہی اس پہ نظر پڑی، اس کا نظر آنا جلتی پہ پٹرول کا کام کر گیا۔ دفع ہو جاؤ میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ میں تم کو ایک منٹ یہاں نہیں دیکھنا چاہتا۔ مہنیوال کی سمجھ میں نہ آیا اس کی وجہ کیا ہے۔ کیا ہوا۔ پوچھ ہی بیٹھا۔ مالک کیا ہوا؟ اچھا!!!! پوچھتا ہے کیا ہوا؟

ہماری بلی ہمیں کو میاؤں۔ لوگ غربت میں پریشان رہتے ہیں تو نے نرمستیاں شروع کر دیں۔ جا چلا جا تو یہاں رہنے کے قابل نہیں۔ پھر شکل نہ دکھانا۔

او ظالم!

تم کو انگور سمجھا تو منہ میں جاتے ہی پیاز بن گیا۔

تجھے شہد سمجھا تھا چکھا تو زہر نکلا۔

تجھے کوئل سمجھا تھا آواز سنی تو کوا نکلا۔

تجھے گلاب کا پھول سمجھا آنکھوں سے لگایا تو کانٹا بن کر چبھا۔

تجھے کبوتر سمجھ کر پالا تھا تو شکرا نکلا۔
تجھے لعل سمجھا تھا جب چیک کیا تو عام پتھر نکلا۔

جا دفع ہو جا۔ تیرا اب توبہ کا دروازہ بھی بند ہو گیا ہے۔ مھنیوال کے ہوش و حواس پر یہ باتیں بم بن کر گریں۔ چین سکون کو تباہ کر کے رکھ دیا روتے ہوئے عرض کرنے لگا۔ اللہ کے واسطے یوں نہ کہو۔ میں نے کوئی برا فعل نہیں کیا مجھے اتنی بڑی سزا نہ دو۔ میرا آپ لوگوں کے سوا یہاں کوئی نہیں ہے۔ میں کدھر جاؤں گا۔ کہاں منہ چھپاؤں گا۔ رحم کرو، رحم کرو۔

حقیقت یہ ہے کہ مال پر ہاتھ ڈالنے والوں کو تو معافی ملتی ہوئی دیکھی ہے لیکن جنہوں نے عزتوں پہ ہاتھ ڈالا۔ ان کو نہ مذہب نے کبھی معاف کیا نہ سماج نے۔ اکثر پریمیوں کو دیکھا ہے وہ جہاں پیار کرتے ہیں وہاں "خدمت" بہت کرتے ہیں۔ خدمت کی کئی اشکال ہیں۔ تحفے تحائف دیں گے۔ ان کے کام کاج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔ اگر کاروبار ہے تو مالی امداد کریں گے۔ اور یہ "خدمت" وہ جاری رکھتے ہیں۔ آخر میں جب گھر والوں کو پتہ چلتا ہے یہ تو ہماری لڑکی کے "حصول" کے لئے یہ سب کچھ کر رہا تھا اس کی تمام خدمات پر پانی بلکہ کیچڑ پھر جاتا ہے۔۔۔۔۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کالے رنگ کا پینٹ ہو جاتا ہے۔ اگر آپ کی پسند کی چیز آپ کو خود بخود نہیں ملتی تو پھر کیا فائدہ؟ چھین کر لے جانے والے کو عاشق نہیں ڈاکو کہتے ہیں۔ دھوکے سے لے جانے والے کو مکار، چالباز کہتے ہیں۔ اگلا دے تو تحفہ ہوتا ہے۔ انعام ہوتا ہے، عطا ہوتی ہے۔ دینے والا بھی خوش ہوتا ہے کہ میں نے "چیز" ڈاکو، مکار کو نہیں دی بلکہ جو قابل تھا اسے دی۔ یہ انسان کی فطرت ہے کوئی روپیہ بھی چھینے تو نہ دے گا۔۔ خود چاہے جان دے دے۔ اور کوئی دھوکا دے کر چیز لے تو وہ دشمن ہو جاتا ہے۔ بہر حال مھنیوال کو نکلنا پڑا۔ یہ ساری باتیں سوہنی نے بھی دروازے کی اوٹ سے سن لیں۔ مھنیوال نے جاتے ہوئے کمر نہ کی منہ سامنے رہا اور پیچھے ہٹتا گیا۔ عاشقوں کے لئے "کعبہ" کی طرف کمر کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ دروازے سے باہر نکلا تو کھڑا ہو گیا۔

ڈوبی ہیں میری انگلیاں خود اپنے لہو میں
یہ "کانچ" کے ٹکڑے کو اٹھانے کی سزا ہے

اس کے دماغ میں بہت سے خیالات آ داخل ہوئے۔ واپس بلخ چلتے ہیں۔ کیسے جاؤں؟ اتنے عرصے کے بعد؟ کس منہ سے جاؤں؟ چلو کسی اور شہر چلتے ہیں۔۔ نہیں نہیں میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ یہیں رہوں گا۔ میرا محبوب میرے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میرے سامنے آئے نہ آئے۔ ملاقات ہو نہ ہو۔ میں

سانس تو اس فضا میں لوں کا جس فضا میں وہ سانس لیتا ہے۔ یہ تمام خیالات دماغ میں اٹھے دل نے جس فیصلے کی طرف فیصلہ دیا وہی فیصلہ تھا۔ آخری بار در و دیوار کو چوما اور چل دیا۔ جب آدمی کو کسی سے تکلیف پہنچے تو وہ اپنی غلطی نہیں یاد کرتا بلکہ اپنے کئے ہوئے احسانات کو یاد کرتا ہے۔ رات ہو گئی۔ ایسی رات پوری زندگی میں کبھی نہ آئی تھی۔ اور اتنا پریشان وہ زندگی میں کبھی نہ ہوا تھا۔ سب سو گئے غموں نے دل و دماغ کی دنیا میں خوب ادھم مچایا۔ ان کے شور سے تنگ آکر یہ رو پڑا۔ دھاڑیں مار مار کے رویا۔

ہائے محبت یہ کیا کیا؟
شاہ تھا گدا بنا دیا
سیج پہ سوتا تھا زمین پر لٹا دیا
مخمل لیتا تھا ننگا سلا دیا
کتنے مکانوں کا مالک تھا آج فقیر بنا دیا

مہینوال کے جانے کے بعد سوہنی کی خوشیاں بھی روٹھ گئیں ماں باپ سے بھی پردہ کرتی ہے کبھی کبھی چھت پر چڑھتی ہے شاید "وہ" نظر آجائے۔ کام دام چھوڑ۔ بس دیئے جلاتی ہے۔ مزار پر اے شاہ دولہ کرم کر دے۔ میرا یار ملا دے۔ "یار" دو نقطوں سے مل کر بنتا ہے ایک نقطہ غائب ہو جائے "بار" بن جاتا ہے۔ بار کا معنی ہے بوجھ گرانی وزن۔

اور بعض اوقات درد جدائی سے یوں روتی تھی کہ در و دیوار ہل جاتے تھے۔ اور اسے صرف یہ بات رلاتی تھی کہ "اس" نے کیا کیا نہ کیا میرے لئے اور میں کچھ بھی نہ کر پائی "اس" کے لئے۔ اس نے میرے لئے سب کچھ چھوڑا۔ میرے باپ نے اس کا کچھ نہ چھوڑا۔ خود ہی بولتی اسے بلاؤ۔ وہ کہیں دور نہ چلا جائے۔ مہینوال جنگلوں بیلوں میں گھومتا ہے۔ غم کھاتا ہے۔ اشک پیتا ہے۔ کئی ایام اسی طرح گزر گئے ایک دن رو کے کہنے لگا بقول مختار۔ یا اللہ!

کھا کھا کے ٹھوکریں اب اکتا گیا ہے دل
گردش خزاں میں بہت کملا گیا ہے دل
اس کے سوا ہے اور میرا کیا قصور
اک حسن کی دیوی پہ میرا آ گیا ہے دل
روکا تھا میں نے اس کو اچھا نہیں ہے پیار

مانی نہ میری بات رلا گیا ہے دل
دل پہ کسی کا بھی چلتا نہیں ہے زور
ہوتا ہے وہی مالک جس پر آ گیا ہے دل
کہنے لگے احباب کیا بات ہے مختار !!!
تیرا یہ قصہ شوق گرما گیا ہے دل

اس عشق کے کیا کہنے کتنے ہی پری شان کو پریشان کر دیا۔ سوہنی کے والدین نے اس کے رشتے کے لئے کوشش تیز کر دی۔ گجرات شہر میں اپنی برادری کے ایک لڑکے فیاض عرف پھجا کے ساتھ بات پکی کر دی۔ دونوں اطراف زور و شور سے تیاریاں شروع ہو گئیں۔ یہ تو ہوتا ہی ہے۔ آپ بھی تو کسی کے گھر بیٹی لاتے ہیں بدلے میں آپ کو بھی دینی پڑتی ہے۔ سوہنی کی پیاری سہیلی سمیرہ کو پتہ چلا شادی کا وہ بھی ایک رات آئی۔ سوہنی اپنی سہیلی کو دیکھتے گلے سے لگ کر خوب روئی۔ جب آنسوؤں کا سیلاب گزر گیا تو ہاتھ جوڑ کے کہنے لگی جا کہیں سے مہینوال کو ڈھونڈ کے لا۔ اسے کہو ایک بار آ کر مل جا۔ تجھے ایک بار دیکھنا چاہتی ہوں۔ سمیرہ اٹھی اور مہینوال کو ڈھونڈنے نکلی۔ اسے کوئی ڈھونڈنا مشکل تھا۔ جنگل میں ایک درخت سے دو ستی لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ سمیرہ قریب گئی۔ مہینوال ! ایک دم آنکھیں کھولیں اور حیرانی سے دیکھنے لگا۔ وہ خود ہی بولی میں سوہنی کی سہیلی ہوں۔ سوہنی کا نام سنتے ہی احتراماً رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ہاں بولیئے بولیئے میں سن رہا ہوں۔ مجھے سوہنی نے بھیجا ہے وہ آپ سے ایک بار ملنا چاہتی ہے۔۔ آپ کو اللہ کا واسطہ ایک بار ضرور ملئے ورنہ وہ مر جائے گی۔ مہینوال چل پڑا۔ رات کے وقت موقع ملا ملاقات کا۔ اللہ پردے رکھنے والا ہے۔

بات باہر نہ جائے پردے کی
سارے پردے گرا کے بات کرو
اب کوئی آس پاس نہیں
اب تو آنکھ ملا کے بات کرو
بات کی کاٹ دیکھنی ہے اگر
ہونٹ قریب لا کے بات کرو

دروازے باریاں بند کر دیں جونہی دونوں کی نظریں ٹکرائیں اس تصادم میں سوہنی گھائل ہو کر گر پڑی۔ وہ گھائل ہوئی۔ یہ مائل ہوا۔ وہ گری یہ جھکا۔ سوہنی بے ہوش پڑی ہے۔ اور یہ اپنے پیار کو

دیکھتا ہے۔ کبھی غزالہ آنکھیں کبھی گلابی ہونٹ تو کبھی چہرے کے انوار کو دیکھتا ہے۔ کبھی مجبور کو دیکھتا ہے کبھی مختار کو دیکھتا ہے۔ کبھی سمیرہ کو دیکھتا ہے۔ کبھی درودیوار کو دیکھتا ہے۔ ایک بار نہیں کئی بار دیکھتا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے پاؤں کی تلیاں ملتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد سوہنی کو ہوش آتا ہے۔ تو مہینوال گھر کی سج دھج اور جہیز کے سامان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھتا ہے یہ کیا ہے؟

کوڑے ڈھون والے آج ہوئے کوڑے (جھوٹے)؟ یہ سب کیا ہے؟ سوہنی مہینوال کے قدموں میں گر گئی۔ میری جان، میرے آقا تم کچھ نہ سوچو!

میرا وہی ایمان ہے
وہی قول وہی پیمان ہے
وہی اختر شماری وہی آسمان ہے
وہی کھلی زلف وہی طبع حیران ہے
وہی اشکوں کی گھٹا وہی شور و فغاں ہے۔
اب بھی تیری ہی یاد اور تیرا ہی دھیان ہے
میرے دل کی مملکت کا تو ہی سلطان ہے

مہینوال بولا یہ سب مکر و فریب ہے۔ اب تم پروانہ نہیں ہو جو آگ میں جل جاتا ہے۔ تم مکھی بن گئی ہو جسے مٹھا پسند ہے۔ تم لڑکیاں ہوتی ہی بے وفا ہو۔ اپنی کمزوری کا بہانہ لگا کر چپ چاپ دوسرے کی باہوں میں چلی جاتی ہو۔ او۔ ایک وقت میں کئی دلوں سے کھیلتی ہو۔ جیسے بچہ کھیلتا ہے۔ یہ کہہ کر چل پڑا۔ سوہنی پیچھے دوڑی۔ ٹھہرو۔ ایک لمحے کے لئے رکا۔ تم تو کہتے تھے کہ میں مر کے بھی تمہارا ہوں میری قبر پہ آؤ گی تو میرا دل شمع بن کر تیری یاد میں اس وقت بھی جل رہا ہو گا۔ میری ہڈیاں تیری آمد پر مجرا کریں گی۔ اور اب جیتے جی چھوڑ کے جا رہے ہو۔ مہینوال نے کہا میں اپنے وعدہ سے نہیں پھرا۔ تیری خاطر ماں باپ کو چھوڑا۔ میں کوئی پاگل تو نہ تھا صرف تیری خاطر کوڑا اٹھاتا رہا۔ میرے سنگی ساتھی واپس چلے گئے اور میری حیثیت اس آوارہ پتے کی سی ہے جسے آندھی اڑا رہی ہے اگلا جھونکا کہاں لے جائے کچھ خبر نہیں۔ اب میں یہاں نہیں رک سکتا۔ مجھے غموں کی آندھی یہاں رکنے نہ دے گی۔ اپنوں سے دور پردیس میں کس طرح شب و روز گزار رہا ہوں۔ میرا رب جانتا ہے۔ کیا اب بھی میں بے وفا ہوں؟ میں چلتا ہوں۔ اللہ حافظ

سوہنی پھر گڑگڑائی۔ ناں ناں۔ یہ ظلم نہ کرنا۔ گجرات چھوڑ کر نہ جانا۔ میرے مہتاب میرے آفتاب

مجھے چھوڑ کر نہ جانا تو چلا گیا تو مجھے چاروں طرف سے غموں کے اندھیرے گھیر لیں گے۔ مہینوال نے
وعدہ کیا میں شہر چھوڑ کر نہ جاؤں گا۔ اور یہ کہہ کر تاریکی میں غائب ہو گیا۔ شادی کا دن قریب آگیا۔
بارات آگئی۔ قاضی نے نکاح پڑھایا۔ ماں باپ سر پر کھڑے تھے کیا کرتی۔ کلمے پڑھے جیسے طوطا پڑھتا
ہے۔ وہ پڑھتا تو ہے مگر معلوم کچھ نہیں ہوتا۔ رخصتی کے وقت لڑکیاں بہت روتی ہیں (اور رخصتی
کے بعد مرد روتے ہیں) پتہ نہیں روتی کیوں ہیں؟ حالانکہ یہی دن تو ان کا سب سے پسندیدہ دن ہوتا
ہے۔ خیر کچھ اعمال عادت بن جاتے ہیں۔ یہ رونا بھی عادت ہی ہے اگر روئے گی نہیں تو لوگ کیا کہیں
گے۔ کتنی شوقین ہے خاوند کے ساتھ جانے کی۔ ماں باپ کے احسانات اور پیار کو ان آنسوؤں سے
دھو کر جاتی ہے پھر خاوند کا پیار اور بچوں کا اسی صفحہ پر لکھتی ہے۔ اب موقع تھا یار بھی یاد آرہا تھا
خوب روئی ماں کے گلے لگ کے۔ باپ کے گلے لگ کے۔ ڈولی آئی تو سوہنی ڈولی۔ اور بے ہوش ہو
کر گر پڑی۔۔ فوراً اٹھا کر ڈولی میں ڈالا۔ اور کہاروں سے کہا فوراً اٹھاؤ اور جلدی سے لے چلو۔ اور کہار
تیزی سے چل پڑے۔

پیار دی سزا شالا کوئی وی نہ پاوے
ساریاں سزاواں کولوں ودھ ایہہ سزا اے
اکھیاں تو اولے ہووے خون سک جاندا اے
سامنے جے یار ہووے ساہ رک جاندا اے

سسرال کا گھر

سوہنی کو ڈولی سے اتارا گیا ابھی تک حالت غیر تھی۔ سہارا دے کر دلہن کے کمرے میں پہنچایا گیا۔
جوں جوں وقت گزرتا جاتا۔ سوہنی کے لئے موت کی گھڑی قریب آتی جاتی۔ رب سے دعا کرنے لگی۔ یا
اللہ میں مہینوال کی امانت ہوں آج تو ہی مدد فرما۔ رات کو جب اس کا خاوند قریب آیا تو سوہنی نے اس
کو زور سے ہاتھ مارا کہ وہ دور جا گرا۔ پہلی رات ہی بلی مر گئی۔ وہ بے چارہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ سمجھا
شاید کوئی سایہ ہے۔ ابھی ہوش نہیں آیا ہے۔ رات تو حفظ و امان سے گزر گئی۔ صبح کو عورتیں آئیں
تو۔۔۔۔۔ رات کیا ہوا نہ بستر بنا رہا تھا نہ چہرہ سوہنی کا طریقہ یہ ہو گیا نہ کمرے سے نکلتی نہ بات کرتی۔
خاوند قریب نہ جائے۔ ڈرا ہوا ہے پہلی رات کا۔ کئی ماہ اسی طرح گزر گئے ساس اور نندیں بڑی پریشان
اسے کیا ہے؟ کوئی پچھلا روگ ہے یا کسی کا سوگ ہے؟ نہ بولتی چالتی ہے نہ دیکھتی بھالتی ہے۔ تمہا

رہتی ہے۔ہراک کو ٹالتی ہے۔ چہرہ سوکھ کے کانٹا ہو گیا۔ ہر وقت روتی ہے اور آہیں بھرتی ہے۔ کھانا دو تو کھاتی نہیں۔ کوئی لے جائے تو جاتی نہیں۔ کھانا پکاتی نہیں۔ خاوند کو پاس سلاتی نہیں۔ کسی کو پاس بٹھاتی نہیں۔یہ بہو ہے؟ !!! یہ دلہن ہے؟!!!

ایک دن سوہنی کی قریبی سہیلی سمیرہ آ گئی۔اسے دیکھتے ہی چہرے پہ بہار آ گئی سہیلی نے تنہائی ملتے ہی کہا۔ واہ خوب ! تم یہاں سسرال میں زندگی گزار رہی ہو۔ اور وہ فقیروں کی طرح جنگلوں میں مارا مارا پھر رہا ہے۔

ایتھے آ چلایوئی کارخانہ، خانہ اوس غریب دا پٹ کے تے
آپ سیج سہاگ دی سوئی ایں اوہنوں کنڈیاں اتے سٹ کے تے
نی یار وسار کے چڑھی ڈولی مر جاوناں سی زہر چٹ کے تے

سوہنی نے کہا تو میری رازدار تھی۔تجھے تو درد بتانا چاہیے تھا اُلٹا طعنے مار رہی ہے۔میں خوشی سے ڈولی کے اندر نہیں بیٹھی مجھے زبردستی لائے ہیں۔۔ جب بہت سے گھیرا ڈالنے والے ہوں تو اکیلا کیا کر سکتا ہے؟میں نے خیانت نہیں ہونے دی۔ مہینوال کی تھی اس کی رہوں گی۔ تو ہی میرا مسیحا ہے۔ کچھ کر۔۔ مہینوال کی کچھ خبر لا۔اسے حقیقت بتا میرا حال سنا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے میں اب چند دن کی مہمان ہوں۔ مرنے سے پہلے اسے ایک بار دیکھنا چاہتی ہوں۔سمیرہ نے تسلی دی فکر نہ کرو میں اسے ضرور لاؤں گی۔اس کے پاس سے اٹھی اور مہینوال کو ڈھونڈا۔اس کی حالت دیکھ کر سمیرہ کو بہت رحم آیا۔۔ نظر پڑتے ہی مہینوال نے پوچھا سوہنی کا کچھ پتہ؟ہاں وہ اب بھی تیرا راستہ دیکھ رہی ہے۔اس نے ہی مجھے بھیجا ہے۔شادی اس نے اپنی مرضی سے نہیں کی وہ سسرال کے گھر یوں رہ رہی ہے جیسے جیل میں قیدی۔اس نے اپنا وعدہ بھلایا نہیں۔

کہنے لگا شکر ہے مجھے یاد تو رکھا۔وہ میرا حال پوچھتی ہے۔ تم خود ہی دیکھ لو۔ جس دن سے اس کے گھر سے نکالا گیا ہوں دربدر پھر رہا ہوں۔ کوئی پاگل کہتا ہے کوئی وحشی کوئی دیوانہ کہتا ہے اس کے عشق نے مجھے کتنے نام عطا کیے ہیں جب گلیوں سے گزرتا ہوں تو بچے پتھر مارتے ہیں اب میری یہ حالت اگر وہ بھی دیکھ لے تو نفرت کرنے لگ جائے۔ ہم تو اس آس پر بیٹھے ہیں کہ ہر تنگی کے بعد آسانی آتی ہے۔اب اسے ہماری کیا ضرورت "پیکے" بھی ہیں اور "سوہرے" بھی جن کو بھرے ہوئے صندوق مل جائیں وہ خالی تھیلیوں کی طرف کب دیکھتے ہیں۔اگر اسے مجھ سے پیار ہوتا وہ یوں خنجر نہ چلاتی۔ مجھ سے وعدے کر کے غیر کی سیج پر نہ جاتی۔میرا وعدہ پکا ہے۔ وہ ہزار غم بھی دے قول سے نہیں

پھروں گا۔ میں تو اس کے پیار کے باغ کا پنچھی ہوں تیر کھالوں گا اڑوں گا نہیں۔
سمیرہ نے آکر من و عن اس طرح بتادیا۔ سارا حال سنادیا۔۔ سوہنی سن کر بہت روئی۔ اپنی سہیلی
سے کہتی ہے اسے میرا پیام دے دو۔ میں تجھ سے ملنا چاہتی ہوں۔
کوئی حیلہ نہیں سوائے اس کے کہ تو درویش کا بھیس بدل کر آجائے اور میں تیری دید کرلوں
جب یہ پیام پہنچا مہنیوال نے فقیروں والا چولا پہنا کشکول ہاتھ میں پکڑا اور سوہنی کے گھر کی طرف چل
پڑا۔ راستے میں بھیک مانگتا جاتا ہے۔۔ کتے بھونکتے ہیں یہ فقیروں کو کتے کیوں بھونکتے ہیں اس لئے کہ
کتوں کو بھی یہی امید ہوتی ہے کہ کوئی ہمیں روٹی کا ٹکڑا ڈالے گا جب فقیر آجاتا ہے انہیں اپنی روزی
خطرے میں نظر آتی ہے۔ وہ پھر دشمنی کی بنا پر بھونکتے ہیں۔ اچھے لباس والے کو نہیں بھونکتے۔ مہنیوال
گھر گھر در، در پھرا پھر سوہنی کے گھر پہنچا۔ آواز دی اللہ کے نام پہ کچھ دو۔ سوہنی کی ساس اٹھی خیر
دینے چلی تو سوہنی ایک دم کمرے سے باہر آئی۔ کہنے لگی آپ رہنے دو میں دے آتی ہوں۔ فوراً باہر آئی۔
زنبیل میں آٹا ڈالتے ہی پہچان گئی۔۔ نظریں نیچی کرلیں اور آنسو بہنے شروع ہو گئے۔
بہت پیار ہو اور بہت عرصے کے بعد ملیں تو جو کیفیت ہوتی ہے۔ وہ بیان سے باہر ہے اور پھر یہ
بھی خطرہ ہو کے کوئی دیکھ نہ لے۔ نظروں کے تیر دونوں کے دلوں میں پیوست ہوئے۔ ادھر سوہنی
زیر تکبیر ادھر مہنیوال کے لبوں پر جان۔
آنکھوں ہی آنکھوں میں شکوے شکایات ہوئیں۔ زیادہ دیر لگاتی تو ساس کا بھی خطرہ تھا۔ کہنے لگی
تم یوں کرو دریائے چناب کے دوسری طرف ڈیرہ لگالو۔ فقیروں کے بھیس میں پیار کا لعل چھپالو۔
تم رات کے وقت فلاں جگہ پر آجایا کرو ہم دونوں مل لیا کریں گے۔ مہنیوال نے دوسرے
کنارے دھوئی رمالی۔ سب اس کے مرید ہو گئے۔ تمام ملاح دن کو مسافروں کو اتارتے چڑھاتے
اور شام کو اپنی کشتیاں فقیر کے حوالے کر کے چلے جاتے۔ اور اسے روزانہ ایک مچھلی پکڑ کے دیتے یہ لو
کھالیا کرو۔ مہنیوال اسے بھونتا اور رکھ لیتا۔ شام کو سب ملاح جب چلے جاتے کشتی کھولتا اور دوسرے
کنارے چل پڑتا سوہنی بھی آجاتی دونوں خوب باتیں کرتے مہنیوال اپنے ہاتھوں سے مچھلی کھلاتا۔ ایک
روز یوں ہوا دریائے چناب میں پانی بہت آیا کوئی مچھلی ہاتھ نہ آئی مہنیوال نے سوچا اب کیا کروں آج
محبوب کو کیا پیش کروں گا؟ اپنی ران کا گوشت کاٹا بھونا اور وقت مقررہ پر پہنچ گیا۔ لنگڑاتا ہوا چل رہا ہے
سوہنی کو اس دن دیر ہو گئی یہ وہاں بیٹھ گیا سوہنی آئی سارے غم بھول گیا اور مچھلی پیش کی۔ ا سنے
فوراً ہاتھ بڑھایا پہلی ہی بوٹی منہ میں ڈالی تو منہ چلنا رک گیا۔ مہنیوال یہ مچھلی تو نہیں ہے اس کا ذائقہ اور

نہ بے بتاؤ کیا بھون کے لائے ہو؟

مہینوال نے کہا آج مچھلی نہیں ملی تھی تو میں اپنی ران کا گوشت کاٹ کر لے آیا۔ سوہنی کی چیخ نکل گئی۔ یہ تو نے کیا کیا؟ تم نے تو عشق کی حد کر دی۔ آج کے بعد تم ملنے نہیں آؤ گے میں آیا کروں گی۔ اب سوہنی ملنے آتی تھی اس نے جھاڑیوں کے اندر پکا گھڑا چھپایا ہوا تھا گھڑے کا منہ پکڑتی اور پانی میں چھلانگ لگا دیتی گھڑے کے ساتھ ساتھ تیرتی جاتی واپسی پہ یونہی کرتی گھڑا چھپا دیتی۔ کافی دن اسی طرح گزر گئے۔ گھر والوں کو کچھ کچھ شک ہوا۔ ایک رات جب سوہنی اٹھی محبوب سے ملنے جانے لگی تو نند نے دیکھ لیا یہ باہر نکلی تو وہ بھی پیچھے پیچھے، سوہنی نے گھڑا نکالا اور دریا میں ٹھل گئی۔ نند واپس آ گئی۔ آتے ہی سارا قصہ ماں کو سنا دیا۔ ماں نے کہا کسی سے تذکرہ نہ کرو ہمیں ایسی بہو نہیں چاہیے تم یوں کرو خام گھڑا جو آگ میں پکا ہوا نہ ہو آج دن کو جب وہ گھر ہو تم جا کر پکا اٹھا لینا اسے رکھ آنا۔ نند نے ایسا ہی کیا رات کے وقت سوہنی وقت مقررہ پر اٹھی اور چل دی گھڑا نکالا اسے کچھ شک تو پڑا مگر اندھیرے میں کیا معلوم ہوتا ہے۔ جونہی کچا گھڑا پانی میں گیا تو کھرنے لگا آہستہ آہستہ گرفت ڈھیلی پڑتی گئی۔ دریا بھی اپنے جوبن پر تھا۔۔ لہروں کے دو تین تھپیڑے لگے تو گھڑا ٹوٹ گیا، سہارا چھوٹ گیا۔ سوہنی کو معلوم ہو گیا اب بچنا محال ہے جب عزرائیل قریب نظر آیا تو زور سے مہینوال کو پکارا۔

مہینوال، مہینوال۔ عشق کی آواز تھی فضاؤں کو چیرتی ہوئی مہینوال کے کانوں تک پہنچی۔ اسی وقت اٹھا اور دوڑا۔ دوڑے کیسے ٹانگ کا زخم ہرا ہے دل سے غم اٹھا۔ ٹانگ سے درد اٹھا پر ہمت نہ ہٹائی۔ چھلانگ لگا دی۔ اور خود کو لہروں کے سپرد کر دیا۔ زبان پہ ایک ہی نام ہے سوہنی سوہنی۔ وہ پکار رہی ہے مہینوال مہینوال دونوں کی روحیں پرواز کر گئیں۔ اور روحیں، آپس میں مل گئیں۔ اب ان کو کوئی جدا نہیں کر سکتا۔

آپ سے ایک بات پوچھوں؟ کوئی فائدہ ہوا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ سوہنی بھی عورت ہے اور رابعہ بصریؒ بھی عورت ہے دونوں کے فرق کو آپ سمجھتے ہی ہیں۔ مہینوال بھی مرد ہے اور بلالؓ بھی مرد ہے دونوں کے فرق کو آپ سمجھتے ہی ہیں؟

مصنف کی دیگر تصانیف

1۔ بسم اللہ اور ہماری زندگی
2۔ بات سے بات
3۔ گو
4۔ ماں
5۔ باپ
6۔ قتل ہی قتل
7۔ سپر مین ﷺ ان دا ورلڈ
8۔ محبت کیا ہے۔
9۔ امریکی سکالر کے چار سوالوں کے جواب
10۔ زندگی کیا ہے۔؟ (زیر طبع)
11۔ حبل اللہ (زیر طبع)
12۔ 52 مقالات (زیر طبع)

آیئے.....!

اس سے محبت کریں

- جسے موت نہیں آتی
- جس کا حسن ماند نہیں پڑتا
- جو ناز دکھاتا نہیں' ناز اٹھاتا ہے
- جو گفٹ لیتا نہیں' دیتا ہے
- جس کی کشش قریب جانے سے بڑھتی ہے' گھٹتی نہیں
- جس سے محبت کرنے سے ذلت و رسوائی نہیں' عزت و بڑائی ملتی ہے
- جس سے محبت کرنے سے آدمی ساری دنیا کا محبوب بن جاتا ہے